هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون
عکسی
اسلامی سیاست المعروف بہ الاعتدال
مولانا محمد زکریا صاحب
متصل مظاہر علوم سہارنپور

اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی

اَلاِعْتِدَالُ فِی مَرَاتِبِ الرِّجَالِ

معروف بہ

اِسلامی سِیاست

عکسی

یعنی

حضرت اقدس مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا اپنے ایک مخلص خادم و شاگرد کے نام وہ مفصل و مبسوط خط جسمیں سیاسی مسائل حاضرہ کے متعلق سات سوالوں کے جوابات کتاب و سنت کی روشنی میں انتہائی سنجیدگی اور متانت سے تحریر فرمائے گئے ہیں

یہ ایڈیشن مع اضافات جدیدہ از حضرت مؤلف مدظلہ العالی طبع کرایا گیا ہے

منیجر کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور

گذارشِ ناشر

"الاعتدال فی مراتب الرجال" یہ ایک طویل وعریض خط ہے۔ جس کو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدظلہ نے اپنے ایک شاگرد کو مسائل حاضرہ کے متعلق سات سوالوں کا جواب دینے کے لئے شعبان ۱۳۵۷ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ حضرت موصوف نے اس خط میں ہزار ہا احادیث اور بہت سی آیات کا عطر نکالکر رکھدیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو صاحب اسکو جسقدر پڑھتے جائینگے اسی قدر اپنی رُوح میں نشاط محسوس کرینگے۔ اس مفید خط کا مسودہ ابتک حضرت موصوف کے پاس ہی رہا۔ اور وقتاً فوقتاً اس میں مناسب و مفید اضافے بھی ہوتے رہے۔ میں چونکہ اس خط سے آگاہ تھا اسلئے میں نے بارہا چاہا کہ اس کو طبع کراکر عامۃ المسلمین کے ہاتھوں تک پہنچادوں۔ مگر حضرت موصوف میری اس دلی خواہش کے مخالف اور سخت مخالف تھے۔ میں جسقدر اصرار کرتا تھا اسیقدر انکار فرمایا جاتا تھا اور ارشاد ہوتا تھا کہ عام اشاعت بے سود ہے۔ صرف مخصوص متعلقین کو دکھایا جاسکتا ہے۔ مگر حسنِ اتفاق کہ گذشتہ سال حضرت اقدس مولانا الشاہ عبد القادر صاحب رائپوری مدظلہ کو اس کا علم ہوگیا اور آپنے اس کو نہایت اہتمام سے حرفاً حرفاً سُن کر اس کی طباعت پر زور دیا۔ ادھر کچھ زمانہ کے بعد رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدین دہلی نے بھی اسکو سُنا اور طباعت کا تقاضا فرمایا۔ لہذا۔ موصوف کو ان ارشادات گرامی کے بعد انکار کی گنجائش نہیں رہی اور میری دیرینہ تمنا کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ کہ میں یہ دلکش اور نفیس ہدیہ مخلصین کی خدمت میں "الاعتدال فی مراتب الرجال" کے نام سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اصل خط میں عربی عبارات وغیرہ کا ترجمہ نہ تھا۔ اب طباعت کے وقت حضرت موصوف نے ترجمہ کا اضافہ بھی فرمادیا ہے[1] تاکہ صرف اُردو پڑھے ہوئے حضرات بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ چونکہ مجکو یقین ہے کہ جن ہزاروں حدیثوں کو حضرت موصوف نے اس خط میں جمع فرمادیا ہے اُن پر کافی جد وجہد سے بھی مطلع ہونا آسان نہ تھا۔ اسلئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے شیدائیوں سے پُر زور درخواست کروں گا کہ وہ اطمینان سے غور وتدبر کے ساتھ اس خط کا مطالعہ کریں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس کو افراط وتفریط سے پاک اور عدل وانصاف کے سانچہ میں ڈھلا ہوا پائینگے واللہ الموفق

احقر نصیر الدین

[1] نیز اس عکسی ایڈیشن عربی عبارات پر اعراب (زبر زیر) بھی لگوادیے گئے۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز گرامی قدر سلمکم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون محبت نامہ پہونچا جس خلوص اور جوش سے تم نے لکھا ہے اس سے اور بھی لطف آیا۔ اس قسم کے سوالات تو تحریراً تقریراً کثرت سے ہوتے ہی رہتے ہیں مگر اپنی نا اہلی کہوں یا کاہلی کثرت مشاغل سے تعبیر کروں یا تساہل سے۔ اکثر سائل کے مناسب مختصر جواب لکھ دیتا ہوں یا کہہ دیتا ہوں۔ مفصل لکھوں تو کسے کسے لکھوں۔ لیکن تمہارے خلوص اور دوسری خصوصیات نے مجبور کیا کہ کسی قدر تفصیل سے لکھوں۔ تم بھی جوش سے علیحدہ ہو کر ذرا غور سے پڑھنا۔ اور صرف ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار دیکھنا۔ اول تو مجھے اوس تعلق کی بنا پر جو تم کو ہے خود ہی یقین ہے کہ تم بہت غور سے کئی بار پڑھو گے۔ احتیاطاً میں نے بھی لکھدیا ہے کہ رنج اور غصہ اور جذبات سے علیحدہ ہو کر دیکھنا۔ مکرر کہتا ہوں کہ خالی الذہن ہو کر غور سے پڑھنا سمجھ میں آئے قبول کرنا ورنہ کوئی جبر نہیں۔ تمہارے سارے طویل مضمون کا خلاصہ جو میں نے سمجھا ہے چند امور ہیں۔

نمبر ۱۔ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی میں باوجود دونوں کے مخلص اور اہل اللہ ہونے کے اتنا شدید اختلاف کیوں ہے کیا مخلصوں اور دینداروں میں بھی ایسا اختلاف ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟

نمبر ۲۔ تیرے نزدیک کون حق پر ہے اور ان مسائل میں تیری کیا رائے ہے؟

نمبر ۳۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے کیا مر رہنا چاہیئے۔ تو کہیں شریک کیوں نہیں ہوتا۔؟

نمبر ۴۔ مسلمان تباہ ہوتے جا رہے ہیں آخر ان کو کیا کرنا چاہیئے؟

نمبر۵۔ اغراض آج کل زیادہ کام کررہی ہیں۔ ہر شخص اپنی اغراض کے پیچھے چل رہا ہے۔

نمبر۶۔ علما کا وقار عمداً گرایا جارہا ہے۔ بے تکلف سب وشتم کیا جاتا ہے۔

نمبر۷۔ علما کے اختلاف سے بہت نقصان پہونچ رہا ہے۔

تمہارے خط کے معظم امور یہ ہیں اور یہ سوالات اکثر وبیشتر تحریراً تقریراً ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے میں اپنے پریشان خیالات ان امور کے متعلق کسی قدر تفصیل سے لکھتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو میں لکھ رہا ہوں یہی حق ہے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ میرے ناقص خیالات امور بالا کے متعلق حسب ذیل ہیں۔ والعلم عند اللہ؎

جواب سوال اوّل

مخلصین کی جماعت میں اختلاف کا ہونا کوئی مستبعد اور دشوار چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ کوئی عامی ایسی چیز سے پریشان ہو تو بعید نہیں۔ مگر تم جیسے سمجھدار علمی مناسبت رکھنے والے کو اس سے متعجب ہونے اور اس طرح متاثر ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔ میں تو اس چیز میں اتنا ٹھنڈا ہوں کہ لکھ نہیں سکتا۔ شوال میں حدیث کے اسباق کی بسم اللہ ہوتی ہے اور رجب میں تمت ہوتی ہے۔ ان دس ماہ میں اسباق کا کوئی دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں کم از کم بیس مرتبہ یہ کہنا نہ پڑتا ہو کہ اس مسئلہ میں فلاں امام کا یہ مذہب ہے اور فلاں کا یہ ہے۔ صحابہ کے یہ مذاہب ہیں تابعین میں یہ اختلاف ہے۔ اگر آپس کا اختلاف ہی اخلاص کے منافی ہوگا تو ہمیں تو بڑی مشکل پیش آجائیگی کہ ان سب حضرات رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ تعالیٰ کو مخلصین کی جماعت سے خدانخواستہ نکالنا پڑ جائیگا۔ رہا شدید اختلاف ہونا تو میں تو کچھ شدید بھی نہیں سمجھتا۔ اتنا ہی تو ہے کہ ایک وقتی مسئلہ میں ایک حضرت کی رائے یہ ہے کہ لیگ میں شرکت مسلمانوں کیلئے مفید ہے کانگریس میں مضر ہے دوسرے حضرت کی

رائے اس کے برعکس ہے۔ اب جو شخص خود اہل الرائے ہے حالات کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے قواعد شرعیہ سے واقف ہے اوس کو چاہیئے کہ جس کو دیانۃً حق پر سمجھتا ہے اوسکو اختیار کرے۔ جو خود اتنی سمجھ نہیں رکھتا اوس کو چاہیئے کہ ان دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہو دو چار دن قیام کرے یا اگر حالات سے پہلے سے واقف ہو تو پھر اس کی بھی ضرورت نہیں۔ جونسے حضرت سے عقیدت زیادہ ہو اُنکا اتباع کرے۔ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ اس میں لڑائی کی کیا بات ہے اور جھگڑا کیا ہے۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان اکابر کا اختلاف آپ کی نظر میں شدید اختلاف کیوں ہے۔ کیا یہ اختلاف جنگ جملؑ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ جس میں دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں۔ تم ہی بتاؤ کہ اون میں سے کونسے فریق کو مخلصوں کی جماعت سے نکالدوگے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی آئے تو رضی اللہ عنہ کہتا ہے خلیفہ برحق کہتا ہے مرجع الاولیا کہتا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کا نام آئے تو رضی اللہ عنہا کہتا ہے۔ اُمُّ المومنین کہتا ہے۔ اور حضور سید الکونین کی سب سے زیادہ لاڈلی بیوی کہتا ہے۔ اور اختلاف کا حال معلوم ہی ہے کہ جنگ جمل کا نام قیامت تک اس اختلاف کی یاد کو باقی رکھنے والا ہے۔ سنو! چونکہ میں تم پر اپنا کافی حق سمجھتا ہوں اسلیئے زوردار الفاظ میں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی دل میں کدورت نہ لانا۔ اگر خدانخواستہ ایسا کروگے تو اپنا ہی نقصان کروگے ان حضرات کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ مجھے تو بعض لوگوں پر جب وہ ان دونوں اکابر میں سے کسی کی شان میں گستاخانہ غیبت اور بے ادبی کرتے ہیں بہت ہی تعجب ہوتا ہے اور ان اکابر پر رشک آتا ہے کہ یہ حضرات تو اپنے اپنے دینی علمی عملی کارناموں کے ساتھ جن کے ثمرات وہ شب و روز لوٹتے ہیں دوسروں کی نیکیاں بھی سمیٹ رہے ہیں اور یہ بیچارہ غصہ میں یوں کہہ رہا ہے کہ چونکہ

؏ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک مشہور لڑائی ہے جسمیں ایک جانب حضرت علیؓ تھے اور دوسری جانب حضرت عائشہؓ تھیں ۱۲

مجھے تم پر غصہ بہت ہی آرہا ہے اسلیئے میری عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں بھی تمہیں لیتے جاؤ۔ کس قدر اپنے اوپر یہ شخص ظلم کرتا ہے کہ غصہ میں اپنی عمر بھر کی کمائی ہوئی نیکیاں ایسے لوگوں کو دے رہا ہے جن سے وہ خفا ہے اور خود فقیر بن رہا ہے اور مجرم بن رہا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

مَا تَعُدُّوْنَ الْمُفْلِسَ فِيْكُمْ قُلْنَا مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ الَّذِىْ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِحَسَنَاتٍ وَيَاْتِىْ قَدْ ظَلَمَ هٰذَا اَوْشَتَمَ هٰذَا اَوْاَخَذَ مَالَ هٰذَا وَلَيْسَ هُنَاكَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ فَيُعْطُوْنَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَلَا تَفْنٰى فَيُؤْخَذُ مِنْ سَيِّاٰتِهِمْ فَيُطْرَحُ عَلَيْهِ (جمع الفوائد)

حضور نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت فرمایا کہ مفلس تم لوگ کس کو سمجھتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا جس کے پاس مال نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مفلس نہیں ہے بلکہ حقیقۃً مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نیکیاں لیکر حاضر دربار ہو مگر دنیا میں کسی پر ظلم کیا تھا کسی کو گالیاں دی تھیں کسی کا مال چھین لیا تھا۔ قیامت میں روپیہ پیسہ تو ہے ہی نہیں وہاں تو سارے حساب نیکیوں اور گناہوں سے پورے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان مظالم کے بدلے میں اوس شخص کی نیکیاں اُون لوگوں کو دلائی جائینگی جن پر ظلم کیا تھا۔ اور اُن کو برا بھلا کہا تھا۔ اور جب اس شخص کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو بہر حال اُن کے تو حقوق کو پورا کرنا ہی ہے اسلئے بقدر ان حقوق کے جس قدر گناہ اُن لوگوں کے وزن میں آئینگے وہ اسپر ڈال دئے جائینگے تو اصل مفلس یہ ہے کہ بہت کچھ کمائی (نماز روزہ اور دینی کاموں کی) لیکر گیا تھا اور ملا یہ کہ دوسروں کے گناہ بھی سر پڑ گئے۔

مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی تو غیبت کی جاتی ہے اونکو برا بھلا کہا جاتا ہے اور فساق اور کفار کی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ حالانکہ حدیث میں وارد ہے۔ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ (مشکوۃ شریف) جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ناراض ہوتے

ہیں اور عرش تھرّانے لگتا ہے) میرا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی تعریف نہ کی جائے۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے کہ کس شخص کی تعریف کس حد تک اور کن قواعد کے تحت میں جائز ہے اور کس حد تک ناجائز ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ اللہ والوں کو بُرا نہ کہا جائے۔ کسی کی خلاف شرع تعریف نہ کی جائے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ کسی ایک جانب غلطی ہے تو کیا اُس کا مقتضا یہ ہے کہ اُن کے سارے دینی کمالات سے آنکھیں پھوڑلی جائیں۔ شریعت مطہرہ نے ہم لوگوں کو ایک ایک جُزاور ایک ایک چیز کی تعلیم دی ہے۔ ہم لوگ باوجود ادعائے مذہبیت کے اوسکی پروا نہیں کرتے۔ اور دوسری قومیں ان زرّین اصولوں پر عمل کر رہی ہیں اور بڑھ رہی ہیں اور ہم لوگ اپنی مایہ لٹا رہے ہیں۔ اور نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ سنو! میں تسلیم کرتا ہوں کہ کسی ایک جانب غلطی ہے اور وہ ایسی کھلی غلطی ہے کہ تم اُوس کو قبول کر ہی نہیں سکتے۔ نہ کرو۔ کون مجبور کرتا ہے۔ لیکن اس بارہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وصیت سامنے رکھو اُنھوں نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے اور اللہ ان پر رحمت کرے کس قدر نفیس بات کہی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں

وَاُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيْمِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلٰى لِسَانِ الْحَكِيْمِ وَقَدْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِيْنِيْ رَحِمَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْحَكِيْمَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَاَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلٰى اِجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيْمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِيْ يُقَالُ لَهَا مَا هٰذِهٖ وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذٰلِكَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ اِذَا سَمِعْتَهٗ فَاِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُوْرًا

(میں تمہیں حکیم کی کجی سے ڈراتا ہوں کہ شیطان کبھی ناحق بات حکیم کی زبان سے کہدیتا ہے اور کبھی منافق بھی حق بات کہدیتا ہے۔ شاگرد نے عرض کیا۔ اللہ آپ پر رحم کرے

جب ایسا ہے تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ حق کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہاں حکیم کی ایسی باتوں سے پرہیز کرو جن کے متعلق یہ کہا جائے یہ کیا ہو گیا یہ کیسے کہدیا اور اس کا خیال رکھنا کہ حکیم کی یہ باتیں تجھے اُس سے روگردان نہ کر دیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ رجوع کرلے) اب غور کرو کہ حضرت معاذؓ نے اس ضابطہ اور نصیحت میں کتنے اہم امور ارشاد فرمائے ہیں۔

(۱)۔ ہر حق بات کہنے والا حکیم نہیں۔ کبھی منافق بھی حق بات کہدیتا ہے اس لئے محض ایک بات کسی کی سنکر اُس کا معتقد نہ ہونا چاہئے۔ ہماری عادت یہ ہے کہ ایک تقریر کسی کی سُنی یا ایک مضمون کسی کا پڑھا فوراً اُسکے معتقد ہو گئے ساتویں آسمان پر اُس کو پہونچا دیا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ایک شخص کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ بد دین ہے فاسق ہے مگر بات ہماری مرضی کے موافق کہہ رہا ہے تو اس کو اتنا پکا دین دار ثابت کرینگے کہ معاذ اللہ نبوت کے قریب پہونچا دینگے۔ پھر اُسی کی کوئی بات اپنی رائے کے خلاف سنیں گے تو اس کو تحت الثریٰ میں پھینکدینگے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک ہی شخص کے متعلق ہم صبح کو زندہ باد کہتے ہیں شام کو مردہ باد کہنے لگتے ہیں۔ یُصْبِحُ مُؤْمِنًا وَّ یُمْسِیْ کَافِرًا سے اگر اس کو تشبیہ دوں تو کیا بیجا ہے۔

(۲) حضرت معاذؓ نے دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ حکیم سے بھی کجی کی بات ہو جاتی ہے۔ اسلئے محض ایک آدھ بات کی وجہ سے غیر معتقد نہیں ہو جانا چاہئے۔ بلکہ دونوں کے مجموعہ سے یہ اصول معلوم ہوا کہ اوّل تو آدمی کی حالت کا پورے غور و تعمق سے مطالعہ کرنا چاہیئے اگر وہ اکثر و بیشتر امور میں شریعت مطہرہ کا متبع ہے اور سنت نبویہ کا دلدادہ ہے۔ تو بیشک وہ قابل اتباع ہے قابل اقتدا ہے۔ پھر اگر کسی کو اپنی پوری ذمہ دارانہ تحقیق

سے کوئی بات اوس کی خلاف معلوم ہو تو اس بات کو نہ لینا چاہیے۔ لیکن اس کی وجہ سے
اوس حکیم سے علیحدگی اختیار نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ تو رجوع کرے
اور تم ہمیشہ کے لئے اُس سے چھوٹ ہی جاؤگے۔ یہ اجمال ہے حضرت معاذؓ کے ارشاد
کا تفصیل میں غور کے بعد بہت سی گنجایش ہے۔ اب موجودہ صورت کو جانچو ہمارا طرز
عمل کیا ہے۔ ایک بات اپنے ذہن میں صحیح سمجھ لی کیسی ہی معمولی سی بات ہو۔ کتنی ہی
جزوی چیز ہو۔ پھر کسی کا مضمون کسی کی تقریر اُس کے موافق دیکھ لی یا سن لی تو اوسکی تعریفوں
کے پل باندھ دیئے جاتے ہیں اُس کو سراہا جاتا ہے۔ اوسکی جا و بیجا حمایت کی جاتی ہے۔ اُس
میں جو خلاف شرع واقعی باتیں ہوں اُون کو معمولی سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ سخت
چیز ہے یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ جو بات حق ہے اس کو حق کہا جائے جو غلط ہے اس کو غلط
کہا جائے یا کم از کم سکوت کیا جائے۔ لیکن ہمارا عمل یہ ہے کہ اوس شخص کی حمایت میں
اون شرعی امور ہی کو سرے سے لغو بتادیا جاتا ہے جن کی وہ خلاف ورزی کرتا ہے۔
حتّٰی کہ اسلام کے اہم ترین رکن جس کو سیکڑوں احادیث میں کفر و اسلام کا امتیاز بتایا گیا
ہے یعنی نماز اوس کے متعلق بھی ایسے الفاظ ہماری زبان و قلم سے نکلتے ہیں جن کی نقل
سے بھی کوفت ہے۔ محض اس وجہ سے کہ ہمارا ممدوح نماز نہیں پڑہتا نماز کے ساتھ استخفاف
کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اُس کا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے۔ اوسکے بالمقابل اگر کسی کی کوئی معمولی
سی بات اپنی رائے کے خلاف سن لی یا دیکھ لی تو اوس کا ہر فعل عیب ہے۔ جو واقعی خوبیاں
اوس میں ہیں وہ بھی سراسر مذمت کے قابل سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ شرع اور عقل و فہم
کے نزدیک ہر چیز کا ایک مرتبہ ہے جس سے نہ گھٹانا چاہیئے نہ بڑھانا۔ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے۔ اَنزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُم كَذَا فِي الجَامِع بِرِوَايَةِ مُسلِم وَأَبِي دَاؤد عن

عَائِشَۃَ وَدُمَ لَہٗ بِالصِّحَّۃِ لوگوں کو اُن کے مرتبہ میں رکھا کرو (یعنی نہ مرتبہ سے بڑھاؤ نہ گھٹاؤ) لیکن ہم لوگوں کا عام برتاؤ آج کل یہ ہے کہ ہر چیز میں افراط و تفریط ہے اعتدال کا ذکر ہی نہیں۔ علاوہ ازیں اگر میں مان بھی لوں کہ ان حضرات میں شدید اختلاف ہے تو یہ بھی سمجھ لینے کی بات ہے کہ اہل حق میں شدید اختلاف کا ہو جانا نہ منقصت ہے نہ شریعت کے خلاف۔ بلکہ جب کسی امر میں اہل حق کے نزدیک اختلاف ہوگا تو جس درجہ کا وہ امر اور وہ اختلاف ہوگا اوسی درجہ کی اوس میں شدت بھی ہوگی۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک امر کو کوئی شخص فرض سمجھتا ہے دوسرا حرام کہتا ہے یا ایک شخص واجب سمجھتا ہے دوسرا مکروہ تحریمی تو اس میں آپس میں مخالفت منازعت تردید ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں قتال تک پر مجبور کیا۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ جنکی تحقیق اسکے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کَذَبَ (جھوٹ بولا) گو علما اس ارشاد کی صحابی کی شان میں ہونے کی وجہ سے توجیہ فرماتے ہیں لیکن ظاہر الفاظ یہی ہیں اسلئے اگر کسی امر حق کی تحقیق میں کوئی لفظ سخت نکل جائے تو اس کی توجیہ ہم کو بھی تو کرنا چاہیئے۔ حدیث کی کتابوں میں سیکڑوں نظیریں اس کی ملیں گی اور یہ حضرات اپنے اس زور و شور میں اسلئے معذور ہیں کہ ان کے پیش نظر اَلَا لَا یَمْنَعَنَّ رَجُلًا ھَیْبَۃُ النَّاسِ اَنْ یَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَہٗ (کَذَا فِیْ جَمْعِ الْفَوَائِدِ بِرِوَایَۃِ التِّرْمِذِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ مَرْفُوْعًا) جیسے ارشادات نبوی بکثرت موجود ہیں۔ ترجمہ۔ خبردار کسی شخص کو امر حق کہنے سے لوگوں کی ہیبت نہ روکے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نقل فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ بہت سے امور ہم نے دیکھے اور ہیبت ہمارے لئے مانع ہوگئی۔

نیز مشہور حدیث ہے۔ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ ؕ

جو شخص کوئی ناجائز چیز دیکھے اس کو ہاتھ سے بند کر دے۔ ہاتھ سے نہ کر سکے تو زبان سے بند کر دے۔ زبان سے بھی نہ کر سکے تو (کم از کم) دل سے تو اسپر نکیر کرے اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ اس قسم کی اور بہت سی نصوص ہیں جن میں سے بعض میں اپنے رسالہ تبلیغ[1] میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ ارشادات ان حضرات کو مجبور کرتے ہیں کہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اور جس درجہ کا حق سمجھتے ہیں اوس کو اصرار سے بیان فرمائیں اور شائع کریں اور اوس کے خلاف پر نکیر کریں اور شدت سے کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نکیر کرنے والا اس کا اہل ہو کہ نکیر کر سکے۔ ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا۔ اس میں نہ تشویش کی کوئی وجہ ہے نہ کوفت کی۔ البتہ یہ میرا بھی دل چاہتا ہے اور تمنا و دعا ہے کہ مسلمان خصوصاً اپنے اکابر ایک نظریہ پر متفق ہو جائیں۔ اگرچہ اس میں تنگی ضرور ہو جائیگی کہ اختلاف کی وسعت جاتی رہیگی لیکن اور بہت سی مضرتوں سے خلاصی بھی ہو جائیگی۔ مگر اس کی صورت نہ یہ ہے کہ ہر فریق دوسرے کے اکابر کو سب و شتم کرے نہ یہ ہے کہ اُن کے غیر واقعی عیوب پھیلائے کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم۔ بجائے نفع کے صرف نقصان ہے۔ جو لوگ اس میں مبتلا ہیں وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر بھی غور کریں۔ لَیْسَ[2] الْمُؤْمِنُ بِطَعَّانٍ وَلَا لَعَّانٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا بَذِیٍّ دوسری حدیث میں ہے۔ سِبَابُ[3] الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ ؕ

---

[1] یہ رسالہ یحیوی کتبخانہ سہارنپور سے مل سکتا ہے ۱۲ [2] مومن نہ تو طعنے باز ہوتا ہے نہ لعنت باز۔ نہ فحش گو ہوتا ہے نہ بدگو۔

[3] مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کر ڈالنا کفر کی بات ہے۔

ایک حدیث میں ہے یَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُفْضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِہٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تُعَیِّرُوْھُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِھِمْ فَاِنَّ مَنْ یَّتَّبِعْ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ یَتَّبِعُ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ رَحْلِہٖ[1]

بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ سمجھدار اور پکے لوگ جو حالات سے بھی واقف ہوں اور اہل علم بھی ہوں کہ ہر بات کا شرعی درجہ سمجھ سکیں۔ متحمل مزاج بھی ہوں۔ جائیں طویل طویل گفتگو کریں مفصل اور پکے صحیح حالات سنائیں اور اُن کی سنیں۔ انشاءاللہ کسی وقت میں اختلاف رفع ہو جائیگا۔ اور جو یہ نہ کر سکتے ہوں وہ اُن کو معذور سمجھیں اور اپنی تقصیر پر میری طرح سے افسوس کریں۔ لیکن گالیاں دینا یہ عام مومنوں کو بھی جائز نہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کو ابھی نقل کیا گیا ہے کہ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ (مومن کو گالیاں دینا فسق ہے) اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود ابوہریرۃ سعد عبداللہ بن مغفل عمرو بن النعمان اور جابر (جامع الصغیر) اتنے جلیل القدر اور اکابر صحابہ نے نقل کیا ہے۔ پھر چہ جائیکہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینا برا بھلا کہنا کہ اس میں اپنا ہی کچھ بگاڑتا ہے کسی کا کیا نقصان ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (مشکوۃ بخاری وغیرہ) جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میری طرف سے اُس کو اعلان جنگ ہے۔ تم خود سمجھ لو کہ اللہ جل جلالہٗ سے لڑائی کر کے

[1] اے وہ لوگو جو زبان سے اسلام کے مدعی ہو اور تمہارے دلوں تک ایمان نہیں پہونچا ہے تم لوگ مسلمانوں کو اذیت نہ پہونچایا کرو اور اُن کو عار نہ دلایا کرو ان کے عیوب کے درپے نہ ہوا کرو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے درپے رہتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ اُس کے عیب کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ جل جلالہٗ جس کے عیب کے درپے ہو جائیں اوس کو پردہ کے اندر سے بھی رسوا فرما دیتے ہیں۔

دنیا میں کون شخص فلاح پا سکتا ہے اور آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اور یہ مضمون کئی حدیثوں میں مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الفاظ سے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔ چنانچہ الفاظ بالا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بخاری شریف میں نقل کئے گئے ہیں اس کے علاوہ یہ روایت حضرت عائشہ حضرت میمونہ حضرت معاذ حضرت انس حضرت ابوامامہ وہب بن منبہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے میرے کسی ولی کو ستایا وہ میرے ساتھ لڑائی پر اُتر آیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے آتا ہے (فتح الباری) حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا معاذ کیوں رو رہے ہو۔ عرض کیا کہ میں نے اس (پاک) قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک بات سُنی تھی اوسکی وجہ سے رو رہا ہوں (مبادا میں کہیں مبتلا ہو جاؤں) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ تھوڑا سا دکھلاوا بھی شرک ہے اور جو شخص اللہ کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ کرتا ہے (حاکم مستدرک) ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آتا ہے میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیر (در منثور) عہ کتنا سخت اندیشہ ناک معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جس کی لڑائی ہو اُس کا بھلا ٹھکانا کہاں۔ اور پھر اگر اسکے معاوضہ میں ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں ناک کان آنکھ جاتے رہیں تب بھی سہل

عہ حضرت وہبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت داؤدؑ کی کتاب (زبور) میں اللہ جل جلالہ کا یہ ارشاد دیکھا ہے

ہے کہ دنیا کی تکلیف بہر حال ختم ہونے والی ہے اور اس نوع کے نقصان سے توبہ کی اُمید ہے لیکن خدانخواستہ کوئی دینی نقصان پہونچ جائے کسی بددینی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو۔ ائمہ نے کہا ہے کہ گناہوں میں کوئی گناہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے ساتھ لڑائی سے تعبیر فرمایا ہو۔ بجز اس گناہ کے اور سود کھانے کے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا گناہ بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہے اور ان لوگوں کے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے کہ اللہ سے بندہ کی لڑائی دلالت کرتی ہے خاتمہ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لئے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی مرغوب اور لازوال نعمت ہے اور جس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تم ہی سوچو کہ کتنی خطرناک چیز ہوگی۔

شیخ احمد نے جامع الاصول میں لکھا ہے اُن حضرات صوفیہ پر انکار کرنا جو سنت کے متبع ہوں اور بدعت کے توڑنے والے ہوں بالخصوص وہ حضرات جو علم نافع اور عمل صالح رکھتے ہوں اور معارف اور اسرار کے حامل ہوں زہر قاتل ہے اور بڑی ہلاکت ہے۔ بڑی سخت وعید اس بارہ میں وارد ہوئی ہے اور یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل میں اللہ جل جلالہٗ سے اعراض ہے اور وہ امراض سے بھرا ہوا ہے ایسے شخص کے خاتمہ کے خراب ہونے کا (معاذ اللہ) اندیشہ ہے۔ اس کے بعد موصوف نے بہت طویل بحث اس میں کی ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بہر حال میں اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو خاص طور سے متوجہ کرتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں کہ وہ اللہ والوں سے ذرا بھی دل میں کدورت نہ رکھیں ورنہ مجھ سے تعلق نہ رکھیں۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی ہمیشہ اس کی خصوصیت سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ کے ذیل میں ایک مضمون تحریر فرمایا ہے۔ کہ اُن یہود کو کفر اور انبیاء کے قتل پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ اُنہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی اور یہ خصلت نافرمانی کی ان میں آہستہ آہستہ محکم ہوتی گئی اور یہ لوگ گناہوں میں حد سے تجاوز کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان گناہوں کو بہتر جاننے لگے اور جو اُن کو گناہوں سے منع کرتا تھا اُس کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ انبیاء کو جو گناہوں کے منع کرنے میں مبالغہ کرتے تھے۔ قتل کر ڈالا اور قرآن کی آیات کا صریح انکار کیا۔ اور یہ گناہ کی نحوست ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ اعتقاد میں بھی فتور پھر تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء ربانی گناہوں کی مداومت سے نہایت ہی تاکید سے منع کرتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں اور جو چیز ان سے مانع ہو اُس کی برائی دل میں جم جاتی ہے حتیٰ کہ اخیر نوبت کفر کے حدود تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ مَنْ تَهَاوَنَ بِالْاٰدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے اسکو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے اس کو فرائض کی محرومی سے سزا دیجاتی ہے اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی سخت اندیشہ ناک بات ہے۔ شریعت کے معمولی آداب کو بھی استخفاف اور فضول سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہئے کہ اس سلسلہ کی ہر کڑی اپنے سے اوپر کی دولت سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔ چہ جائیکہ اہل اللہ کے احترام کو جو اہم آداب میں ہے۔ اور جب آداب کی ساتھ استخفاف کا سلسلہ فرائض کے استخفاف اور منتہا میں کفر تک پہونچانے والا ہو تو تم ہی سوچو کہ کتنا خطرناک معاملہ ہے۔ لوگ معمولی آداب اور معمولی

گناہوں کو ہلکا سمجھ کر لاپروائی کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ دین کا ہر ہر جز کچھ ایسا آپس میں مربوط ہے کہ ہر کڑی دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جو قوم کسی بدعت کو اختیار کرتی ہے اللہ جل شانہٗ ایک سنت اُن سے اُٹھا لیتے ہیں جو قیامت تک اُن کی طرف نہیں لوٹتی (مشکوٰۃ شریف) حضور کا ارشاد ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ کسی شخص کے ہلاک فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اوس سے حیا اور شرم کو زائل کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ بے شرم بن جاتا ہے تو اُسکو تو دیکھے گا کہ وہ غصیارہ اور لوگوں کی نگاہ میں مبغوض بنجائے گا اور جب اس حالت کو پہونچ جائے گا تو اوس سے امانت زائل ہو جائیگی اور وہ خائن بنجائیگا اور علی الاعلان خیانت کرنے لگے گا اور جب اس حالت کو پہونچ جائے گا تو اوسکے دل سے رحمت نکال لی جائیگی اور وہ مخلوق پر شفقت نہ کریگا اور جب اس درجہ پر پہونچ جائیگا تو لوگوں کے یہاں مردود اور ملعون بنجائیگا اور جب اس درجہ پر پہونچ جائیگا تو تو دیکھے گا کہ اسلام کی رسی اُوسکے گلے سے نکل جائیگی (جامع الصغیر)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو اذیت پہونچاتا ہے وہ مجھ کو اذیت پہونچاتا ہے۔ اور جو مجھ کو اذیت پہونچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت پہونچاتا ہے۔ (جامع الصغیر) کتنی سخت بات ہے کہ جب عام مسلمانوں کا یہ حکم ہے تو اللہ والوں کو اذیت پہونچانا جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں کتنا سخت ہوگا۔

علامہ شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو تراب نخشی جو مشائخ صوفیہ میں ہیں یہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہٗ سے اعراض کی ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اوس کا رفیق اور ساتھی بنجاتا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

شیخ ابوالحسن شاذلی جواکابر صوفیہ اور مشہور ائمہ تصوف میں ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کو جھگڑالو لوگوں کی ساتھ ہمیشہ سے ابتلا رہا ہے۔ اُن میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اولیاء کا اعتقاد تو ظاہر کرتے ہیں لیکن خاص خاص اللہ والوں کی نسبت یہ کہکر انکار کرتے ہیں کہ یہ ولی کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ جو شخص خود ولایت سے ناواقف ہے وہ کیسے کسی کی ولایت کا انکار کر سکتا ہے۔ شیخؒ نے آگے چلکر ان اسباب کو مفصل ذکر فرمایا ہے جو مشائخ پر انکار کا ذریعہ بنتے ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ بعض مشائخ لوگوں کی نگاہ سے اس وجہ سے مستور ہوتے ہیں کہ وہ اُمراء اور اغنیاء سے ملتے جلتے ہیں اور ان لوگوں کو اس اعتراض کا موقعہ ملتا ہے کہ اگر یہ اللہ کے ولی ہوتے تو یکسوئی کے ساتھ کونے میں بیٹھ کر علم و عبادت میں مشغول ہوتے۔ لیکن وہ معترض اگر اپنے دین کی حفاظت کرتا تو یہ بھی غور کرتا کہ یہ اُمراء سے ملنے والا شخص اپنی ذات کیلئے مل رہا ہے یا کسی دینی غرض اور دینی منفعت کے لئے یا مسلمانوں کی کسی بہبود کے لئے۔ اور اُن سے کسی مضرت کے رفع کرنے کے لئے مل رہا ہے حالانکہ بسا اوقات ایسی مصالح کی بناء پر ان لوگوں سے ملنا واجب ہو جاتا ہے اور اُن سے علیحدگی اختیار کرنا حرام بنجاتا ہے۔ (طبقات)

یہاں ایک بات اور بھی سمجھ لو کہ اہل اللہ بعض مرتبہ اپنے بُرا بھلا کہنے والے سو انتقام لے لیتے ہیں اور یہ چیز ظاہر بینوں کے لئے حجاب کا سبب بنجاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی عوام کی طرح جذبات سے مشتعل ہو جاتے ہیں حالانکہ بعض اوقات یہ بڑی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ (حضرت مجدد صاحب کے والد) شیخ عبدالاحدؒ کی شان میں کسی عورت نے

گستاخی کی اُنہوں نے صبر و سکوت فرمایا۔ اتنے میں دیکھا کہ غیرت الٰہی جوش انتقام میں ہے۔ شیخ نے فوراً ایک شخص سے جو اُس وقت موجود تھا کہا کہ اس عورت کے ایک تھپڑ مارے اوس کو تردد ہوا۔ ادہر وہ عورت گر کر مر گئی۔ اس قسم کے واقعات مشائخ کے حالات میں کثرت سے ملتے ہیں اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تو اس نوع کی سزا کسی دینی مصیبت میں ابتلا سے بہت سہل ہے۔

حضرت شیخ علی خواصؒ جو مشہور اولیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس چیز سے نہایت محفوظ رکھنا کہ کسی ایسے شخص کی بات پر کان دھرو جو علما یا مشائخ صوفیہ پر (بلا کسی شرعی وجہ کے) اعتراض کرتا ہو کہ اس کی وجہ سے تم اللہ جل شانہٗ کی نگاہ حفاظت سے گر جاؤ گے۔ اور اللہ کی ناراضی اور غصہ کے سزاوار ہو گے (طبقات کبریٰ)

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہٗ کی محبت کی علامت ہے (نزہۃ البساتین) اسلئے تمہیں خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ والوں سے جتنی محبت اور تعلق پیدا کر سکو اُس میں ذرا کمی نہ کرنا۔ اُمید ہے کہ میری یہ نصیحت قبول کرو گے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ؛؛ جوانان سعادت مند پند پیرِ دانا را

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کا شمار اور حشر اُن لوگوں کی ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔ ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن (اعمال کے اعتبار سے یا ملاقات کے اعتبار سے) اُن تک نہیں پہونچ سکتا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اُنہیں لوگوں میں شمار ہوتا ہے جن سے محبت رکھتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے ایک صحابی نے دریافت کیا یارسول اللہ قیامت کب آئیگی۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ تونے قیامت کے واسطے کیا طیار کر رکھا ہے (کہ انتظار و اشتیاق میں ہے) اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اس کے سوا کچھ طیار نہیں کر رکھا ہے کہ اللہ سے اور اُسکے رسول سے مجھے محبّت ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ تو اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو اس حدیث کے سننے سے جتنی مسرت اور خوشی ہوئی کسی چیز سے نہیں ہوئی (مشکوٰۃ شریف) اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور کی محبّت میں ڈوبے ہوئے تھے اسلئے جتنی بھی خوشی ان حضرات کو ہوئی ہو قرینِ قیاس ہے۔ میں ان حضرات کی محبت کے چند قصّے اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہ عــہ میں نمونے کے طور پر لکھ چکا ہوں اُس کو بھی ایک نظر ضرور دیکھو اُس سے اندازہ ہوگا کہ دین پر مرمٹنا کیا ہوتا ہے اور ان حضرات کو حضور سے کتنی محبت تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب اور دین پر ہوتا ہے لہذا خود ہی دیکھ لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے (مشکوٰۃ شریف) یہ مضمون احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کیا گیا ہے جس میں اللہ والوں کی ساتھ محبت اور تعلق رکھنا اور بے دین لوگوں سے علیحدگی اور اجتناب کرنا اہتمام سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اہل اللہ سے جتنا تعلق اور محبت پیدا ہو سکے وہ اکسیر ہے دونوں جہان میں کام آنے والی چیز ہے ؎

دست در دامن مرداں زن و اندیشہ مکن ؛ ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

اہل اللہ سے جتنی بھی محبت پیدا کر سکو دریغ نہ کرنا اور بے دین لوگوں سے جتنا بھی ممکن ہو احتراز کرنا اور یکسو رہنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صالح اور بہتر

عــہ یحیوی کتب خانہ سہارنپور سے مل سکتا ہے۔

عــہ حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے کہ بیٹا جاہل کی دوستی میں کبھی رغبت نہ کرنا کہ تیرے ...

ہم نشین کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو مُشک والا ہو کہ اگر اُس سے مشک نہ بھی ملے تب بھی اسکی خوشبو تو پہونچے ہی گی۔ اور بُرے ہم نشین کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بھٹی کا دھونکنے والا ہو کہ (اگر کوئی چنگاری وغیرہ گر گئی) تو بدن جلادیگی یا کپڑے جلادیگی اور (اگر چنگاری نہ بھی اڑے) تو اُسکا دُھواں اور بُو تو پہونچے ہی گی۔ بخاری مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔

حضرت لقمان حکیم کی نصیحت ہے کہ بیٹا صلحاء کی مجلس میں بیٹھا کر اس سے تو بھلائی کو پہونچے گا اور اُن پر رحمت نازل ہوگی تو تُو اس میں شریک ہوگا۔ اور بُروں کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھنا کہ اس سے بھلائی کی توقع نہیں، اور کسی وقت ان پر کوئی آفت نازل ہوئی تو تو بھی شریک ہوجائیگا۔ (درمنثور ص ۱۶۴/۵) اس لئے بُری صحبت کے اثرات سے بہت احتراز کرنا چاہئے۔ اور اللہ والوں کی صحبت اور اُن کے پاس بیٹھنے کو اکسیر سمجھنا چاہئے۔ انکی صحبت نیک اعمال کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ البتہ جیسے ہر چیز میں اصلی نقلی کا امتیاز کیا جاتا ہے سچ اور جھوٹ کو پرکھا جاتا ہے یہاں بھی فریب اور دھوکہ سے بچنا ضروری ہے ؎

اے بسا ابلیس کادم روئے ہست   پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

مغالطہ سے برے کو بھلا سمجھکر پھنس جانا زیادہ نقصان دہ ہے، اور اس کا معیار شریعت مقدسہ کا عمل ہے کہ جس شخص کے عقائد درست ہوں شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہو۔ نماز، روزہ اور شریعت کے سب احکام کا پابند ہو۔ وُہ نیک ہے شریعت کے خلاف چل کر کوئی شخص نیک نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ بن جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"

(مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی صورت دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ جن کی بات سے علم میں ترقی ہوتی ہو۔ جن کے عمل کو دیکھکر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو"

(جامع الصغیر ورقم لہ بالصحۃ)

اسلئے محبت اور تعلق رکھنے کے لئے یہ شرط تو ضروری ہے کہ اُوسکے دینی حالات معلوم ہوں اور شریعت کے موافق اوس کا ہونا محقق ہو جائے۔ لیکن جس شخص کا حال معلوم نہیں نہ یہ معلوم کہ وہ شریعت کے موافق ہے یا مخالف اوس سے تعلق نہ رکھنا چاہیئے۔ البتہ محض سُنی سنائی باتوں سے اوسپر کوئی حکم لگا دینا یا برا بھلا کہنا بیجا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا اگر تو اسپر قادر ہو کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو تو اس کو اختیار کر۔ یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت کو پسند کرتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرا رفیق اور ساتھی ہے (مشکوٰۃ)

جواب ۲

میرے خیال میں تمہارا یہ سوال اس قدر مہمل ہے کہ جواب کے قابل بھی نہ تھا۔ اللہ کے بندے اتنا تو سوچا ہوتا کہ ان حضرات کا علم و فضل، زہد و تقویٰ، دیانت و تبحر، اللہ کا خوف، اللہ سے تعلق، دینی اشتغال، دینی تصلب کونسی چیز ایسی ہے جس کے پاسنگ میں بھی میں اپنے کو رکھدوں۔ ایسی صورت میں میرا مُنہ یا میرے قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان اکابر میں محاکمہ کردوں۔

سنو! دو آدمیوں کے درمیان محاکمہ جب ہی ہو سکتا ہے جب محاکمہ کرنے والا ان میں محاکمہ کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہو اور پھر دونوں کی پوری پوری سنے اور سننے کے بعد اُن کے کلام کا وزن دیکھے۔ ہر ایک کے اشکالات کا دوسرے سے جواب مانگے اور پھر جواب الجواب اور اس ساری تحقیقات کے بعد پھر دیکھے کہ کس کی بات وزنی ہے۔ پھر کوئی رائے قائم کر سکتا ہے۔ اب تم خود اندازہ کرلو کہ اوّل تو میری حیثیت ہرگز

ایسی نہیں کہ ان حضرات سے مساویانہ گفتگو کرسکوں اور اگر بفرض محال ان کے اخلاق کریمانہ کے پیش نظر ایسا ہو بھی جائے تو پھر کیا میری یہ بھی حیثیت ہے کہ میں اوس میں توازن قایم کروں۔ میری حیثیت یہ ہے کہ میری پختہ رائے کے بعد بھی اگر یہ حضرات کسی بات کو فرمادیں کہ یہ غلط ہے تو مجھے اوس کو قبول کرنا چاہیئے۔ چہ جائیکہ اوسپر نقد و تبصرہ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ دو اخبار پڑھ لئے یا ایک مہمل مضمون کسی اخبار میں لکھدیا اور ان لوگوں پر تنقید شروع کردیتے ہیں جو علوم کے سمندر پئے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو۔ کسی پر تنقید کرنے اور رد کرنے کے واسطے اوسکی بات کی حقیقت اوسکے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے اناپ شناپ ہانکنا شروع کردے۔ ہم لوگوں کی مثال اوس بندر کی سی ہے کہ ایک ادرک کی گرہ کہیں سے اُٹھالی اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں اِعْجَابُ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ بھی ارشاد فرمایا ہے (ہر ذی رائے کا اپنی رائے کو سب سے اچھا سمجھنا) جس کا آجکل ظُهُور عَلَى الْوَجهِ الْاَتَمِّ ہو رہا ہے۔ ہر شخص یہی سمجھتا ہے ہمچو من دیگرے نیست کہ جو میری سمجھ میں آگیا ہے وہی حق ہے۔ چاہے کوئی بڑا کچھ کہے یا چھوٹا عالم کہے یا مدبر۔

غور تو کرو کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ ادام اللہ ظلال برکاتہ ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل عالم فاضل ہوئے اوسکے بعد سے آج ۱۳۵۷ھ تک درس تدریس قال اللہ قال الرسول استفادہ و افادہ باطنی میں انہماک۔ یہ نصف صدی سے زیادہ زمانہ فقہ اور اصول قران اور حدیث کے غور و خوض اور افہام و تفہیم میں گذر گیا۔ جس مبارک ہستی کا اتنا وسیع وقت علوم کے تدبر میں گذرا ہو۔ نکات قرآنیہ اور دقائق فقہیہ میں اتنی مدت گذری ہو اوس کی

نظر ایسی چیز ہے جس کو بے دھڑک ہر آدمی لغو اور غلط کہدے۔

اسی طرح امیر الہند حضرت مدنی ۱۳۱۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور آج تک کا سارا زمانہ درس وتدریس استفادہ اور افادہ باطنی میں گذرا۔ سالہا سال حضرت شیخ الہندؒ جیسے محقق متبحر کے زیر سایہ علوم ظاہریہ وباطنیہ میں مہارت حاصل کی اور پھر عمر کا اکثر حصہ سیاسی مناظر اور قید وبند ہند وبیرون ہند کے تجربات میں گذرا۔ کیا یہ ہستیاں ایسی ہیں کہ ہر کہ ومہ ان کی دقیق نظروں کا مقابلہ کرنے لگے اور بیدھڑک ان پر رائے زنی شروع کردے۔ اور پھر بالخصوص مجھ جیسا کوتاہ نظر جو ابھی طفل مکتب ہو اور کے آمدی کے پیر شدی کا مصداق ہو۔ میں تو جب ان حضرات اکابر کے نام اشتہارات اور اخبارات میں کھلے خط دیکھتا ہوں محو حیرت ہو جاتا ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے۔ عالم میں کیسا انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ اکابر کا احترام بالکل جاتا رہا ہے۔ پھر اگر اہل علم اپنے علم کی روشنی میں ان کے خلاف کوئی بات کہیں تب بھی ایک درجہ میں گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر وہ اہل قلم جنکا منتہائے علم ایک اخبار کا مضمون لکھدینا ہے یا ایک شستہ تقریر کر دینا ہے۔ ایسے بیجا الفاظ سے رد کرتے ہیں جو اپنے سے چھوٹوں کے لئے بھی استعمال کرنا ناموزون ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرے استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔

میری ایک نصیحت بہت غور سے سنو۔ ہمیشہ ایسی چیزوں پر لب کشائی کرو جس کے پورے مالہ وماعلیہ پر عبور ہو۔ دو شخصوں کے درمیان میں محاکمہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب اون دونوں کے پورے دلائل پر عبور ہو۔ البتہ کسی شرعی منصوص کے خلاف کوئی چیز ہو تو اوس میں کسی کی بھی رعایت نہیں کہ اللہ اور اُوسکے رسول کے خلاف کوئی قول معتبر نہیں۔ بلکہ فقہاء سلف کے منصوص اقوال کے خلاف بھی مقلد کیلئے

کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جہاں مسئلہ استنباط سے تعلق رکھتا ہو نصوص شرعیہ ہر ایک کے ساتھ ہوں وہاں جلدی سے دخل در معقولات کر کے فوراً محاکمہ کر دینا حماقت ہے۔ میں تم کو بڑے زور سے روکتا ہوں کہ اہل حق پر انکار کرنے میں کبھی بھی جلدی نہ کرنا بہت غور و فکر اور تدبر کے بعد لب کشائی کرنا۔ جہاں تک ممکن ہو اس سے گریز کرنا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے اُنہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی لڑائی میں کس قدر بہترین فیصلہ کیا۔ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَيْدِيَنَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ اَلْسِنَتَنَا بِهَا ان خونوں سے اللہ جل شانہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو پھر ہم اپنی زبان کو کیوں اُن سے آلودہ کریں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اعلیٰ و ارفع ہے دوسروں کو انپر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے تو میں کہونگا کہ وہاں لب کشائی سے بچنے والے بھی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہیں۔ جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علے نبینا و علیہما السلام کا قصہ مشہور معروف ہے۔ قرآن پاک میں مفصل مذکور ہے۔ متعدد احادیث میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ جل شانہٗ حضرت موسیٰ (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحم فرمائیں اگر وہ سکوت کرتے تو اور بھی عجائبات حضرت خضر کے کارناموں کے معلوم ہوتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا مقولہ ہے۔ کہ امور تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا رشد (ہدایت) ہونا کھلا ہوا ہو اُنکا اتباع کرو دوسرے وہ امور ہیں جن کا گمراہی ہونا کھلا ہوا ہو اُنسے اجتناب کرو۔ تیسرے وہ ہیں۔ جن میں اختلاف ہو اون کو اون کے عالم کے حوالہ کرو (رواہ الطبرانی و رجالہ موثوقون کذا فی مجمع الزوائد) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص فتویٰ دینے پر

زیادہ جری ہے وہ جہنم پر زیادہ جری ہے (دارمی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر استفتا کا جواب دے وہ مجنون ہے (دارمی)

مقصود یہ ہے کہ بہت سے استفتے فضول مد میں کئے جاتے ہیں جیسا کہ آج کل عام دستور ہے کہ استفتا سے مقصود عمل کم ہوتا ہے کسی کو رسوا کرنا کسی کے خلاف سازش کرنا ہوتا ہے اسلئے اس چیز میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ نیز بسا اوقات مسئلہ میں اشتباہ بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں خواہ مخواہ فتویٰ دینا بھی جرأت ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حلال کھلا ہوا ہے حرام کھلا ہوا ہے۔ ان دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور ہیں جن میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیئے۔ اسلئے جہاں ایسی جزئیات پیش آویں ہمیشہ احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرُوا السَّاعَۃَ جب امور نا اہلوں کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو (اشاعۃ بروایۃ البخاری) اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ محقق علما کے درمیان میں جاہل لوگ محاکمہ شروع کر دیں نیز دوسری حدیث میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے لوگوں سے علم کا تلاش کرنا بھی علامات قیامت میں شمار فرمایا ہے۔ میرا مقصود ان سب آثار و روایات سے یہ ہے کہ جو چیزیں استنباط سے تعلق رکھتی ہیں کوئی نص شرعی تصریح سے اُن کو متناول نہیں اُن میں اہل حق کی تردید میں جلدی کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ بالخصوص چھوٹوں کو لب کشائی کرنا بہت ہی زیادہ بے محل ہے۔ ہاں جو شخص علمی حیثیت سے برابر کا ہو اُس کو یقیناً حق ہے کہ بے تامل رد کرے۔ البتہ کوئی چیز صراحۃً نصوص کے خلاف ہو تو اُس میں یقیناً لاطاعۃ

لِلْمَخْلُوقِ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ (اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں) صاف اور واضح اعلان ہے۔ اب غور سے سنو کہ مسائل حاضرہ میں اصل مدار اسلام اور مسلمانوں کی منفعت پر ہے اور اس کلیہ کے تحت میں تقریباً تمام جزئیات حاضرہ داخل ہیں۔ اس میں حسب قواعد شرعیہ اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا وَالشَّیْءُ الْوَاحِدُ یَتَّصِفُ بِالْحِلِّ وَالْحُرْمَۃِ بِاعْتِبَارِ مَا قُصِدَ لَہٗ (مقصد کے اعتبار سے امور کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور ایک ہی شے مقصد کے اختلاف کے اعتبار سے حلال وحرام کی ساتھ متصف ہو سکتی ہے) یُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفْعِ ضَرَرٍ عَامٍّ (خصوصی نقصان عمومی نقصان کے مقابلہ میں قابل برداشت ہے) مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ فَلْیَخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا (جو دو مصیبتوں میں گرفتار ہو وہ کم درجہ مصیبت کو اختیار کرے) اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غُلِّبَ الْحَرَامُ (جس چیز میں حلال اور حرام دونوں شامل ہو جائیں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے) وغیرہ وغیرہ ایسے قواعد کلیہ ہیں کہ ان کے تحت میں جزئیات کا داخل کرنا اور اُون سے جزئیات کا استنباط کرنا ہر کہ ومہ کا کام نہیں ہے وہی ان قواعد سے جزئیات کا جواز وعدم جواز نکال سکتا ہے جو قواعد شرعیہ سے پورا واقف ہو اور جو شخص نصوص شرعیہ حدود شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے واقف نہ ہو وہ محض کسی آیت کا ترجمہ دیکھکر یا حدیث کا ترجمہ دیکھ کر فتا دی جاری کرنے لگے تو اس سے زیادہ بددینی کیا ہو گی۔ انھیں قواعد کے تحت میں موجودہ اختلاف بھی ہے کہ ایک مشترک مقصد یعنی اسلام کی اور مسلمانوں کی منفعت اور اُن کو مضرت دینی سے بچانا دونوں حضرات کا مشترک مقصد ہے اور ہونا بھی ضروری ہے کہ ادنیٰ سا مسلمان بھی اُس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اسلام کو یا مسلمانوں کو کچھ نقصان پہونچے چہ جائیکہ اولیاء اللہ اور محقق علما کے متعلق اس قسم کی بدگمانی کی جائے یہ کتنی سخت خطرناک غلطی ہو گی۔ اس کے بعد اس

مقصد کے حصول کے اس وقت دو راستے ہیں اور دونوں خطرات سے خالی نہیں ہیں اور اس میں کسی کو بھی انکار نہیں ہے اب زیر بحث مسئلہ صرف یہ رہجاتا ہے کہ کس طریقہ میں مضرت زیادہ ہے کس میں کم ہے. کونسی مضرت قابل تحمل ہے کونسی مضرت ناقابل برداشت ہے کونسا نقصان عام ہے اور کونسا خاص ہے. اسکی مثال بعینہ ان دو ڈرائیوروں کی سی ہے جن کو مثلاً مکہ مکرمہ جانا ہے اور موٹروں کو ان کچے راستوں سے لیجانا ہے جن میں دلدلیں ضرور ہیں، لٹیروں کا ملنا بھی یقینی ہے، خطرات بھی لازمی ہیں. لیکن اختلاف اس میں ہے کہ کونسا راستہ ایسا ہے کہ جس میں خطرات کم ہیں اور کونسا ایسا ہے جس میں خطرات زیادہ ہیں. کونسے راستے پر چل کر پہونچ جانے کا غلبہ ظن ہے. اور کس راستے سے جانے سے دلدل میں پھنسکر راستہ میں ایسے پھنس جانے کا خطرہ ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مصداق بنجائے. کس راستہ میں یہ خطرہ ہے کہ کوئی مقامی حکومت قافلہ کو ایسا گرفتار کرے کہ نہ واپس آنے دے نہ آگے جانے دے. ایسی صورت میں اگر دو ڈرائیوروں میں راستہ کے بارہ میں اختلاف ہوا اور ہر ایک کے نزدیک ایک راستہ پر سے جانے میں منزل مقصود تک پہونچ جانے کا غلبہ ظن ہو اور دوسرے میں خطرہ یقینی اور قطعی ہو تو اس میں کیا تو الزام ہے ڈرائیوروں پر اور کیا ذمہ داری ہے اس کی کہ جس راستہ پر وہ لے جانا چاہتے ہیں اُس میں کوئی خطرہ نہیں یا منزل مقصود تک پہونچنا یقینی ہے. ایسی حالت میں تم ہی سوچو کہ جو ڈرائیور راستوں کے خطرات کی اصلاح کی فکر میں ہوں. دن رات اسی سوچ میں گھلے جاتے ہوں کہ قافلہ کو کس طرح منزل مقصود تک پہونچادیں وہ قابل شکر گذاری ہیں یا قابل ملامت و دشنام ہیں. وہ اس قابل ہیں کہ ان کی جو اعانت ممکن ہو کی جائے. یا اسکے قابل ہیں کہ جو مشکلات ان کے راستہ میں حائل کی

جا سکتی ہوں اُن سے دریغ نہ کیا جائے اور ایسے مسافر جو اپنے رہبروں کے انتظامات میں مشکلات حائل کرتے ہیں وہ اپنے اور اپنے بھائیوں کے اور اپنی قوم کے دینیات کو خطرہ میں ڈالتے ہیں یا اُن کو کوئی نفع پہونچاتے ہیں میں پھر وہی کہونگا کہ جس شخص کو اپنی بصیرت سے اپنے تجربہ سے کسی ایک جانب خطرہ کم معلوم ہوتا ہے وہ اوس راستہ پر ضرور چلے۔ لیکن یہ کدہر کا انصاف ہے کہ دوسرے ماہر تجربہ کاروں کو سب وشتم کرے یا انکو ستائے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہندوستان میں دو نظریئے تقریباً پچاس برس سے چل رہے ہیں ایک یہ کہ مسلمان اقلیت میں ہیں اُن کو ہندوستان میں سیاسی جدوجہد دوسری اقوام کی ساتھ ملکر کرنا ضروری ہے ورنہ اکثریت کے خلاف رہ کر کسی سعی کا ثمر ہونا مشکل ہے گو اس اتحاد میں کچھ تسامح بھی کرنا پڑے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ ہنود کی تنگ نظری سے ان کے ساتھ ملنے میں مقصد تک پہونچنے سے قبل ہی بہت سے دینی اور دنیاوی نقصانات برداشت کرنا پڑینگے اور مقصد تک پہونچنا یقینی نہیں ایسی صورت میں مسلمانوں کو اپنی علیحدہ مستقل جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ میرے اکابر ان نظریوں میں ہمیشہ مختلف رہے ہیں اور اب تک ہیں۔ دونوں نظریئے اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں کسی ایک کو بھی قطعی طور پر غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ جس کے نزدیک جو چیز اہم ہو، جس صورت میں نقصان کم ہو اوسکو اختیار کرے اور اپنے دوستوں کو بھی ضرور مشورہ دے کہ اس راستہ پر چلنا مفید و مناسب ہے اور دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ بین بین نکل سکتا ہو تو اوسکو اختیار کرے۔ بشرطیکہ کوئی رہبر کوئی ڈرائیور ساتھ ہو۔ کوئی راستہ پر چلانیوالا ہمراہ ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ ہم لوگ ذرا سے اختلاف سے کتنا مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایسے لوگوں کی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں شروع کر دیتے ہیں جنکو ہم اپنا مقتدا

اپنا رہبر بھی مانتے ہیں اور جس قوم کے مقتداؤں کا یہ حال ہو جو ہم لوگ اپنی تحریروں اور تقریروں میں لکھتے اور کہتے ہیں تو مقتدیوں کا حال خود ظاہر ہے۔ ایسی صورت میں ہم صرف ان اکابر ہی کی شان میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ اپنی نااہلیت اور نالائقی کا بھی ڈنکا بجاتے ہیں۔
کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو اوصاف جمیلہ کبھی مسلمانوں کی شایان شان تھے وہ آج دوسرے لوگ اختیار کر رہے ہیں اور مسلمان اُون کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ آج دوسری قوموں میں باوجود شدید اختلافات کے آپس میں اتحاد ہے اتفاق ہے۔ ایک کو دوسرے کی رائے کی باوجود مخالفت کے وقعت ہے وہ اندر خانہ اور در پردہ بلکہ علی الاعلان مخفی مشورے بھی آپس میں کر لیتے ہیں اور ہم لوگ کسی بڑے کا اتباع اور اوسکی حمایت یا اوسکی جماعت میں ہونا اسکو سمجھتے ہیں کہ اوسکی مخالف جماعت سے برسر پیکار رہیں۔ اوسکی توہین و تذلیل کے درپے رہیں۔ گو اس میں خود ہمارا نقصان ہو جائے۔ ہماری بدنامی ہو جائے مگر دل ٹھنڈا جب ہی ہوگا جب دوسری جماعت کی کوئی رسوائی ہوگی۔ اوس کا کوئی عیب طشت ازبام ہوگا۔ خیر القرون اور اسلاف کا ذکر نہیں میں نے قریب ہی زمانہ کے اپنے خاندانی بزرگوں کے قصے کثرت سے سُنے ہیں کہ آپس میں جائدادی قصوں میں مقدمہ بازی ہے مگر کیرانہ تحصیل میں جو کاندھلہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے اکثر دونوں فریق ایک ہی بہل میں چلے جاتے تھے۔ جس فریق نے اپنی بہل جڑوالی دوسرا بھی اوسی میں چلا گیا۔ انہی واقعات کے سلسلہ میں ایک عجیب بات سُنی ہے کہ دو عزیزوں میں طویل مقدمہ بازی تھی۔ ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا اسی دوران میں مدعا علیہ کا انتقال ہو گیا۔ مدعی نے مرحوم کی اہلیہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ میری لڑائی بھائی سے تھی تم جیسے اُن کی چھوٹی تھیں میری بھی چھوٹی ہو تم سے کوئی جھگڑا نہیں کاغذات ارسال ہیں جو تم طے کر دوگی اور تجویز کر لوگی وہی مجھے منظور ہے

اسی صدی کا قصہ ہے اور دنیا داروں کا واقعہ ہے۔ کیا آجکل دیندار کہلانے والے بھی ایسا کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم لوگوں کی مساعی بجائے تخریب کے تعمیر میں خرچ ہوتیں

جواب ۳

(س) ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کیا مر رہنا چاہیے۔ تو کہیں شریک کیوں نہیں ہوتا؟

مر رہنا تو قبضہ کی بات نہیں ہے۔ موت کا ایک وقت معین ہے وہ نہ اوس سے پہلے آسکتی ہے نہ موخر ہو سکتی ہے اور خودکشی حرام ہے کہ اس سے دُنیا کی ساتھ آخرت بھی تباہ ہے۔ ایسے بیہودہ الفاظ زبان سے نکالنا بھی نہ چاہئیں۔ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے آدمی کو اس میں کوئی دین کا کام ضرور ہی کرنا چاہیئے اور اصل یہ ہے کہ صرف دین ہی کے لئے آدمی پیدا کیا گیا ہے اگر آدمی دین کے کسی کام میں نہ لگے تو اوس میں اور چوپایوں میں کیا فرق ہے محض کھانے پینے میں تو حیوانات ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ بہرحال اس سوال کے دو جزء ہیں۔ ایک میری ذات کے متعلق دوسرا تمہارے متعلق۔ اور یہ دوسرا جزء دو نوع کو شامل ہے۔ ایک طلبہ کے متعلق دوسرا عوام کے اس لحاظ سے تین جزء سوال کے ہو گئے۔

(الف) میری ذات کے متعلق یہ صحیح ہے کہ میں حتی الوسع اس کی کوشش کرتا ہوں کہ کہیں بھی شریک نہ ہوں۔ مگر میں اس کو خوبی نہیں سمجھتا بلکہ اپنا ضعف اور اپنی نا اہلیت سمجھتا ہوں اسلئے یہ چیز قابل التفات نہیں اور اسی وجہ سے جو مجھے برا کہے میں سمجھتا ہوں کہ صحیح کہہ رہا ہے۔ اس میں زیادہ دخل میری طبعی وحشت کو بھی ہے۔ ہر شخص کا ابتدائی نشو و نما جس طریقہ پر ہوتا ہے وہ اوسکی تقریباً فطرت بنجاتا ہے اسی وجہ سے اکابر کی خواہش ہمیشہ یہی رہا کرتی ہے کہ بچوں کو ابتدا ہی سے دین اور دینیات کی ساتھ وابستہ کیا جائے تاکہ دین کا اہتمام اونکی طبیعت بنجائے۔ اسی وجہ سے شریعت مطہرہ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے۔ کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ حالانکہ سات برس کی عمر میں بچہ مکلف بھی نہیں ہوتا۔ مگر یہ تجربہ ہے کہ جو بچپن میں نماز کا عادی ہو جاتا ہے اوسکو ہمیشہ کے لئے نماز سہل ہوتی ہے۔ میری ابتدائی تربیت جن اصول کے ماتحت ہوئی ہے وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی نہ بلامعیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنی اور اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحب یا چچا جان کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں یا حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کرلوں۔ مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی یہانتک کہ جماعت کی نمازیں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں۔ تو الف لیلہ ولیلۃ بنجائے کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا اور کسقدر سخت مجرم قیدیوں کی سی زندگی گذری مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اوسکے فضل نے مجھ کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائی جس کی برکات میں اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک قصہ لکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ میرا نیا جوتہ مدرسہ میں سے کسی نے اُٹھا لیا تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتہ خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کے بیت الخلا میں ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈالدیتا ہے جو اب تک بھی دستور ہے اس وجہ سے مجھے کسی

ضرورت کے واسطے بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا نہ جوتے کی ضرورت ہوئی۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات گذرے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ اب مجھے مجمع سے وحشت ہے۔ کسی مجمع میں مجھے جانا میرے لئے انتہائی مجاہدہ ہے حتّٰی کہ اپنے کمرہ میں اگر تنہا ہوں اور کمرہ کی زنجیر کھلی ہوئی ہو تو اسکی بہ نسبت مجھے اس میں زیادہ لطف اور سکون ہوتا ہے کہ اندر کی زنجیر لگی ہو۔ بھلا ایسا وحشی شخص کیا کہیں شریک ہو۔ جلسہ جلوس کی خصوصیت نہیں ہے مجھے تقریبات میں بھی شرکت سے وحشت ہوتی ہے۔ ہر نوع کے مجمعوں کی شرکت میرے لئے دقت کا سبب ہے ؂

قفس دانیم و بس راہ چمن از ما چہ می پرسی ؛ کہ پیش از بال و پر برداشتند از آشیاں مارا

اس کے علاوہ ایک عارضہ یہ بھی پیش آگیا کہ جلسوں میں مقررین حضرات تقاریر کے زور میں ایسے اونچے لفظ فرما دیتے ہیں کہ اُنپر سکوت شرعاً مشکل معلوم ہوتا ہے اور بولنے سے اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی ہے اور جلسہ میں گڑبڑ پیدا ہوتی ہے حضرات مقررین کی تقریر ہی جب موثر ہوتی ہے جب وہ جوش میں اَن کہنی بھی کہہ جائیں۔ اور مجھ جیسے وہمی کو ہر چیز پر یہ سوچ کہ یہ کہنا جائز تھا یا نہیں۔

اَنَا تَبُوْءُ وَاَنْتَ مَبُوْءٌ فَكَيْفَ نَتَّفِقُ چند سال ہوئے ایک جلسہ میں یہاں سہارنپور ہی میں شرکت کی نوبت آئی۔ مقرر صاحب نے ایک بات ایسی ہی فرمادی جو صریح غلط تھی۔ ہمارے ناظم صاحب سے نہ رہا گیا فوراً ٹوک دیا۔ اُنہوں نے گرانی سے قبول کر لیا۔ اور کہدیا کہ یہ مولانا صاحب یوں فرماتے ہیں اوسکے بعد پھر کچھ اور کہدیا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم بھی شریک جلسہ تھے دوبارہ اُنہوں نے ٹوک دیا۔ وہ صاحب اچھا اچھا فرما کر آگے

چلدئے۔ تھوڑی دیر میں ایک اور صاحب نے جنکا میں نام نہیں لکھتا ٹوک دیا۔ مقرر صاحب کو اس قدر غصہ آیا کہ تقریر ہی بند کردی۔ کہنے لگے کہ آپ لوگ یہ چاہتے ہی نہیں کہ میں تقریر کروں اسکے ساتھ ہی جلسہ میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ آدھے آدمی اِدھر آدھے اُدھر، ہر شخص مستقل اہل الرائے اور اہل فتویٰ۔ کوئی مقرر کا حامی کوئی ناقدین کا طرفدار۔ آخر جلسہ تکدر سے ختم ہوگیا۔ اسی کے قریب قریب اور بھی چند واقعات تو خود مجھے پیش آچکے ہیں کہ جلسوں میں ان مقررین حضرات نے ایسے ایسے الفاظ استعمال فرمائے کہ ان کو حدود میں رکھنا۔ انکی تاویل کرنا مشکل ہی اسی لئے اکثر جلسوں میں شرکت سے ڈر لگتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ میں جس کام میں لگ رہا ہوں اوس کا سراسر دین اور متفق علیہ کار خیر ہونا یقینی ہے۔ خدا کرے کہ یہ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا[1] اور رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ[2] کے ذیل میں نہ ہو۔ مجھے اپنی بداعمالیوں سے یہ اندیشہ ضرور ہے کہ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ[3]

---

[1] یہ سورہ کہف کے اخیر رکوع کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہئے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنکی دنیا میں کری کرائی محنت سب گئی گذری ہوئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں [2] یہ ایک حدیث ہے حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں جنکو روزہ سے بجز بھوکا رہنے کے کوئی نفع نہیں اور بہت سے رات کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں جن کو رات بھر عبادت میں کھڑے رہنے سے جاگنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ [3] یہ بھی ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک تو شہید ہوگا جسکو بلاکر اللہ کی نعمتیں جو دنیا میں اوسپر ہوئی تھیں یاد دلاکر پوچھا جائیگا کہ ہماری ان نعمتوں کے ماحول میں تونے کیا کارگذاری کی وہ کہے گا کہ میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا۔ حکم ہوگا کہ یہ ہمارے لئے نہیں تھا بلکہ اسلئے تھا کہ لوگ کہیں بڑا بہادر تھا کہ جان کی بازی لگادی چنانچہ لوگوں نے کہدیا اور جس نیت سے کیا تھا وہ مل گیا اوسکو حکم ہوگا کہ جہنم میں پھینک دیا جاوے۔ پھر ایک عالم بلایا جاویگا۔ اوسکو بھی اسی طرح اللہ کی نعمتیں جتائی جائیں گی اور سوال ہوگا کہ ان نعمتوں میں کیا کارگذاری کی تھی وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور پڑھایا سب آپکے لئے کیا ارشاد ہوگا جھوٹ ہے یہ سب اسلئے کیا تھا کہ لوگ کہیں بڑا عالم ہے پس لوگوں نے کہدیا اور مقصود پورا ہوگیا اوسکو بھی جہنم میں پھینکدیا جائیگا۔ پھر ایک مالدار بلایا جائیگا جس کو ہر قسم کی دولت اللہ نے دی تھی اس سے بھی اسی طرح سوال ہوگا وہ کہیگا کہ میں نے کوئی خیر کا موقع ایسا نہیں چھوڑا جس میں صدقہ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہوگا کہ یہ سب اسلئے تھا کہ لوگ

إِنَّكَ عَالِمٌ فَقَدْ قِيلَ نہ بن جائے لیکن لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[1] کے بھروسہ لگ رہا ہوں مگر کام یقیناً سراسر خیر ہے اور اہل حق میں سے کسی کو بھی اسکے خیر ہونے میں تردد نہیں ہے ایسی صورت میں کسی دوسرے مشغلہ میں لگنا اسکے حرج کا یقینی سبب ہے لوگ کہتے ہیں کہ آخر حضرت مدنی بھی دونوں کام کرتے ہیں. میں کہتا ہوں بے شک کرتے ہیں مگر مجھے اس میں حضرتِ مدنی کی حرص کرنا سراسر حماقت ہے بھلا جس شخص کے یہاں سفر حضر برابر ہو، دن رات یکساں ہو نہ اسکو راحت کی ضرورت ہو، نہ تکان پاس پھٹکتا ہو اوسکی کوئی کیا حرص کر سکتا ہے ان کا تو یہ حال ہے کہ جہاز سے سفر شروع کریں اور کراچی سے اُتر کر سیدھے دو شب و روز ریل میں گذار کر پانچ بجے صبح دیوبند پہونچیں اور چھ بجے بخاری شریف کا سبق پڑھا دیں جیسا کہ اس آخری سفرِ حج میں پیش آیا ہے۔ وہ مسلسل پندرہ دن تک روزانہ کئی سو میل کا سفر کریں اور کئی کئی تقریریں کر دیں جیسا کہ گذشتہ سال ہوا۔ ابھی دو ایک برس کا قصہ ہے کہ سہارنپور میں سیرت پر ایک ہفتہ وار تقریر کا وعدہ ایک مجلس میں کر گذرے تھے۔ کئی مہینہ تک ہر ہفتہ شب کی گاڑی سے آنا۔ عشا کے بعد سے ایک بجے تک تقریر کرنا اور تین بجے بلا کسی کے جگائے اُٹھ کر ریل پر چلدینا اور صبح کو سبق پڑھانا جس میں مسلسل تین چار گھنٹہ تقریر فرمانا اسکے بالمقابل میری حالت یہ کہ میرا منتہائے سفر اکثر دہلی ہوتا ہے. جانے سے ایک دن پہلے سے سہم جاتا ہوں کہ سفر درپیش ہو گیا ہے۔ اور واپسی کے دو تین دن بعد تک سفر کا خمار اور تعب و تکان رہتا ہے کہ سبق میں دلجمعی نہیں ہوتی۔

---

[1] یہ قرآن پاک کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے جو سورہ زمر کے چھٹے رکوع کے شروع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اُن سے کہدیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بالیقین حق تعالیٰ شانہ گناہوں کو (توبہ سے اور اپنے فضل سے) بخشدینگے۔ وہ تو بڑے ہی بخشنے والے اور رحم والے ہیں۔

تالیف میں دلبستگی نہیں ہوتی اسکے علاوہ حضرت مدنی کی ابتدائی مدرسی مدینہ منورہ میں برسوں ایسی جانفشانی سے گذر چکی ہے کہ بعض زمانوں میں مسلسل بارہ تیرہ سبق روزانہ پڑھانا اور شب و روز میں صرف دو تین گھنٹہ سونا باقی اوقات یا سبق یا اُس کا مطالعہ۔ جو شخص ایک عرصہ تک اس طرح استعداد کو پختہ کر چکا ہو اسکی حرص کرنا اپنی استعداد کا ناقص کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو علوم کا حال تھا۔ اب سلوک کی سنو۔ سب سے پہلا غوطہ تو بحر عشق و معرفت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں لگایا اور مدینہ پاک میں مسجد اجابت جیسی بابرکت اور یکسو جگہ میں عرصہ تک ضربیں لگائیں۔ پھر اوسکی تکمیل و تخصیص قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ہوئی اور پھر برسوں حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے ظلِ عاطفت میں مالٹا کی یکسوئی میں اوس رنگ کو پکایا ایسے شخص پر کیا تو اغیار کا اثر ہو اور کیا تشتت اوسکو مضر ہو اور میری حالت یہ کہ بالکل تنہائی میں بھی یکسوئی نہیں ہوتی۔

ع ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

تو ایسی حالت میں اُن کی حرص کر کے میں غریب کہاں رہونگا۔ مجھے تو گوشۂ یکسوئی میں پڑے رہنے پر بھی تبتل[1] اور دلجمی نصیب ہو جائے تو غنیمت ہے۔ کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ وَكَيْفَ يُدْرِكُ الظَّالِعُ شَأْوَ الضَّلِيعِ[2]۔ یہ میری اپنی حالت ہے۔ جن لوگوں کو حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمت و قوت عطا فرمائی ہے اور وہ ذی استعداد مالک الاوقات ہیں وہ ضرور کریں اور اُن کو کرنا چاہیے۔ ایک ناکارہ و نااہل پر اپنے کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

---

[1] یہ قرآن پاک کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ جو سورہ مزمل کے پہلے رکوع میں وارد ہوئی وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ) اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلقات منقطع کر کے اوسی کی طرف متوجہ رہیں [2] یہ عربی کی ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لنگڑا (بیل) قوی اور طاقتور (گھوڑے) کی رفتار کیسے چل سکتا ہے۔

دوسرا جز طلبہ کے متعلق ہے۔ میں تو طلبہ کی ہر قسم کی عملی شرکت کو ان کے لئے سم قاتل سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرے بعض اکابر میرے اس خیال کی زور شور سے تردید فرمائیں اور بہت ممکن ہے کہ حق بھی وہی ہو جو وہ ارشاد فرمائیں کیونکہ بہر حال وہ میرے بڑے ہیں اور میری رائے اُن کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز نہیں۔ مگر میری ناقص سمجھ میں تو اب تک جتنا غور کرتا ہوں یہی آتا ہے اور بہت سی وجوہ سے میرے خیال خام میں ابتک یہی چیز جمی ہوئی ہے اُن میں سے بعض کی جانب تمہیں متوجہ کرتا ہوں۔

(الف) سَلِ الْمُجَرِّبَ وَلَا تَسْئَلِ الْحَکِیْمَ[1] میں پوچھتا ہوں ایک گہری نظر عالم پر یا کم از کم ہندوستان پر ڈال کر دیکھو کہ آج جتنے حضرات علمی دنیا کے مالک ہیں اُنکی طالب علمی کا زمانہ کیسا گذرا ہے۔ آج وہ خواہ کسی میدان میں گامزن ہوں لیکن علمی مشغلہ والے بالعموم وہی ملیں گے جو طالب علمی کے زمانہ میں انہماک سے اس میں لگے رہے اور جو حضرات اوس زمانہ میں کسی دوسری طرف مشغول رہے ہیں آج وہ شہرت میں خواہ کتنے ہی ممتاز ہوں اور علما کی فہرست میں خواہ کتنے ہی اونچے شمار ہوتے ہوں مگر علمی مشغلہ، علمی تدقیق فقہ، حدیث پر اُون کی نظر بہت ہی نیچے ملے گی۔ کسی غیر معمولی فقہی مسئلہ کی ضرورت پیش ہو یا کسی علمی تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہو تو ان کا قدم آگے نہیں ملیگا۔ یہ کچھ دلائل کی بات نہیں ہند کے علما نظر کے سامنے ہیں۔ ایک نگاہ غور سے ڈالو پتہ چل جائیگا۔

(ب) ہمارے اکابر اور اکابر کے اکابر ہمیشہ علم سلوک اُنکی جان رہا ہے اور گویا علمی مشغلہ کے ساتھ ان حضرات کے یہاں یہ سلسلہ بھی جزو لاینفک کے قبیل سے رہا اور ہے مگر خلفا

---

[1] ۔ یہ عرب کی ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ تجربہ کار سے بات تحقیق کرنی چاہیئے۔ بڑے قواعد اور دلائل سے تحقیق نہیں ہوتی۔

عَنْ سَلَف سب کے سب قَاطِبَۃً طلبا کو بیعت سے انکار ہی فرماتے رہے۔ حالانکہ ان حضرات کے یہاں یہ چیز کتنا ضروری سمجھا جاتا ہے مگر طلب علم کے اس کو بھی منافی سمجھتے رہے

(ج) تجربہ اور سرسری غور سے اصولاً بھی میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ طلبا کا جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہونا ایسا نہیں ہے کہ وہ محض وقتی چیز ہو۔ ہفتوں نہیں تو کئی کئی دن تک اون کا ذکر تذکرہ اون پر تبصرہ اون کا حسن و قبح طلبا کی مجالس کا اہم مشغلہ رہتا ہے۔

(د) پھر انکی اجتماعی زندگی ایک دارالطلبہ میں ان کا مجموعی قیام چوبیس گھنٹہ کا ساتھ اس مناظرانہ گفتگو کو ختم بھی نہیں ہونے دیتا۔ ہر مجلس میں یہی تذکرہ، ہر وقت یہی بحث، کہاں کا مطالعہ اور کہاں کا تکرار اور کہاں کا سبق یہ روزمرہ کے واقعات ہیں جو انکار کر دینے سے زائل نہیں ہو سکتے۔

(ہ) پھر ان مناظروں اور اختلافات کا ثمرہ منازعت اور جھگڑوں پر پہونچتا ہے۔ جس خیال کے مجمع کی کثرت ہوتی ہے وہ اقلیت کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ اوّل اپنے زور سے یہ ناکافی ہو تو ناظم و مہتمم مدرسہ کے یہاں جھوٹی سچی شکایات سے اور دوسرا فریق جوابی کوشش میں ان پر جھوٹے افترا اور سچی شکایات کا طومار باندھتا ہے۔ پھر عموماً غالب فریق کے گواہ بھی کثرت سے ہو جاتے ہیں اور مغلوب کیلئے سچی گواہی دینے والے بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ ناظمین مدارس عالم الغیب بھی نہیں ہوتے۔ جس کا ثمرہ اکثر یہ بھی ہو جاتا ہے کہ اصل مجرم بری ہو جاتے ہیں غیر مجرم ماخوذ۔ یہ محض تخیلات نہیں واقعات ہیں جو آئے دن گذرتے ہیں اور ہم لوگ اُن کو بھگتتے ہیں۔ اختلاف رائے عام طبقہ میں بھی ہوتا ہے۔ ان میں اختلافات اور نزاعات بھی ہوتے ہیں مگر وہ اکثر وقتی ہوتے ہیں۔ ان کے اجتماعات عموماً

مخصوص وقت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جلسہ ختم ہوا سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مگران لوگونکا
یہی گھر ہے یہی مجلس خانہ چوبیس گھنٹہ یک جائی قیام۔ ایسی صورت میں معمولی سا اختلاف
بھی شروع ہوتا ہے تو وہ مہینوں نشو ونما پاتا ہے۔ یہ تو طلبا کا اپنا ماحول ہوا ایک قدم آگے اور بڑھاؤ
(ح) کیا مدرسین کسی مدرسہ کے بھی ایک خیال کے ہیں۔ دو چار ادہر ہیں تو دو چار ادہر۔
اسباق میں معمولی سی مناسبت سے نہیں بلکہ بلا کسی مناسبت کے یہی بحثیں چھڑ جاتی ہیں۔
ان پر تبصرے ہوتے ہیں رائے زنیاں ہوتی ہیں اپنے ہمخیال لوگوں کی تعریفیں ہوتی ہیں اُن
کی تقریروں کی مدح وثنا ہوتی ہے۔ دوسروں پر تنقید ہوتی ہے، تضحیک ہوتی ہے اُنکی نقلیں
اُتاری جاتی ہیں۔

(ط) ایک قدم اور آگے چلو۔ جماعت کے سب طلبا ومدرس کے ہم خیال نہیں ہوتے
بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جنکی وہ تعریف کر رہا ہے وہ اکثر طلبا کی نگاہ میں تنقید کے قابل
ہے۔ اور جنکی مدرس تغلیط کر رہا ہے طلبہ اکثر نہیں تو معتدبہ اوسکے حامی ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا
ہوتا ہے وہ مدرس ان طلبہ کی نگاہ میں بے وقعت ہوتا ہے۔ کج فہم اور متعصب بنتا ہے اور
جب طلبہ کے تخیلات مدرس کی طرف سے یہ ہونگے تو علمی انتفاع معلوم۔ یہ طے شدہ امر
ہے اور عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ اساتذہ کا احترام نہ کرنے والا کبھی بھی علم سے
منتفع نہیں ہو سکتا۔ جہاں کہیں ائمہ فن طالب علمی کے اصول لکھتے ہیں اس چیز کو نہایت
اہتمام سے ذکر فرماتے ہیں اور محدثین نے تو مستقل طور پر آداب طالب کا باب ذکر کیا ہے
جو اوجز المسالک[ف] کے مقدمہ میں مفصل مذکور ہے۔ اوس میں اس چیز کو خاص طور سے ذکر کیا
ہے۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ طالبعلم
کے لئے ضروری ہے کہ اوستاد کے ہاتھ میں کلیۃً اپنی باگ دیدیں۔ اور بالکل اسی طرح انقیاد

ف مقدمہ اوجز المسالک شرح موطا الملک کی جلد اول میں شامل ہے اور علیحدہ بھی مل جاتا ہے۔ علیحدہ کی قیمت

کرے جیسا کہ بیمار مشفق طبیب کے سامنے ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اوسکا غلام ہوں چاہے وہ مجھے فروخت کر دے یا غلام بنا دے۔ علامہ زرنوجی نے تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ میں بہت سے طلبہ کو دیکھتا ہوں کہ وہ علم کے منافع سے بہرہ یاب نہیں ہوتے جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے شرائط اور آداب کا لحاظ نہیں رکھتے اسی وجہ سے محروم رہتے ہیں اسی سلسلہ میں انھوں نے ایک مستقل فصل اساتذہ کی تعظیم کے ضروری ہونے میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ طالب علم علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ علم اور علما اور اساتذہ کا احترام نہ کرے۔ جس شخص نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ احترام سے کیا ہے اور جو گرا ہے بیحرمتی سے گرا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا دین کے کسی جز کی بیحرمتی کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ ونعم ماقیل ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب ٭ بے ادب محروم گشت از فضل رب

ہم اللہ جل شانہ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں کہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم ہوتا ہے

؎ ادب تاجیست از فضل الٰہی ٭ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

یعنی ادب فضل خداوندی کا ایک زبردست تاج ہے اس کو سر پہ رکھ کر جہاں چاہے چلے جاؤ۔ اور یہ مثل تو مشہور ہے ہی۔ "با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب"

امام سدید الدین شیرازی فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ سے سنا ہے جو شخص یہ چاہے کہ اوسکا لڑکا عالم ہو جائے اوسکو چاہیے کہ علماء کا اعزاز و اکرام بہت کرتا ہے اور انکی خدمت کثرت سے کرے۔ اگر بیٹا عالم نہ ہوا تو پوتا ضرور عالم ہو جائیگا امام شمس الائمہ حلوانی کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی ضرورت سے کسی گاؤں میں تشریف لیگئے وہاں جتنے شاگرد تھے وہ استاذ

کی خبر سنکر زیارت کیلئے حاضر ہوئے۔ مگر قاضی ابو بکر حاضر نہ ہو سکے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو استاذ نے دریافت کیا انھوں نے والدہ کی کسی ضروری خدمت بجالانے کا عذر کیا شیخ نے فرمایا کہ رزق میں وسعت ہوگی۔ مگر علم سے نفع نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ویسے بھی عام طور سے مشہور ہے کہ والدین کی خدمت رزق میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے اور اساتذہ کی خدمت علم میں ترقی کا: الغرض یہ بالکل طے شدہ امر ہے لیکن ہمارا جو طرز عمل ہے وہ سب ہی کو معلوم ہے۔ کہ جب شاگردوں اور استاد کا سیاسی خلاف ہوتا ہے تو اوپر فقرہ بازی، تنقیص، عیب جوئی وغیرہ میں ابتلا ہوتا ہے جو اُن کے لئے حرمان کا سبب بنجاتا ہے۔ میرا تو تجربہ یہاں تک ہے کہ انگریزی طلبا بھی جو لوگ طالب علمی میں اساتذہ کی مار کھاتے ہیں وہ کافی ترقیاں حاصل کرتے ہیں۔ اونچے اونچے عہدوں پر پہونچتے ہیں۔ جس غرض سے وہ علم حاصل کیا تھا وہ نفع پورے طور پہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جو اوس زمانہ میں استاذوں کے ساتھ نخوت وتکبر سے رہتے ہیں وہ بعد میں اپنی ڈگریاں لئے ہوئے سفارشیں ہی کراتے پھرتے ہیں۔ کہیں اگر ملازمت مل بھی جاتی ہے تو آئے دن اوپر آفات ہی رہتی ہیں۔ بہر حال جو علم بھی ہو اوس کا کمال اوس وقت تک ہوتا ہی نہیں اور اوسکا نفع حاصل ہی نہیں ہوتا جبتک کہ اوس فن کے اساتذہ کا ادب نہ کرے۔ چہ جائیکہ ان سے مخالفت کرے۔ کتاب دب لدنیا والدین میں لکھا ہے کہ طالب علم کیلئے اوستاذ کی خوشامد اور اس کے سامنے تذلل (ذلیل بننا) ضروری ہے۔ اگر ان دونوں چیزوں کو اختیار کریگا نفع کمائیگا اور دونوں کو چھوڑ دیگا تو محروم رہیگا۔ حضور سے نقل کیا ہے کہ طلب علم کے سوا کسی چیز میں خوشامد کرنا مؤمن کی شان نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں طالب ہونے کے وقت ذلیل بنا تھا اسلئے مطلوب ہونے کے وقت عزیز بنا۔ بعض حکیموں کا قول نقل کیا ہے کہ جو طلب علم کی

تھوڑی سی ذلت کو برداشت نہیں کرتا ہمیشہ جہل کی ذلت میں رہتا ہے۔

(ی) اسکے بعد کا حشر اور بھی خراب اور تکلیف دہ ہوتا ہے کہ اب مدرس کی ذات بحث مناظرہ بنجاتی ہے۔ موافقین کے نزدیک وہ فرشتہ ہے اوسکی ہر غلطی ثواب ہے اوس کا ہر فعل حجت ہے۔ مخالفین کے نزدیک وہ مدرسہ میں رکھنے کے قابل نہیں وہ پڑہانے کے قابل نہیں۔ نہ اوسکی استعداد کام کی ہے نہ اوسکی تقریر سمجھ میں آتی ہے۔ اوسکی ہر خوبی قابل نفرت ہے اوسکا ہر فعل قابل ملامت ہے۔ اوسکے مثالب و معائب تلاش کئے جاتے ہیں اور سچے نہیں ملتے تو جھوٹے افترا کئے جاتے ہیں۔ اُنکا منظم طریقہ سے پروپگنڈہ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ واقعات ایسے ہیں جو کسی واقف سے اوجہل ہوں یا مدارس سے تعلق رکھنے والے ان سے انکار کردیں۔

(ک) میں حال ہی کا ایک واقعہ ایک مدرسہ کا لکھتا ہوں کہ ایک حجرہ کے چند طلبہ میں کھانا کھاتے ہوئے یہ بحث چل پڑی کہ اکثریت کا فیصلہ ہر حال میں قابل حجت ہے یا نہیں۔ اوّل گفتگو ہوئی پھر مناظرہ ہوا پھر مجادلہ ہوا۔ اوسی مجلس میں منتہا یہ ہوا کہ ایک جانب سے لکڑی چلی اور دوسری جانب سے جوتہ چلا۔ مدارس میں کون نگراں ایسا ہے جو انکی ساتھ ہمزاد کی طرح ہر وقت ساتھ رہے۔ کون ہر وقت چوبیس گھنٹہ ان کے پاس بیٹھا رہے کہ انکی ہر گفتگو کو سنتا رہے اور حدود سے تجاوز نہ کرنے دے۔

(ل) اسی طرح ابھی چند روز کا ایک مدرسہ کا واقعہ ہے کہ ایک جلسہ میں چند طلبہ کی شرکت ہوئی بعد میں جلسہ کی کارگذاری پر رائے زنی ہوئی پھر مباحثہ ہوا۔ دو فریق بنگئے۔ اوّل اوّل دہمکیاں رہیں آخر ایک دن ایک فریق نے دوسرے فریق کے ایک آدمی کو حجرہ میں بند کرکے اس قدر مارا کہ قریب الموت کردیا۔ یہ آئے دن کے واقعات ہیں فرضی افسانے اور احتمالات عقلیہ نہیں ہیں۔

(م) اسکے بعد یہ بھی غور طلب ہے کہ طلبا کو جن اولیا نے اہل مدارس کے سپرد کیا ہے اُن کی

غرض تعلیم ہے اور صرف تعلیم۔ اُن میں سے اکثر، بیشتر ایسے ہیں جو باوجودیکہ خود تحریکات حاضرہ کے حامی اور ساعی ہیں۔ لیکن اُن سے اگر کہا جائے کہ صاحبزادہ آج اس میں مشغول ہیں تو وہ اسکی شکایت کرتے ہیں اور اس قسم کے خطوط کثرت سے منتظمین کے پاس موصول ہوتے رہتے ہیں۔ اور زبانی بھی وہ کہتے رہتے ہیں کہ سیاست ہمارے گھر کی چیز ہے۔ چند روز ہمارے ساتھ رہ کر اس سے کافی مناسبت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس وقت ہم صرف استعداد علوم چاہتے ہیں۔

(ن) اسکے بعد اُس روپیہ کے مصرف کا سوال ہے جو علم کے نام سے لیا جاتا ہے اور دینے والے صرف علم کے مشغلہ کی وجہ سے دیتے ہیں اگرچہ بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جو سیاسی مشاغل میں صرف کرنے کے خلاف نہیں لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جنکو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ روپیہ فلاں کام میں خرچ ہوگا اور اس وظیفہ کے پانے والے طلبہ کا یہ مشغلہ ہوگا تو ایسی صورت میں وہ ہرگز گوارا نہ کریں۔ بلکہ بعض حضرات تو یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں کہ ایسے طلبہ کو اس میں سے دینے کی اجازت نہیں ہے تو کیا پھر ایسی صورت میں یہ احتیاط کا مقتضے نہیں ہے کہ روپے کو اوسکے مصرف میں نہایت حزم و احتیاط سے خرچ کیا جائے۔
مدرسین اس میں احتیاط کر سکتے ہیں کہ وہ اگر اپنا وقت ایسے کاموں میں خرچ کریں تو شرعی قواعد کے ماتحت دوسرے وقت سے اوسکی تلافی کر دیں۔ لیکن کیا طلبہ بھی اس میں احتیاط کر سکتے ہیں یا اگر کر سکتے ہیں تو کرتے بھی ہیں۔

یہ چند امور میں نے مثال کے طور پر لکھے ہیں غور کرو گے تو اور زیادہ کلام کی گنجایش پاؤ گے۔
امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ طلب علم کے لئے بہت سے آداب اور شرائط ہیں اُن میں سے اہم اور اصل اصول دس ہیں ان کے منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو

کسی دوسری چیز میں مشغول نہ کرے۔ اہل و عیال اور وطن سے دور جاکر علم حاصل کرے تاکہ خانگی ضروریات مشغول نہ بنائیں کہ تعلقات ہمیشہ علم سے پھیرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ حق تعالیٰ شانہ نے کسی آدمی کے دو دل نہیں پیدا فرمائے ہیں۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ علم اوس وقت تک تجھ کو اپنا تھوڑا سا حصہ بھی نہ دے گا جب تک کہ تو اپنے آپ کو ہمہ تن اوسکے حوالہ نہ کردے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو دل مختلف چیزوں میں مشغول رہے وہ کھیت کی اس نالی کی طرح ہے جسکی ڈول بنی ہوئی نہ ہو کہ کچھ حصہ اوس میں سے اِدھر اُدھر چلا جائیگا اور کچھ حصہ پانی کا ہوا بنکر اُڑ جائیگا صرف تھوڑا سا پانی رہیگا جو کھیت کے لئے کارآمد ہوسکے گا۔ اس سب کے بعد مجھے اس چیز کے اعتراف سے بھی انکار نہیں ہے کہ طلبا کی بے فکر جماعت مقاصد کی کامیابی کے لئے بہترین جماعت ہے لیکن موجودہ ماحول میں مضار غالب ہیں اور جلب منفعت سے دفع مضرت ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔ اسلئے ماحول کی تبدیلی تک یہ چیز میرے نزدیک خطرناک ہے البتہ اگر ان کے حدود دیں رہنے کی کوئی صورت پیدا ہوسکے تو امر آخر ہے۔

تیسرا جزء غیر طلبہ کے متعلق ہے۔ جو لوگ دین کے کسی خاص کام میں منہمک نہیں ہیں انکو یقیناً انہماک کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے۔ لیکن دیانت کے ساتھ اور اُس دیانت کے ساتھ جس کو وہ کل اللہ کے سامنے پیش کرسکیں۔ وہ ان کے اعمالنامے میں جلی قلم سے لکھی جاسکے۔ جہاد دین کا اہم ترین شعبہ ہے۔ اسلئے ہر وہ چیز جو اِعلاءِ کَلِمَۃُ اللّٰہ کی معین و مددگار ہو یقیناً مفید ہے اور ضروری ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک دن کسی اسلامی سرحد کی حفاظت میں لگے رہنا ساری دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے افضل ہے اور اللہ کے راستے میں صبح کو چلنا یا شام کو چلنا دُنیا اور دُنیا کی

تمام چیزوں سے افضل ہے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ ایک دن رات کا رباط (یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت میں مشغولی) ایک ماہ کے (نفلی) روزوں سے افضل ہے اور تمام مہینہ کی شب بیداری سے افضل ہے۔ اور اس حالت میں کسی کی موت آجائے۔ تو صدقہ جاریہ کے طور پر ہمیشہ کیلئے اسکے اعمال میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص اسی حالت میں مرجائے قیامت تک اوسکے نیک عمل کا ثواب ملتا رہیگا۔ اور اوس کو رزق عطا ہوتا رہیگا۔ اور قبر کے فتنوں سے محفوظ رہیگا۔ اور قیامت کے دن (جو نہایت ہی گھبراہٹ کا دن ہوگا) یہ شخص نہایت مطمئن ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کسی ایسی ہی جگہ کھڑے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کے راستے میں تھوڑی دیر کھڑے رہنا حجر اسود کے پاس شب قدر میں جاگتے رہنے (اور عبادت کرنے) سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُس شخص کی ایک نماز دوسروں کی پانسو نمازوں سے افضل ہے اور اس شخص کا ایک روپیہ دوسروں کے سات سو روپیہ سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہترین شخص دو آدمی ہیں ایک وہ جسکے پاس کچھ جانور ہوں (کہ وہ ذریعہ معاش ہوں) اُنکا حق ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو۔ دوسرا وہ شخص جو گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے اللہ کے دشمنوں کو ڈراتا ہو اور وہ اس کو ڈراتے رہتے ہوں (ف) پہلے شخص کے بارے میں جانوروں کا ہونا قید نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ معمولی گذر اوقات کا کچھ سبب ہو اور عبادت میں ہر وقت مشغول رہے۔

اسی طرح دوسری جانب گھوڑا قید نہیں ہے۔ چونکہ اوس زمانہ میں جہاد گھوڑے ہی پر عموماً ہوتا تھا اسلئے اس کو ارشاد فرمایا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو مرعوب کرتا

ہو. خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جنکو جہنّم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں جاگی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے کسی وقت روئی ہو۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ لیلۃ القدر سے افضل کونسی رات ہے۔ وہ رات ہے جس میں (دین کی حفاظت کیلئے) کسی خطرہ کی جگہ کوئی شخص جاگے۔ اوسکو یہ بھی اُمید نہ ہو کہ اپنے اہل وعیال کی طرف صحیح سالم لوٹ سکتا ہے یا نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ رونے والی ہوگی مگر وہ آنکھ جو ناجائز چیز (مثلاً نامحرم عورتوں وغیرہ) سے بند رہی ہو اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں جاگی ہو اور وہ آنکھ جس سے ایک مکھی کے سر کی برابر بھی آنسو کا قطرہ اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے وہ سات سو درجہ ثواب پاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مجاہد کی اعانت کرے وہ بھی مجاہد ہے۔ اور جو اُسکے اہل وعیال کی خبر گیری کرے وہ بھی مجاہد ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو کسی مجاہد کی اعانت کرے یا کسی قرضدار کی مدد کرے اللہ جل شانہٗ اوسکو ایسے دن اپنی رحمت کے سایہ میں رکھیں گے جس دن اُن کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کیا ہی مبارک ہے وہ شخص جو جہاد میں بھی اللہ کے ذکر کی کثرت رکھے۔ کہ اوسکو ہر کلمہ پر ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور ہر نیکی دس گنا ثواب رکھتی ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ کے یہاں جو خاص انعام ہوگا وہ مزید براں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہو وہ اوس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں نہ واپس ہو۔ (مراد یہ ہے کہ اوسکا جہنم میں جانا محال ہے) اور جس ناک کے سوراخ میں

اللہ کے راستے کا غبار گیا ہو اس میں جہنم کی آگ کا دھواں کبھی نہیں جا سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جن قدموں پر اللہ کے راستے کا غبار پڑا ہے اُن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس چہرہ پر اللہ کے راستہ کا غبار پڑا ہے اوس تک جہنم کی آگ کا دھواں نہیں پہنچ سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کے کوئی زخم اللہ کے راستہ میں آیا ہے اوس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ اور وہ زخم زعفران کے رنگ کی طرح چمکتا ہوا ہوگا اور اوس میں سے خوشبو اور مہک مشک کی سی آئے گی۔ جس سے ہر شخص پہچان لیگا کہ یہ زخم اللہ کے راستے میں لگا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک قافلہ کے ساتھ تشریف لیجا رہے تھے۔ اوس قافلہ میں ایک نوجوان تھا۔ جو راستہ سے بچکر علیحدہ چل رہا تھا۔ حضور نے اوس سے دریافت کیا کہ تم علیحدہ کیوں جا رہے ہو۔ اوس نے عرض کیا کہ غبار کی وجہ سے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس غبار سے بچنے کی ضرورت نہیں یہ قیامت کے دن مشک کے ریزے بنے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے راستہ میں ایک تیر چلائے خواہ وہ نشانہ پر لگے یا نہ لگے اوس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔ ان کے علاوہ سیکڑوں احادیث اسکے ثواب و ترغیب اور چھوڑ دینے کی وعید میں وارد ہوئی ہیں۔ اور جہاد ہر وہ کوشش ہے جو اسلام کے غلبہ اور کفار کی مدافعت کیلئے کی جائے۔ اسلئے جو بھی کوشش اس نیت اور ارادے سے ہوگی وہ اس میں داخل ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ حالانکہ ظالم بادشاہ کیلئے کافر ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمان بادشاہ اگر ظالم ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ البتہ بڑی شرط یہی ہے کہ ساری جدوجہد کا مقصد اسلام کی قوت اوسکی رفعت اوسکی بلندی ہو۔

ایک شخص نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص غنیمت (یعنی دنیوی منفعت) کے ارادے سے جہاد کرتا ہے ایک اس نیت سے کہ اوس کی قوت وطاقت کا مظاہرہ ہو ایک اس نیت سے کرتا ہے کہ اوسکی شہرت اور چرچا ہو ان میں سے کونسا جہاد معتبر ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہاد وہی ہے جو صرف اسلئے کیا جائے کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کسی شخص نے حضور سے دریافت کیا۔ ایک شخص جہاد کرتا ہے اور وہ دنیا کے کسی نفع کے ارادہ سے کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا اوس کا کوئی اجر نہیں۔ صحابہ کو اسپر تعجب ہوا۔ ان پوچھنے والے صحابی سے کہا کہ شاید سوال اچھی طرح واضح نہیں ہو سکا۔ اسلئے دوبارہ دریافت کرو۔ اُنہوں نے دوبارہ پوچھا۔ حضور نے دوبارہ بھی یہی ارشاد فرمایا۔ پھر تیسری دفعہ دریافت کیا گیا تو حضور نے تیسری دفعہ بھی یہی جواب دیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جہاد کی حقیقت سمجھا دیجئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے واسطے ثواب کی نیت سے جہاد کرتا ہے تو قیامت میں اسی طرح اُٹھایا جائیگا۔ اگر ریا کاری (یعنی لوگونکو قوت و طاقت کے دکھانے کی نیت سے) یا کچھ مال و دولت کمانے کی غرض سے جہاد کرتا ہے تو اُسی حالت پر اُٹھایا جائیگا۔ بات یہ ہے کہ جس نیت سے تیرا فعل ہوگا اُوسی حالت پر تیرا حشر ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جہاد کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ شخص ہے جو صرف اللہ کی رضا کا طالب ہے۔ امام کی اطاعت کرے۔ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ کردے، ساتھی سے نرمی کا برتاؤ کرے اور فساد سے دور رہے۔ اس شخص کا سونا جاگنا سب کچھ ثواب اور اجر کا باعث ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو تفاخر اور ریاکاری اور شہرت کیلئے سب کچھ کرتا ہے۔ امام کی نافرمانی کرتا ہے۔

فساد میں شرکت کرتا ہے وہ شخص برابر سرابر بھی نہیں لوٹتا۔ یعنی جتنا ثواب ہوتا اوس سے زیادہ گناہ کما لیا۔ اس بارے میں بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اسلئے یہ تو اولین شرط ہے کہ جو کچھ کیا جائے وہ خالص اللہ کی رضا اوسکے دین کی حمایت اور حق کا بول بالا ہونے کی غرض سے کیا جائے۔ اوسکے بعد اہل الرائے اور تجربہ کار دیندار لوگونکی رائے سے جو سعی بھی اس ارادہ سے ہوگی وہ اجر سے انشاء اللہ خالی نہ ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ اخلاص اور اللہ کیلئے ہونے کی ہر کام میں ضرورت ہے چنانچہ پہلے یہ حدیث شریف گذر چکی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو لوگ بلائے جائینگے اُن میں ایک شہید ہوگا۔ اوس کو بلا کر اللہ جل جلالہ کی جو نعمتیں دُنیا میں اوسپر کی گئی تھیں یاد دلائی جائینگی۔ اور جب وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا اور یاد کرے گا کہ واقعی کس قدر انعامات اللہ جل جلالہ کے دنیا میں مجھ پر ہوئے تھے۔ تو اوس سے پوچھا جائیگا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا کارگذاری کی۔ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جان دیدی کہ (یہی سب سے زیادہ محبوب چیز تھی) حکم ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ اسلئے کیا گیا تھا تاکہ لوگ کہیں بڑا بہادر تھا۔ چنانچہ جو مقصود تھا وہ حاصل ہو چکا۔ اور لوگوں نے کہہ لیا کہ بڑا جری ہے، بڑا بہادر ہے اوسکے بعد اوسکو حکم کیا جائیگا کہ جہنم میں ڈالدیا جائے۔ پھر ایک عالم بلایا جائے گا۔ اوسکو بھی اسی طرح اللہ جل شانہ کے انعامات احسانات یاد دلائے جائینگے اور پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔ وہ کہے گا تیرا علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا۔ تیرے پاک کلام کو پڑھا (اور پڑھایا) ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے۔ یہ سب اسلئے کیا گیا تھا تاکہ لوگ کہیں بڑا جیّد عالم ہے۔ بڑا قاری ہے۔ چنانچہ جو مقصود تھا وہ حاصل ہو چکا۔ اور لوگوں نے کہہ لیا۔ اوسکے بعد اوسکو بھی حکم ہوگا کہ جہنم میں لیجاؤ۔ اوسکے بعد ایک مالدار

بلایا جائے گا۔ اوس سے اسی طرح اللہ کی نعمتوں کو یاد دلا کر پوچھا جائیگا وہ کہیگا کہ میں نے کوئی بھی خیر کی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جس میں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو اور میں نے آپ کیلئے اوس میں خرچ نہ کیا ہو۔ ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے۔ یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا تھا تاکہ لوگ کہیں بڑا سخی ہے، بڑا کریم ہے۔ چنانچہ کہا جا چکا اور مقصود حاصل ہو گیا۔ پھر اوسکو بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہو گا (مشکوٰۃ)

اس قسم کے مضامین احادیث میں بکثرت موجود ہیں اسلئے اللہ کے واسطے اور خالِص اللہ کے واسطے ہونے کی تو ہر ہی کام میں ضرورت ہے۔ مگر بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن میں شہرت اور فخر و نمود کے اسباب زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سے دنیاوی اغراض کے حصول کا داعیہ قوی ہو جاتا ہے اور جس چیز میں جتنی شہرت کے اسباب قوی ہوتے ہیں اُتنے ہی اہتمام سے اوس میں احتیاط کی ضرورت در پیش ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہاں ہر ہر قدم پر تفاخر و پروانۂ تحسین و زندہ باد ایسی چیزیں ہیں جو قلوب کو ادہر کھینچنے والی ہیں۔ اسلئے اہم اور سب سے اہم چیز یہی ہے کہ اپنی حفاظت کرتے ہوئے جو شخص بھی اس میں شرکت کر سکے حصہ لے سکے۔ دین کے فروغ کا سبب بن سکے۔ اسلام کی حفاظت کا ذریعہ بن سکے۔ اسلام کو خطرہ سے بچا سکے۔ کفار کے نقصان سے اسلام اور مسلمانوں کو بچا سکے، کفار کے غلبہ کو روک سکے اوسکے سراسر خیر ہونے میں کسے انکار ہو سکتا ہے۔ کون ایسا ہو سکتا ہے۔ جو اسکو پسند نہ کرتا ہو یا اوسکے دل میں اس کا ولولہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ اور جو لوگ کسی معذوری سے خود شریک نہیں ہو سکتے وہ اخلاص سے کام کرنے والوں کی اعانت سے تو کم از کم دریغ نہ کریں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھیجے۔ اور خود اپنے گھر رہے۔

اوسکو ایک درہم (روپیہ) کے بدلہ میں سات سو روپیہ کا اجر ہوگا اور جو خود بھی شریک ہو اوسکو فی روپیہ سات ہزار کا اجر ملے گا (مشکوٰۃ) اسلئے جو لوگ کسی دنیوی مجبوری یا شرعی عذر سے خود شرکت نہ کر سکیں وہ اپنی وسعت کے موافق کام کرنے والونکی اعانت، مالی، بدنی، قلمی سے دریغ نہ کریں۔ کس قدر اللہ جل شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ اس نے معذورین، سست، کمزور اور ناز پروردہ لوگوں کیلئے بھی خیر کے دروازے بند نہیں کیئے ہیں بلکہ ہر عبادت میں شرکت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ ہم لوگ حیلے بہانے کریں اور مہر جاو بیجا بات کو آڑ بنائیں اس کا تو ذکر ہی نہیں۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی اس سلسلہ میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ جہاد صرف قتل و قتال ہی کا نام نہیں ہے گو وہ اس کا اعلیٰ فرد ہے بلکہ ہر وہ سعی جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی قوت و غلبہ کیلئے ہو وہ سب ہی جہاد میں داخل ہے اسی لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہدینے کو افضل جہاد ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا جو سعی بھی اس سلسلہ میں ہوگی وہ سب ہی جہاد کے تحت میں داخل ہے مگر یہاں ایک چیز پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ جو حضرات اس سلسلہ کے اندر منسلک ہیں وہ یقیناً ایک اہم دینی امر میں منہمک ہیں مگر بعض حضرات اس میں اسقدر غلو کرتے ہیں کہ وہ اوس شخص کو جو کسی شرعی وجہ سے یا ذاتی عذر سے شریک نہیں ہوتا ایسا سب و شتم کرتے ہیں کہ پھر نہ اوسکی کوئی عبادت قابل التفات رہتی ہے نہ کوئی خوبی قابل اعتنا۔ فاسق و فاجر تو معمولی لفظ ہے اوسکو جہنمی اور کافر تک کہنے سے باک نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر یہ فرض عین ہو تب بھی اوس کا بلا عذر چھوڑنے والا ایک کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا کافر اوس وقت بھی نہیں ہو سکتا اور بلا کسی شرعی حجت کے ایک مسلمان کو

کا فر کہنا جتنا سخت ترین جرم ہے وہ ظاہر ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایمان کی جڑ تین چیزیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کلمہ گو کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرنا (مشکوٰۃ) دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو فاسق یا کافر کہے اور وہ شخص ایسا نہ ہو تو وہ کلمہ کہنے والے ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے (مشکوٰۃ) یعنی اس کا وبال اوسپر پڑتا ہے۔ بعض لوگ ایسا ظلم کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں کہہ جاتے ہیں کہ فلاں شخص کی کبھی معافی نہیں ہو سکتی اوسکی کبھی بخشش نہیں ہو سکتی۔ مجھے بے حد رنج ہے کہ یہ کلمہ میں نے بعض اہل علم کی زبان سے بھی سنا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ واللہ خدائے تعالیٰ فلاں شخص کی ہرگز مغفرت نہ کرینگے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا یہ کون شخص ہے جو میرے متعلق قسم کھاتا ہے کہ فلاں کی مغفرت نہ کروں گا میں نے اوسکی مغفرت کردی اور (اس قسم کھانے والے کو ارشاد فرمایا کہ) تیرے عمل کو باطل کر دیا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے۔ ایک بڑا عابد دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اوس گناہ گار کو ہمیشہ تنبیہ کرتا رہتا۔ ایک دن اوسکو کسی گناہ میں مبتلا دیکھا تو قسم کھائی واللہ تیری خدا کے یہاں بالکل مغفرت نہ ہوگی۔ دونوں کو موت آئی اور اللہ جل جلالہٗ کے دربار میں حاضری ہوئی۔ عابد کو ارشاد باری ہوا۔ کیا تو میری عطا کے روکنے پر قادر تھا کہ قسم کھالی۔ اوسکے بعد گنہگار کو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا اور اوس عابد کے متعلق ارشاد ہوا کہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اوس نے اپنے ایک کلمہ کی بدولت دین و دنیا دونوں ہی کو ضائع کر دیا (جمع الفوائد)

غرض غصہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کرجانا بڑی جرأت ہے اور اس سے زیادہ سخت یہ ہے کہ دینیات اور اسلامیات پر بھی اہانت کے الفاظ استعمال کردئے جاتے ہیں. کہ جنت کے بہت سے دروازے ہیں، مولویوں نے جنت کو آسان کردیا. جنت کا راستہ سہل کردیا نمازیں پڑھو روزے رکھو اور جنت میں چلے جاؤ. یہ فقرے اور اس قسم کے طنزیہ فقرے تقریروں میں جوش وخروش سے بیان کئے جاتے ہیں. حالانکہ اس سے کس کو انکار ہے کہ جنت کے بہت سے دروازے ہیں. آٹھ دروازے ہونا تو بہت سی روایات میں مشہور ہے ہی. بعض احادیث سے اس سے زیادہ کا پتہ بھی چلتا ہے. چنانچہ نماز کا مستقل دروازہ ہے. روزہ کی ساتھ خصوصیت رکھنے والوں کے لئے علیحدہ دروازہ ہے. اسی طرح صدقہ کا جہاد کا غصہ کو پینے والوں اور لوگوں کے لئے معافی دینے والوں کے لئے علیحدہ دروازہ ہے. متوکل لوگوں کیلئے مستقل دروازہ ہے. چاشت کی نماز کا اہتمام رکھنے والوں کا خصوصی دروازہ علیحدہ ہے. توبہ کا دروازہ علیحدہ ہے اور اللہ کی مرضی پر راضی رہنے والوں کا دروازہ مستقل ہے. حتیٰ کہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ہر عمل کی ساتھ خصوصیت رکھنے والوں کیلئے مستقل دروازہ ہے (فتح). اسلئے اس پر کیا طعن ہے اور یہ کیا طنز کی بات ہے. جیسے اور دینی احکام ہیں ایسے ہی جہاد ہے. بلکہ علامہ شامی نے اسکی تصریح کی ہے کہ فرائض نماز کا اپنے اوقات پر اہتمام کرنا بلا تردد جہاد سے افضل ہے. اسلئے کہ جہاد کی فضیلت ایمان اور نماز ہی کے قایم کرنے کے واسطے ہے اور نماز خود مقصود ہے (شامی)

اسلئے اس میں کوتاہی کرنے والوں کے نماز روزہ وغیرہ کو بیکار کہدینا یا اس پر طعن کرنا حدود سے تجاوز ہے. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب

جہاد میں شرکت کی نیت سے حاضر ہوئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں اُنہوں نے عرض کیا کہ زندہ ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ واپس جاؤ اور اُنہیں کی اچھی طرح خدمت کرو (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں آیا ہے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کو جارہی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ بیوی کی ساتھ حج کو جاؤ (مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین)

ایک حدیث میں آیا ہے۔ ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں اور حضور سے اس میں مشورہ لیتا ہوں حضور نے ارشاد فرمایا تمہاری والدہ زندہ ہیں عرض کیا کہ زندہ ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ رہو اُن کے قدموں میں جنت ہے (مشکوٰۃ)

ایک بدوی حاضرِ خدمت ہوئے اور ہجرت کے بارہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا معاملہ سخت ہے تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا جی ہاں ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ اُن کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں ادا کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا بس تو کہیں سمندر پار اپنے دینی اعمال میں مشغول رہو۔ اللہ جل شانہٗ تمہارے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہ فرمائینگے (ابوداؤد)

غرض سیکڑوں واقعات اور احادیث ایسی ہیں کہ جس میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حقیقی جہاد کے مقابلہ میں دوسرے نیک اعمال کو ترجیح دی ہے۔ پھر حکمی جہاد کا تو کیا ذکر۔ اگرچہ بعض وقتی ضرورتوں اور خاص خاص مصلحتوں کی وجہ سے ایسا بھی ہوا ہے

کہ جہاد کی اہمیت سب سے بڑھ گئی ہے حتیٰ کہ غزوۂ خندق میں خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک یا ایک سے زیادہ نمازیں قضا ہوئیں ہیں۔ مگر یہ کلیہ نہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں کوئی نیک عمل معتبر ہی نہیں۔ بالخصوص جب کہ کسی عذر کی وجہ سے ہو۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگ ایسے چھوڑے ہیں کہ تم جتنا راستہ بھی چلے ہو اور جو کچھ خرچ کیا ہے اور جتنا سفر طے کیا ہے اوس سب کے ثواب میں وہ لوگ بھی شریک ہیں جو مدینہ میں رہ گئے ہیں۔ صحابہ نے تعجب سے پوچھا وہ کیسے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ اپنے گھروں میں موجود ہیں۔ حضور نے فرمایا اسلئے کہ وہ عذر اور مجبوری کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے (ابو داؤد)

اس مضمون کے نظائر بھی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اسکے علاوہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص بیمار ہو جائے یا سفر میں چلا جائے (اور اس وجہ سے اپنا معمول پورا نہ کر سکے) تو اوسکو اتنا ہی ثواب اور اجر ملیگا جتنا کہ وہ صحت کی حالت اور مقیم ہونے کی حالت میں کیا کرتا تھا (مشکوٰۃ بروایۃ البخاری)

ایک حدیث میں ہے جب آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور وہ پہلے سے کسی نیک کام میں مشغول رہتا تھا تو اوس فرشتہ کو جو اوسکے نیک اعمال لکھنے پر متعین تھا یہ حکم ہوتا ہے کہ جو عمل یہ کیا کرتا تھا اس کا ثواب اس کو ملتا رہے (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے جب کوئی ناجائز کام کیا جاتا ہے تو جو شخص کسی مجبوری سے اوس میں شریک ہے اور وہ اوسکو پسند نہیں کرتا لیکن مجبوراً وہاں موجود ہے وہ حکم کے اعتبار سے ایسا ہے گویا شریک ہی نہیں اور جو شخص اوس میں موجود نہیں ہے لیکن

اوسکو پسند کرتا ہے وہ ایسا ہے گویا اوس میں شریک ہے۔ (مشکوٰۃ)
ایک حدیث قریب ہی آرہی ہے جس میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اپنے چھوٹے بچوں کی اعانت کے سلسلہ میں نکلا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر بوڑھے والدین کی مدد کیلئے نکلا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے۔
ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن ثابت کی عیادت کے لئے تشریف لیگئے۔ وہاں جاکر دیکھا کہ وہ چپ چاپ پڑے ہیں آواز دی وہ اسپر بھی نہ بولے حضور نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ ہم تمہارے بارہ میں مغلوب ہو گئے۔ (یعنی تمہاری موت جو تقدیری امر تھا غالب آگئی) عورتیں یہ کلام سنکر یہ سمجھ گئیں کہ وفات ہو چکی ہے اسلئے رونے لگیں۔ اُن کی صاحبزادی نے افسوس کے لہجہ میں کہا میں تو یہ اُمید کر رہی تھی کہ تم شہید ہو کر جاؤ گے اسلئے کہ جہاد میں جانے کا سامان تیار رکھا ہوا ہے حضور نے فرمایا کہ ان کو انکی نیت کا اجر و ثواب ہو گیا۔ اور تم شہادت کس چیز کو سمجھتی ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے راستہ میں قتل ہو جانے کو۔ حضور نے فرمایا کہ قتل کے علاوہ سات قسمیں شہادت کی اور بھی ہیں۔ جو طاعون میں مرے وہ بھی شہید ہے۔ جو پانی میں غرق ہو کر مرے، وہ بھی شہید ہے۔ جو ذات الجنب (نمونیہ) میں مرے وہ بھی شہید ہے۔ جو مبطون ہو (اسکی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ بعض نے اسکی تفسیر استسقاء سے کی ہے بعض نے اسہال سے، بعض نے قولنج کہا ہے اور بعض نے پیٹ کی ہر بیماری) وہ بھی شہید ہے۔ جو آگ میں جلکر مر جائے وہ بھی شہید ہے جو (چھت یا دیوار وغیرہ کے نیچے) دب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے عورت اگر بچہ پیدا ہونے میں مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ (موطا امام مالک) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب اُن کی بیٹی نے عرض کیا کہ شہید ہونا

اللہ کے راستہ میں قتل ہونے کو سمجھتے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس طرح تو میری اُمت کے شہید بہت کم رہجائیں گے اور سکے بعد ان انواع کو ذکر فرمایا ان کے علاوہ ساٹھ کے قریب اقسام موت کی ایسی ہیں جن میں شہادت کا درجہ نصیب ہونے کی بشارت احادیث میں آئی ہے اور اُن کو اوجز المسالک کی دوسری جلد میں اس ناکارہ نے جمع کیا ہے۔

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا سچا رسول تو اُمت محمدیہ کے فضائل اور اُنکی خوبیوں میں ترقیات کے اسباب بہم پہونچائیں اور اُمت اس رحمت کو تنگ کرے۔ ہر شخص جو کسی دینی مشغلہ میں لگا ہوا ہے تعلیم ہو تبلیغ ہو جہاد ہو سلوک ہو وہ اپنے سلسلہ کے علاوہ باقی سب کو لغو بے کار وقت کی اضاعت حتیٰ کہ گمراہی کہنے سے بھی نہ ہچکچے۔ دین اسلام جو ہر نوع سے نہایت سہل تھا اوسکو مشکل بنایا جاتا ہے اور دینی ترقی کے لاتعداد ابواب کو اوسی ایک باب میں منحصر کیا جاتا ہے جس پر وہ خود چل رہے ہیں اور اوسکے علاوہ بقیہ سب ابواب کو گویا دین سے خارج کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین (نہایت) سہل ہے اور جو اوس میں تشدد کرتا ہے مغلوب ہوتا ہے۔ پس سیدھے سیدھے اور قریب قریب چلے چلو اور لوگوں کو (نیک اعمال پر) بشارتیں دو (بخاری شریف)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سہولت پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو۔ لوگوں کو تسکین دو نفرت نہ دلاؤ (در منثور)

صاحب بہجۃ النفوس لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ عقل کی ساتھ یعنی احکام شرعیہ پر عقل کی ساتھ عمل کیا جائے۔ اسی لئے دوسری

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں عقل کے موافق بدلہ دیا جائیگا (مجمع) آپ نے عرض کیا کہ عقل کی ذمہ داری کون کر سکتا ہے (کہ ہر شخص عقل اور سمجھ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کم وبیش ہوتا ہے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ عقل کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن جو شخص اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جانے۔ وہ عاقل ہے اگر اسکے بعد (دین میں) اور کوشش کرے تو وہ عابد ہے اور اگر اور زیادہ کوشش کرے تو وہ جواد (جوانمرد) ہے۔ بس اگر کوئی شخص عبادت میں کوشش کرنیوالا ہوا اور نیک کاموں میں جوانمردی کرنے والا ہو لیکن ایسی عقل اوس کو نہ ہو جو اللہ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کے اتباع پر اور حرام کی ہوئی چیزوں سے رکنے پر پہونچادے۔ تو ایسے ہی لوگ ہیں جنکی کوششیں دنیا میں ضائع ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ اسلئے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جس چیز کو شریعت نے حلال کر رکھا ہے اوس کو حرام سمجھنا دینی بے عقلی ہے۔ اسی طرح دین کے ابواب میں تنگی کرنا یا اُن میں اپنی طرف سے اصلاح کرنا عقل کی بات نہیں ہے۔

صاحب بہجہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے نفس سے اس کا مطالبہ کرے کہ وہ تمام عبادتوں کو ہر طریقہ سے کمال پر پہونچائے وہ دو طرح سے مغلوب ہو گا۔ ایک اس وجہ سے کہ وہ کمال تک پہونچنے سے عاجز ہو گا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْمُنْبَتَّ لَا اَرْضًا قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا اَبْقٰى

دوسرے اس وجہ سے کہ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات مختلف انواع عبادات کا بیک وقت اجتماع ہو گا اور اس صورت میں آدمی ایک ہی کو ادا کر سکتا ہے۔ صاحب بہجہ نے جس حدیث کے ٹکڑے کو ذکر کیا ہے یہ مختلف صحابہ سے نقل کی

گئی ہے علامہ سخاوی نے احادیث مشہورہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن محدثین نے اس میں کلام بھی کیا ہے پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ اِنَّ ھٰذَا الدِّیْنَ مَتِیْنٌ فَاَوْغِلُوْا فِیْہِ بِالرِّفْقِ فَاِنَّ الْمُنْبَتَّ لَا اَرْضًا قَطَعَ وَلَا ظَھْرًا اَبْقٰی

یہ دین ایک مضبوط چیز ہے اس میں نرمی کے ساتھ تیز چلو۔ اسلئے کہ جس شخص نے سواری کو تھکا ڈالا اوس نے نہ تو راستہ ہی قطع کیا نہ سواری ہی کو باقی رکھا کہ دوسرے وقت قطع مسافت کر سکتا۔ اسی لئے حدیث بالامیں ارشاد فرمایا گیا کہ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا سیدھے سیدھے اور قریب قریب چلے چلو یعنی توسط کی رفتار رکھو۔ مندوبات میں اتنا توغل نہ کرو کہ فرائض میں کوتاہی ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ کو نہ دیکھا۔ نماز کے بعد بازار تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ان کا مکان آگیا وہاں تشریف لیگئے اور اُن کی والدہ سے دریافت فرمایا کہ آج صبح کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ رات بھر نوافل میں مشغول رہے نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ تمام رات عبادت میں گذاروں۔

تمام رات کی عبادت کتنی اہم چیز ہے لیکن چونکہ جماعت کی نماز اوس سے زیادہ موکد ہے اسلئے حضرت عمرؓ نے اس کو ترجیح دی اور بھی بہت سی روایات اس مضمون کی مؤید ہیں کہ احکام شرعیہ میں بھی ہر چیز کا ایک درجہ ہے کہ اوس سے نہ گھٹانا چاہیئے نہ بڑھانا۔ محض اس وجہ سے کہ ہم ایک کام میں لگے ہوئے ہیں یا ہمارے نزدیک ایک کام اہم ہے باقی ساری عبادات پر دوسرے سارے دینی کاموں پر پانی پھیر دینا سخت ناانصافی ہے۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ اسکی ترغیب نہ دی جائے یا دوسروں کو

اس طرف متوجہ نہ کیا جائے۔ میرا مقصود یہ ہے کہ اس میں اتنا غلو نہ کیا جائے جو حدود سے متجاوز ہو جائے کہ نہ اسکے مقابلہ میں کوئی فرض رہے نہ واجب نہ عذر رہے نہ معذرت۔ جو لوگ اسکے سلسلہ میں منسلک نہ ہوں وہ جہنمی بنا دئے جائیں وہ بے ایمان اور کافروں میں شمار کر دئے جائیں جیسے کہ بہت سی تقریروں اور تحریروں میں دیکھا جاتا ہے اور بہت زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض اونچے درجہ کے اکابر اور ذمہ دار حضرات کی زبان سے بھی ایسے لفظ نکل جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کے بارے میں ایسی بات کو شائع کرے جس سے وہ بری ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اوس کو قیامت کے دن جہنم میں پگھلائینگے۔ یہاں تک کہ اپنی بات کو سچا ثابت کرے (درِ منثور) پگھلانے کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ میں ڈالدینگے کہ اُس کا بدن لہو پیپ بنکر پگھلتا رہیگا اور جب تک اپنی بات کو سچّا ثابت نہ کریگا اوس وقت تک نکلنے کا حق نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب ایسی بات کہی ہے جو دوسرے میں موجود ہی نہیں ہے تو اوسکو سچا کیسے ثابت کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر اوسی کی مہربانی کی طرف توجہ کرنا پڑیگی جس پر جھوٹا الزام لگایا تھا کہ یا وہ معاف کر دے یا اللہ جل جلالہٗ اپنے لطف سے اوسکو معاوضہ دے کر راضی فرمائیں ورنہ اپنی نیکیاں اُنکے حوالہ کریں اور نیکیاں اپنے پاس نہ ہوں تو اُن کی برائیاں اپنے سر رکھیں۔ جو صورت بھی ہو بہر حال ندامت کتنی سخت ہوگی کہ آج جن کو سب وشتم کیا جا رہا ہے کل اُن کے سامنے ذلیل ہونا پڑے گا۔

سوال نمبر ۴۔ مسلمان تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ آخر اُن کو کیا کرنا چاہئے۔

جواب نمبر ۴۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان ہر نوع سے پریشان ہیں۔ انفرادی مشکلات مستقل گھیرے ہوئے ہیں۔ اور اجتماعی تفکرات علیحدہ دامنگیر ہیں۔ لیکن یہ سوال کہ ان کو کیا کرنا چاہئے

ایک عامی سمجھدار مسلمان کے قلم سے بھی موجب تعجب ہے چہ جائیکہ کسی ذی علم کے قلم سے۔ اسلام وہ مذہب ہے جس کے متعلق اللہ جل جلالہٗ نے اپنے پاک کلام میں تکمیل کا اعلان فرمایا ہے اور اسپر احسان اور نعمت کے پورا کردینے کا تمغہ عطا فرمایا ہے۔ اور کن پیارے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (س مائدہ ع ۱) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور (اس تکمیل سے) تم پر اپنا انعام پورا کردیا اور میں اس بات سے خوش ہوں (اور اسکو پسند کرتا ہوں) کہ تمہارا دین (اور مذہب) اسلام ہو (یعنی مذہب اسلام تمہارے لئے مجھے پسندیدہ ہے اور یہی تمہارا مذہب ہے) کیا ہی مبارک تمغہ ہے۔ کتنا مسرور بنادینے والا امتیاز ہے۔ ایسے مکمل دین کے دعویدار ایسے کامل مذہب کے پیرو اس میں پریشان ہوں کہ مسلمان کیا کریں۔ اللہ پاک نے اور اوسکے سچے رسول نے دین کی یا دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ضرورت اور بات ایسی باقی نہیں چھوڑی جسکے متعلق صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں احکام نہ بیان فرمادئے ہوں اُن کے منافع اور نقصانات نہ بتادئے ہوں اور پھر سب کچھ صرف زبانی تلقین اور کتابی تعلیم نہیں ہے بلکہ اللہ کے سچے رسول اور رسول کی فریفتہ جماعت نے ان سب کو عملی جامہ پہنا کر ان پر عمل کرکے اس کا تجربہ بھی کرادیا ہے۔ الغرض دین و دنیا کی بہبود بھی رسول کے اتباع ہی میں مضمر و منحصر ہے۔ مگر جب ہم لوگ رسول کے اتباع کو دقیانوسیت اور اسکی سنتوں پر مٹنے کو تنگ نظری سمجھیں تو آخرت کا جو حشر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہے اور دنیا کا جو ہو رہا ہے وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک حرکت و سکون صحابہ کرام اور محدثین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے طفیل آج کتابوں میں محفوظ ہے

ایک طرف اُسکو سامنے رکھو دوسری طرف اُمت کے حالات کو سامنے رکھو حضور کی ایک ایک سنت دیدہ و دانستہ دلیری اور جرأت سے چھوڑی جا رہی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اوس کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ اوسکی طرف متوجہ کرنے والوں کو احمق اور دین کا نا سمجھ بتایا جا رہا ہے۔ کیا اس ظلم عظیم کی کوئی حد ہے اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو پریشانی کی شکایت کرنے کا کیا منہ ہے۔ اور تقریروں تحریروں میں اس شور مچانے کا کیا حق ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے ؎

آنچہ بر ما است از ما است ؛ خود کردہ را علاج نیست

اللہ جل جلالہ نے صاف اور کھلے ہوئے الفاظ میں ارشاد فرما دیا وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (س شوریٰ ع ۴)

اور جو کچھ مصیبت تم کو (حقیقۃً) پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہونچتی ہے۔ (اور ہر گناہ پر نہیں پہونچتی بلکہ) بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں (اور اگر وہ ہر گناہ پر دنیا میں پکڑ کرنے لگیں تو) تم زمین میں (کسی جگہ بھی پناہ لیکر) اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد پاک ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (س روم ع ۵) بر و بحر (یعنی خشکی اور تری غرض ساری دنیا) میں لوگوں کے اعمال کی بدولت فساد پھیل رہا ہے (اور بلائیں قحط زلزلے وغیرہ نازل ہو رہے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ ان کو چکھا دے۔ شاید کہ وہ اپنے ان اعمال سے باز آ جائیں۔ اس قسم کے مضامین کلام پاک میں دو چار جگہ نہیں سیکڑوں جگہ وارد ہیں۔ پہلی آیت کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تجھے بتاتا ہوں۔ اے علی جو کچھ بھی تجھے پہونچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب ہو یا دنیا کی کوئی بھی مصیبت ہو وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُوس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی لکڑی کی خراش یا کسی رگ کا حرکت کرنا یا قدم کی لغزش (ٹھوکر کھا جانا) یا پتھر کہیں سے آکر لگ جانا جو کچھ بھی ہوتا ہے کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بندہ کو کوئی زخم یا اس سے بھی کم درجہ کی کوئی چیز جو پہونچتی ہے وہ کسی اپنی ہی کی ہوئی حرکت سے پہونچتی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بدن میں کوئی تکلیف تھی۔ لوگ عیادت کیلئے آئے۔ اور افسوس کرنے لگے۔ فرمایا افسوس کی کیا بات ہے کسی گناہ کی وجہ سے یہ بات پیش آئی ہے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک پڑھ کر بھول جاتا ہے وہ کسی گناہ کی بدولت ہوتا ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمانے لگے کہ قرآن شریف کو بھول جانے سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت اسماءؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے سر میں درد ہوا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگیں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے ہے (درمنثور) (ابن کثیر)

اگرچہ بعض اوقات مصائب اور حوادث کے اسباب کچھ اور بھی ہوتے ہیں جنکی وجہ سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور معصوم بچوں کو بھی ابتلاء ہوتا ہے جو اپنے مواقع پر مذکور ہیں۔ مجھے اس جگہ ان آیات واحادیث کی شرح کرنا مقصود نہیں ہے کہ جملہ احتمالات

اور اشکالات کو ذکر کروں۔ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں ایک ضابطہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور ان حوادث اور آفات کا ایک خاص سبب بیان کیا گیا ہے اور وہ سبب اس قدر قوی ہے کہ اوسکے زہریلے اثرات میں بسا اوقات وہ لوگ بھی گرفتار ہو جاتے ہیں جو ان معاصی میں مبتلا نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا اس امت کے آخر زمانہ میں خسف ہوگا (زمین میں آدمیوں اور مکانوں کا دھنس جانا) اور مسخ ہوگا (کہ آدمی کتے اور بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہو جائینگے) اور قذف ہوگا (کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں گے) کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس حالت میں بھی ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحا موجود ہوں۔ حضور نے فرمایا ہاں جب خباثت کی کثرت ہو جائے۔ (اشاعۃ بروایۃ ترمذی وغیرہ) خباثت کی کثرت کے وقت صلحا کی موجودگی میں بھی عذاب ہو سکتا ہے۔ اور یہ ارشاد تو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے۔ کہ نیک کاموں کا آپس میں ایک دوسرے کو حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دینگے۔ بعض احادیث میں اسکے بعد ارشاد ہے کہ اوس وقت اگر دعائیں بھی کیجائینگی تو قبول نہ ہونگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس جماعت میں کوئی ناجائز بات جاری ہو اور وہ جماعت اوسکے روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے تو مرنے سے پہلے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ اس جماعت کو کسی عذاب میں مبتلا فرما دینگے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ کسی آبادی کے اُلٹ دینے کا حکم فرمایا اُنھوں نے عرض کیا کہ اوس آبادی میں فلاں بندہ ایسا ہے جس نے کسی وقت بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ ارشاد ہوا کہ یہ صحیح ہے مگر میری وجہ سے کبھی بھی اوسکی پیشانی پر بل نہیں پڑا مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں ہوتے ہوئے دیکھ کر رنج اور غصہ بھی نہیں آیا کہ یہ ادنیٰ درجہ

ہے (مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف) اس قسم کی اور بھی سیکڑوں احادیث نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے کہ اون میں ناجائز کاموں کو دیکھ کرکم ازکم غصہ اور رنج نہ ہونے پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ یعنی ان کے روکنے پر اگر قدرت نہ ہو توکم سے کم درجہ اُن کو دیکھ کر رنج ہونا توضروری ہے ۔ اب ہم لوگ اپنے حالات کو دونوں قسم کے ارشادات پر جانچ لیں کہ کس قدر معاصی اور گناہوں میں ہر وقت خود مبتلا رہتے ہیں اور سابقہ آیات واحادیث کی بنا پر کتنے حوادث اور عذاب ہم پر مسلط ہونا چاہئیں اور اسکے ساتھ ہی اپنے اعمال کو چھوڑ کر اللہ کی کتنی نافرمانیاں ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر کتنا اضطراب اور بےچینی ہم کو اُن کے دیکھنے سے ہوتی ہے ایسی حالت میں کیا تو ہم لوگوں کی دعائیں قبول ہوں اور کیا ہماری پریشانیاں دور ہوں یہ تو اللہ کی رحمت اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور انکی مقبول دعاؤں کی برکت ہے کہ سب کے سب ہلاک نہیں ہو جاتے ۔

ہمارے حالات یہ ہیں کہ ہر معصیت ہمارے یہاں قابل فخر ہے۔ اور ہر بد دینی ترقی کا راستہ ہے۔ اور ہر کفریات بکنے والا روشن خیال ہے۔ اور اوسپر کوئی شخص نکیر کردے یا کرنا چاہے وہ گردن زدنی ہے کٹھ ملا ہے۔ دنیا کے حالات سے اور ضروریات زمانہ سے بے خبر ہے۔ جاہل ہے۔ ترقی کا دشمن ہے۔ ترقی کے راستہ میں روڑے اٹکانے والا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ یہ تو کلی ارشادات تھے اب مثال کے طور پر چند جزئیات کو بھی دیکھتے جاؤ۔ مذہب اسلام میں ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ نماز کا ہے۔ بہت سی احادیث میں نماز کے چھوڑنے کو کفر تک پہونچانے والا بتایا ہے۔ اسلام اور کفر کا امتیاز ہی نماز کو بتایا گیا ہے۔ نماز کے چھوڑنے میں کتنے کتنے دینی اور دنیوی نقصانات ہیں اُن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ فضائل نماز[۱] میں ذکر کرچکا ہوں یہاں اعادہ کی ضرورت

[۱] یہ نماز کے بارے میں ایک مفصل رسالہ ہے جو یحیوی کتب خانہ سہارنپور سے بقیمت ۷۵/ پیسے مل سکتا ہے۔ ۱۲۰

نہیں. لیکن کتنے مسلمان ہیں جو اس اہم فریضہ کا اہتمام کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ نہ پڑھنے والوں کو ٹوکنے کی بھی کسی کی مجال نہیں ہے۔ کسی غریب مسلمان کو ٹوکا جا سکتا ہے لیکن کسی اعلیٰ طبقہ کے مسلمان کو بھی کہا جا سکتا ہے؟ جن لوگوں کی جیب میں چار پیسے ہیں یا کوئی معمولی سی حکومت یا ریاست اُون کو ملی ہوئی ہے کسی کی مجال ہے کہ اُن کو تنبیہ کر سکے. کیا ممکن ہے کہ اونکی عالی بارگاہ تک اس اہم فریضہ کے چھوڑنے پر کوئی نکیر پہونچ سکے. کوئی بھی کلمہ اس بارہ میں اُن سے کہا جا سکے۔ اور اب تو اس سے بھی بڑھ کر ایک شخص ڈنکے کی چوٹ علی الاعلان کہتا ہے کہ نماز کوئی عبادت ہی نہیں. اوسکو ٹوکنا درکنار اوسکی مدح سرائی کی جاتی ہے وہ علامہ ہے. مسلمانوں کے درد کا درمان ہے. وقت کی ضرورت کو سمجھنے والا ہے. اوسکے خلاف جو آواز اُٹھائے وہ جاہل ہے. دو رکعت کا امام ہے جو نہ مصلحت وقت کو سمجھتا ہے نہ مسلمانوں کی ضرورت سے واقف ہے. نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے مگر انکے اتباع کا دعویٰ کرنے والا شخص کہتا ہے کہ یہ ایک فالتو چیز ہے اسپر اوسکو دقیق نظری باریک بینی کا تمغہ ملتا ہے. یہ واقعات ہوں اور پھر مسلمان اپنے اوپر مصائب اور حوادث کی شکایت کریں. ایسے حالات میں ہم پر جو بلائیں نازل ہوں وہ سب اُس سے کم ہیں جسکے ہم اپنے اعمال سے مستحق ہیں اور صرف اللہ کا رحم ہے کرم ہے اوس کی رحمت وحلم کی وسعت ہے کہ ہم صفحہ ہستی پر موجود ہیں۔

یہ تو ایک رکن ہوا اب اسلام کے باقی ارکان روزہ، زکوٰۃ، حج میں سے کسی ایک کو لیلو اور عالم پر ایک نگاہ ڈال کر اوس کا حشر دیکھ لو کہ ان ارکان پر عمل کرنے والے کتنے ہیں۔

اب دوسری جانب محرمات میں ایک نہایت معمولی سی چیز شراب ہی کو دیکھ لو کہ کتنے اسلام

کی حمایت کے دعویدار اور ترقی اسلام پر مرمٹنے والے ایسے ہیں جو کس جرأت اور بیحیائی سے کھلم کھلا علے الاعلان پیتے ہیں۔ قرآن شریف میں بار بار اسپر تنبیہ فرمائی گئی ہے اور صاف لفظوں میں اسکے چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے پینے والے پر لعنت کی ہے اس کے بنانے والے پر لعنت کی ہے اس کے بنوانے والے پر لعنت کی ہے اسکے بیچنے والے پر لعنت کی ہے خریدنے والے پر لعنت کی ہے، لاد کر لیجانے والے پر لعنت کی ہے اور جسکے پاس لیجائی جائے اس پر لعنت کی ہے۔ اسکے پلانے والے پر لعنت کی ہے اسکو بیچکر اسکی قیمت کھانیوالے پر لعنت کی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک اللہ نے شراب پر لعنت فرمائی ہے۔ اور اس کے بنانے والے پر اور بنوانے والے پر اوسکے پینے والے پر اُٹھا کر لیجانے والے پر اور جسکے پاس لیجائی جائے اوسپر اور اُوس کے بیچنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور پلوانے والے پر (یعنی کوئی اپنے ملازم وغیرہ کے ذریعہ سے دوسرے کو پلوائے تو آقا پلوانے والا ہوا اور ملازم پلانے والا) حاکم نے ان دونوں حدیثوں کو صحیح بتایا ہے اب غور کرنے کی چیز ہے کہ اس ایک شراب کی بدولت کتنے آدمی ہیں جو اللہ کی لعنت میں داخل ہوتے ہیں اوسکے رسول کی لعنت میں داخل ہوتے ہیں۔ اب غور کرو جن لوگوں پر اللہ پاک اور اُوس کا وہ رسول جو اُمت پر سب سے زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والا تھا جو ہر وقت اُمت کی فلاح و کامیابی میں منہمک رہتا تھا۔ دونوں لعنت کرتے ہوں ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور جو باوجود قدرت کے اوسپر سکوت کریں نکیر نہ کریں وہی کونسے کچھ دور ہیں۔ اسکے بعد اپنی حالت کو دیکھو کہ نکیر درکنار کوئی نکیر کرنے والا اس فعل کو بُرا کہنے والا ہو تو وہ تنگ نظر ہے خشک ملا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شراب سے بچو۔ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

جب ہم لوگ برائیوں کا مقفل دروازہ اپنے ہاتھ سے کھولیں۔ پھر برائیوں کی شکایت کیوں کریں۔ جب ایک سچے اور پکے خبر دینے والے نے فرمادیا کہ اس دروازہ کو کھولو گے تو فلاں چیز نکلے گی۔ ہم خود دروازہ کھولتے ہیں اور وہ چیز نکلتی ہے تو واویلا کرتے ہیں۔ اس بے وقوفی کی کوئی حد بھی ہے۔

اسی طرح سود ہی کے مسئلہ کو دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ اور اُسکے سچے رسول کے ارشادات کو اوّل غور کرو کہ اللہ جل جلالہٗ نے کس زور سے اوسکے متعلق قرآن پاک میں تنبیہ اور ممانعت فرمائی۔ حتیٰ کہ اپنی طرف سے اور اپنے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو اعلان جنگ فرمادیا ہے۔ جو سود کو نہ چھوڑیں چنانچہ ارشاد ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (س بقرع ۳۸) پس اگر تم ایسا نہ کرو (یعنی سود کا بقایا روپیہ جو لوگوں کے ذمہ ہے نہ چھوڑ دو) تو اشتہار سنلو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اُوسکے رسول کی طرف سے۔ چونکہ زمانہ جاہلیت میں سود کے معاملات ہوتے تھے اسلئے یہ حکم نازل ہوا کہ جن کا سود کا روپیہ لوگوں کے ذمہ باقی ہو وہ بھی اب ہرگز وصول نہ کریں چہ جائیکہ از سر نو سود لیں۔ احادیث میں نہایت کثرت سے اس پر وعیدیں آئیں ہیں۔ کئی حدیثوں میں اس قسم کے ارشادات بھی وارد ہوئے ہیں کہ سود تہتر باب (گناہ کے) ہیں جن میں سے کم درجہ ایسا ہے جیسا کہ اپنی ماں سے کوئی زنا کرے اور بدترین سود (کے حکم میں ہے) مسلمان کی آبروریزی کرنا۔ ایک حدیث میں ہے ایسے گناہوں سے اپنے کو بچاؤ جنکی مغفرت نہیں ہے ان میں سے سود بھی ہے جو شخص سود کھاتا ہے وہ قیامت کے دن میدان حشر میں پاگلوں کی طرح ہوگا۔ متعدد حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر سود دینے والے پر سودی روپے کی گواہی دینے والوں پر سود کا معاملہ لکھنے والے پر لعنت کی ہے جس پر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعنت کریں اوس کا کیا حشر ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس قوم میں زناکاری اور سود خواری شائع ہو جائے اوس قوم نے اللہ کے عذاب کے واسطے اپنے کو طیار کر لیا ہے۔ ان ارشادات کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب آجکل کے معاملات کو شرعی قواعد سے جانچو۔ کتنے معاملات ایسے ہیں جن میں سودی لین دین کھلم کھلا ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سود کو جائز بتایا جاتا ہے۔ اوسکے جواز پر رسالے لکھے جاتے ہیں کوئی غریب اسکے خلاف آواز اُٹھائے تو اوس پر جھوٹے سچے الزامات لگائے جاتے ہیں اوس کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور اسکی کوشش کی کی جاتی ہے کہ اوسکی بات نہ سنی جائے۔ یہ دو ایک مثالیں اجمالی طور پر میں نے ذکر کی ہیں۔ ان کے علاوہ بقیہ احکام شرعیہ کو تم خود دیکھ لو غور کر لو۔ جتنے احکام کرنے کے ملیں گے اون میں تغافل، تساہل بلکہ انکار ملیگا اور جتنے امور نہ کرنے کے ہوں گے ناجائز ہونگے حرام ہوں گے ان پر جرأت و بے باکی اور اُن میں نہایت کثرت سے کھلم کھلا ابتلاء ملیگا اوّل تو اپر ٹوکنے والا روکنے والا کوئی ملیگا نہیں اور اگر کسی جگہ کوئی ایک آدھ پُرانے خیال والا ملیگا تو اس کا جو حشر ہو رہا ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان خصوصی مثالوں کے بعد اجمالی طور پر اب میں چند حدیثیں صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں جن سے اندازہ ہو جائیگا کہ ہم لوگوں کی پریشانیاں حوادث مصائب ہمارے خود اکٹھے کئے ہوئے ہیں اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔

اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مسلمان سچا سمجھتے ہیں تو اُن کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حضور نے جس قسم کے اعمال پر جس قسم کے عذاب اور پریشانیوں کا مرتب ہونا ارشاد فرمایا ہے وہ ہو کر رہیں گے اگر ہم اُن سے بچنا چاہتے ہیں تو اُن اعمال کو چھوڑ دیں ہم

لوگ آگ میں کود جائیں اور شور مچائیں کہ جل گئے جل گئے اس سے کیا فائدہ۔ ان احادیث کو غور سے مطالعہ کرو اور کثرت سے دیکھا کرو۔

عَنْ عَلِيٍّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ قِيْلَ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَبَرَّ صَدِيْقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ وَاتُّخِذَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا أَوْ خَسْفًا أَوْ مَسْخًا۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمت یہ پندرہ کام کرنے لگے گی تو اوپر بلائیں نازل ہونے لگیں گی ۔ ۱ غنیمت کا مال ذاتی دولت بنجائے ۔ ۲ امانت ایسی ہوجائے جیسا غنیمت کا مال ۔ ۳ زکوٰۃ کا ادا کرنا تاوان سمجھا جائے (کہ جیسے تاوان ادا کرنا مصیبت ہوتا ہے ایسے ہی زکوٰۃ ادا کرنا تاوان مصیبت بنجائے) ۔ ۴ : ۵ بیویوں کی فرمانبرداری کی جائے اور ماں کی نافرمانی کی جائے ۔ ۶ ، ۷ دوستوں اور یاروں سے نیکی کا برتاؤ کیا جائے اور باپ کی ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا جائے ۔ ۸ مسجدوں میں شور وشغب ہونے لگے ۔ ۹ رذیل لوگ قوم کے ذمہ دار سمجھے جائیں ۔ ۱۰ آدمی کا اکرام اس وجہ سے کیا جائے کہ اوسکے شر سے محفوظ رہیں (یعنی وہ اکرام کے قابل نہیں مگر اس وجہ سے اوس کا اعزاز کیا جائے کہ وہ کسی مصیبت میں نہ مبتلا کردے)

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ

اِمْرَأَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ
وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ
فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ
وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ
الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ
وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ
هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ
رِیْحًا حَمْرَآءَ وَزَلْزَلَةً وَّخَسْفًا وَّمَسْخًا
وَقَذْفًا وَّاٰیَاتٍ تُتَابِعُ کَنِظَامٍ بَالٍ
قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ رَوَاهُمَا التِّرْمِذِیُّ
وَذَکَرَهُمَا فِی الْمِشْکٰوةِ بِرِوَایَتِهٖ وَذَکَرَ
صَاحِبُ الْاِشَاعَةِ حَدِیْثَ عَلِیٍّ رض
بِاَطْوَلَ مِنْهُمَا وَفِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ مِنْ
حَدِیْثِ عَوْفٍ بِنَحْوِهٖ وَقَعَدَتِ الْحُمْلَانُ
عَلَی الْمَنَابِرِ وَاتُّخِذَ الْقُرْاٰنُ مَزَامِیْرَ

۱۱ شراب (علی الاعلان) پی جائے ۱۲ (مرد)
ریشمین لباس پہنیں ۱۳ گانے والیاں
(ڈومنیاں کنچنیاں وغیرہ) مہیا کی جائیں۔
۱۴ باجے بنائے جائیں (کہ عام طور سے استعمال
کئے جائیں) ۱۵ امت کے پہلے لوگوں کو
(صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین کو) برا کہا جائے
تو امت کے لوگ اُس وقت سُرخ آندھی اور
زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے
(اس قسم کے عذابوں) کا انتظار کریں۔
دوسری حدیث میں ہے کہ جب بیت المال
کا مال ذاتی دولت بنجائے اور امانت کو مال
غنیمت سمجھا جائے اور زکوٰۃ تاوان بنجائے
اور علم کو دین کے واسطے نہ سیکھا جائے (بلکہ
دنیوی اغراض مال و دولت وجاہت وغیرہ
کیلئے سیکھا جائے) بیوی کی اطاعت ہو اور
ماں کی نافرمانی۔ یاروں سے قرب ہو اور باپ سے دوری ہو۔ مسجدوں میں شور وشغب ہونے
لگے۔ فاسق لوگ سردار بنجائیں۔ رذیل لوگ قوم کے ذمہ دار بنجائیں۔ برائی کے ڈر سے آدمی کا اعزاز
کیا جائے۔ گانے والیاں اور باجے کھلم کھلا استعمال کئے جائیں۔ شرابیں پی جائیں۔ اور
امت کے پہلے لوگوں کو برا بھلا کہا جائے تو اُس وقت سرخ آندھی اور زلزلہ اور زمین

میں دھنس جانے اور صورت مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کریں۔
تیسری حدیث میں ان دونوں کے قریب قریب مضمون ہے اور یہ بھی ہے کہ کم عمر بچے ممبروں پر وعظ کہنے لگیں۔

فائدہ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو شمار کیا ہے اُن میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو اس زمانہ میں نہایت شد و مد سے شائع نہیں ہے۔ ایک ایک جز کو ان اجزا میں سے لو اور دنیا کے حالات پر نظر کرو تو یہ معلوم ہو گا کہ ساری دنیا اسی میں مبتلا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہو گا اللہ تعالے اوس قوم کے دلوں میں دشمنوں کا خوف ڈالدینگے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہو گی اوس قوم میں اموات کی کثرت ہو گی۔ اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی اوس کی روزی میں کمی ہو گی۔ اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلے کریگی اوس میں قتل کی کثرت ہو گی اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہونگے اُنپر اللہ جل شانہٗ کسی دشمن کو مسلط فرما دینگے (مشکوٰۃ)
حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (خاص طور سے) متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور خدا نہ کرے کہ تم ان میں مبتلا ہو (تو ان کے عذاب مسلط ہو جائینگے) ایک یہ کہ جس قوم میں فاحشہ (زنا وغیرہ) کھلم کھلا ہونے لگے اوس میں طاعون اور ایسی نئی نئی بیماریاں ہونگی جو پہلے کبھی نہ سنی ہونگی اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کریگی وہ قحط اور مشقت اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا ہو گی اور جو لوگ زکوٰۃ روکیں گے اُن سے بارش بھی روک لی جائے گی اگر (بے زبان) جانور نہ ہوں تو ذرا بھی انپر بارش نہ برسائی جائے (مگر جانوروں کی ضرورت سے تھوڑی بہت ہو گی) اور جو لوگ اللہ اور اوسکے

رسول کے عہد کو توڑینگے وہ دشمنوں میں گھر جائینگے اور جو لوگ ناحق کے احکام جاری کرینگے وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہونگے (ترغیب) اور یہ مضمون تو متعدد روایات میں آیا ہے کہ زنا کی کثرت فقر کو پیدا کرتی ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو قوم بدعہدی کرتی ہے اوسمیں آپس میں خونریزی ہوتی ہے اور جس قوم میں فحش (زنا وغیرہ) کی کثرت ہوتی ہے اوس میں اموات کی کثرت ہوتی ہے اور جو جماعت زکوٰۃ کو روک لیتی ہے ادا نہیں کرتی اوس سے بارش روک لی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جن لوگوں میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے اون کے دلوں پر رعب کا غلبہ ہوتا ہے وہ (ہر شخص سے مرعوب رہتے ہیں) حضرت کعب کہتے ہیں کہ اس اُمت کی ہلاکت بدعہدی سے ہوگی (درمنثور)

ایک حدیث میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اس اُمت میں ایک جماعت رات کو کھانے پینے اور لہو لعب میں مشغول ہوگی اور صبح کو بندر اور سور کی صورتوں میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور بعض لوگوں کو زمین میں دھنس جانے کا عذاب ہوگا۔ لوگ کہیں گے کہ آج رات فلاں خاندان دھنس گیا اور فلاں گھر دھنس گیا اور بعض لوگوں پر آسمان سے پتھر برسائے جائینگے جیسے کہ قوم لوط پر برسائے گئے تھے اور بعض لوگ آندھی سے تباہ ہونگے۔ اور یہ سب کیوں ہوگا ان حرکتوں کی وجہ سے، شراب پینے کی وجہ سے، ریشمین لباس پہننے کی وجہ سے، گانے والیاں رکھنے کی وجہ سے، سود کھانے کی وجہ سے اور قطع رحمی کی وجہ سے (حاکم نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے (درمنثور) ایک حدیث میں ہے کہ جس طاعت کا ثواب سب سے زیادہ جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ حتیٰ کہ بعض گھرانے والے گناہ گار ہوتے ہیں لیکن صلہ

رحمی کی وجہ سے ان کے مال بھی بڑھ جاتے ہیں اور اولاد کی بھی کثرت ہو جاتی ہے اور سب سے زیادہ جلد عذاب لانے والے گناہ ظلم ہے اور جھوٹی قسم ہے کہ یہ مال کو بھی ضائع کرتے ہیں اور عورتوں کو بانجھ کر دیتے ہیں (کہ اولاد پیدا نہیں ہوتی) اور آبادیوں کو خالی کر دیتے ہیں (درمنثور) یعنی اموات کی کثرت ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر گناہ کا عذاب حق تعالیٰ شانہٗ جب تک چاہتے ہیں موخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کا وبال بہت جلد ہوتا ہے۔ زندگی ہی میں مرنے سے پہلے پہلے اسکا وبال بھگتنا پڑتا ہے (در) حضور کا ارشاد ہے کہ تم عفیف رہو تو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہینگی۔ تم اپنے والدین کی ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کریگی (در)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور کتنے اہتمام سے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں اوس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے رہو (لوگونکو تبلیغ کرتے رہو) اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر عذاب نازل فرمائینگے اور تم لوگ اوس وقت دعا بھی کروگے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور بری باتوں سے روکنا) کرتے رہو اس سے قبل کہ ایسا وقت آجائے کہ جس میں تم دعا کرو تو وہ بھی قبول نہ ہو ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں کے کسی (ناجائز) کام کے کرنیسے عام عذاب نازل نہیں فرماتے جب تک کہ اون لوگوں کے سامنے وہ کام کیا جائے اور وہ اوسکے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں اور جب یہ نوبت آجائے تو پھر عام و خاص سب ہی کو عذاب ہوتا ہے (در) یہی اسباب ہیں جنکی وجہ سے آجکل نئی نئی آفات زلزلے، طوفان، قحط، ریلوں کا ٹکرانا وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے حوادث روزمرہ کے ہوگئے ہیں جنکی

حد نہیں۔ نئے نئے امراض، نئے نئے مصائب ایسے روز افزوں ہیں جو پہلے کبھی برسوں میں بھی نہیں پیش آتے تھے۔ اخبار بین حضرات اس سے بہت زیادہ واقف ہیں اور چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بھی تقریباً بند ہے اسلئے دعاؤں کے قبول ہونے کی اُمید بھی مشکل ہے۔ نمازوں کے بعد دعاؤں کے اعلان کر دینے سے کیا کفایت ہو جبکہ دعا قبول نہ ہونے کے ہم اسباب خود اختیار کریں۔ بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور بعض روایات میں تیسرا شخص رائش یعنی جو درمیانی واسطہ رشوت دینے میں ہو اس پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے۔ اب دیکھو کہ کتنے آدمی اس بلا میں مبتلا ہیں اور جن پر اللہ کا سچا اور مقبول رسول لعنت کرے ان کا کیا حشر ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ظلم نہ کرو کہ تمہاری دعائیں قبول نہ ہونگی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ ظالم کو مہلت دیتے ہیں۔ (شاید باز آجائے) لیکن جب پکڑتے ہیں پھر وہ چھوٹ نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور آپ کے رب کی دار گیر ایسی ہی سخت ہے۔ جب وہ کسی بستی والوں پر جو ظالم ہوں دار گیر کرتا ہے بیشک اوسکی پکڑ بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے۔ اب دنیا کے مظالم کو دیکھو اور پھر سوچو۔ کہ جب اللہ کی پکڑ سختی سے ہو تو مصائب اور پریشانیوں کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم کی بد دعا قبول ہوتی ہے خواہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو (ترغیب۔ حصن حصین)

ایک حدیث میں آیا ہے اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ میرا غصہ اوس شخص پر نہایت سخت ہوتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرے جو میرے سوا کوئی مددگار نہیں رکھتا (معجم صغیر)

۵ — بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن۔ اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والے اُوسپر رحم نہیں کرتے (ترغیب) ایسی حالتیں جب مظلوموں کی بد دعائیں روز افزوں ہوں اور آسمان والے رحم نہ کریں تو بجلیاں، اولے، طوفان جتنے بھی آئیں قرین قیاس ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کہ اوسکے قبول ہونے میں کوئی چیز حائل نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم کی بد دعا قبول ہوتی ہے چاہے وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں مظلوم کی دعا کو رد نہیں کرتا خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو (حصن)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ میری اُمت خیر اور بھلائی پر رہیگی جب تک کہ اُن میں حرامی بچوں (زنا کی اولاد) کی کثرت نہ ہو اور جب ان کی کثرت ہو گی تو حق تعالیٰ شانہٗ اس امت کو ایک عام عذاب میں مبتلا فرمائینگے (ترغیب) مخفی حرامکاریوں کا تو کیا ذکر کوئی بڑے سے بڑا شہر یا چھوٹے سے چھوٹا قصبہ بھی ایسا ہے جہاں کھلم کھلا علی الاعلان زنا کی کثرت اور حرامی بچوں کی پیداوار نہ ہوتی ہو اور میونسپلٹی کے مسلم ممبران اسپر مجبور نہ ہوں کہ اس بے پدری اولاد کی روز افزوں پیداوار کے لیے مستقل جگہوں کا انتظام کریں اور اُن کے مکانات کیلئے وسیع جگہ مہیا کریں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جس آبادی میں سود خواری اور زنا کاری علے الاعلان ہونے لگے تو سمجھ لو کہ وہاں کے لوگ اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو اتار لیتے ہیں (ترغیب) ذرا غور تو کرو کتنے آدمی ہیں جو اس بدکاری میں مبتلا ہیں اور کتنے مہذب اور شریف آدمی ہیں جو اس سیہ کاری کے لئے مکانات کرایہ پر دیتے ہین اور کتنے دیندار میونسپل کمشنر ایسے ہیں جو اس ذلیل کام کیلئے جگہوں کا انتظام کرنے پر مجبور ہیں۔

بہت سی صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو یا تصویر ہو (رحمت کے) فرشتے اوس میں داخل نہیں ہوتے۔ ابووائل رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضؓ کی ساتھ ملک شام کے ایک غزوہ میں شریک تھا ایک جگہ ٹھیرنا ہوا وہاں کا رئیس حضرت عمرؓ کو تلاش کرتا ہوا (زیارت کے شوق میں) آیا۔ جب حضرت عمر رضؓ کے پاس پہونچا تو اُون کو سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ سجدہ کیسا۔ اوس نے عرض کیا کہ ہمارا اپنے بادشاہوں کے ساتھ یہی معمول ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سجدہ اوسی معبود کو کر جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اوسکے بعد اوسنے درخواست کی۔ کہ میں نے آپ کیلئے کھانا طیار کیا ہے۔ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تیرے مکان میں تصویریں تو نہیں ہیں۔ اوس نے عرض کیا تصویریں تو ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم اوس میں نہیں جاتے تو ایک قسم کا کھانا بھیجدینا اوس نے بھیجدیا اور حضرت عمرؓ نے تناول فرمالیا (حاکم) اب دنیا کے مہذب مکانوں پر بھی ایک نگاہ ڈالو۔ کیا بغیر تصویر کے مکان کی آرائش ہوسکتی ہے اور مجال ہے کہ کوئی تنگ نظر مولوی ٹوک سکے۔ تم ہی بتاؤ کہ جب ہم رحمت کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کرلیں اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے اسباب جتنے ممکن ہوسکیں اختیار کرتے رہیں۔ پھر ہماری پریشانیاں اور مصائب کیوں نہ روز افزوں ہوں۔ ہمارے اسلاف کا عمل یہ ہے کہ وہ کفار کے اون مکانوں میں بھی جانا گوارا نہ کریں جہاں تصاویر ہوں اور ہم ناخلفوں کا عمل یہ کہ مسلمان ہوکر اس ناجائز چیز سے مکان کو زینت دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد کو غور سے دیکھتے جاؤ اور اپنا اور دنیا کا جائزہ لیتے جاؤ اور اسلامی تعلیم کے کمال اور مسلمانوں کی دینی تعلیم سے حیرت انگیز اعراض پر تعجب میں بڑھتے جاؤ۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو دو فرشتے اوسکے قریب کھڑے ہوکر اعلان کرتے ہیں۔ لوگو! اپنے رب کی طرف

متوجہ ہو جاؤ۔ تھوڑا سا مال جو (ضروریات کو) کفایت کر جائے بہتر ہے اوس کثیر مال سے جو لہو میں مشغول کرے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اوسکے قریب دو فرشتے کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں اے اللہ (خیر میں) خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کے مال کو تلف کر (ترغیب) اب غور کرو جو لوگ بخل اور کنجوسی سے مصائب اور مشقتیں اُٹھا کر جمع کر کے رکھتے ہیں (اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے) کس طرح اوس مال کی بربادی کیلئے اپنے اوپر پریشانیاں اور مصائب جمع کرتے ہیں کہ کبھی تو اسکے تلف ہونے کے واسطے کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے تو حکیم ڈاکٹر دوا علاج میں سیکڑوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اگر جھوٹی سچی مقدمہ بازی شروع ہو گئی تو سارا ہی اندوختہ نبٹ جاتا ہے۔ اور اگر کسی کی اپنے اعمال حسنہ کی وجہ سے اپنی حفاظت بھی رہی تو اولاد ایسی آوارہ ہوتی ہے کہ وہ باپ کی برسوں کی کمائی کو مہینوں کی عیاشی میں اُڑا دیتی ہے۔ یہ فرضی قصے نہیں ہیں آئے دن کے واقعات ہیں کہ بڑوں نے محنت اور مشقت اُٹھا کر لہو پسینہ ایک کر کے بہت سا مال جمع کیا اور اُنکے مرتے ہی ناخلف ورثہ نے برسوں کی کمائی مہینوں میں بلکہ ہفتوں میں اُڑا دی۔ اسی لئے متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اوس کا مال صرف وہ ہے جو کھا لیا یا پہن لیا یا (اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے) جمع کر لیا اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے (ترغیب)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ تو جو مال اپنی روزی سے زیادہ جمع کرے وہ دوسروں کا ہے اور تو خزانچی ہے (کتاب المخلات) سینکڑوں روایات کتب حدیث میں اس قسم کے مضامین کی وارد ہوئی ہیں کہ اپنی ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہے وہ سب دوسروں پر خرچ کرنے کے واسطے ہے۔ جمع کرنے کے واسطے نہیں۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد

ہے۔ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۷) آپ سے یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہدیں کہ جو بچے (یا جو سہل ہو) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ عفو وہ ہے جو اہل وعیال سے بچ جائے۔ یہاں ایک چیز پر اور بھی غور کرتے چلو کہ غریب کی مدد اور غربت کے ازالہ کا علاج جس کو آج کل بہت ہی اہمیت دی جارہی ہے کیا اسلامی تعلیم سے بہتر کہیں ملتا ہے۔ ایک شخص کو مجبور کرنا کہ اوس کو اپنی ضرورت سے زیادہ کچھ نہ ملے اور ایک شخص کو آمادہ کرنا کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ کچھ نہ رکھے اور برضا ورغبت سب کچھ غریبوں پر خرچ کردے۔ دونوں نظریوں میں کتنا فرق ہے کہ پہلا ظلم محض ہے۔ دوسرا خیر محض۔ پہلے میں حوصلوں کو پست کرنا ہے مستعد لوگوں کو بے کار بنانا ہے۔ اور دوسرے میں ہمتوں کا بلند کرنا ہے اور جو شخص جتنا بھی کما سکتا ہے اوس سے زیادہ پیدا کرنے اور اپنی خوشی سے خرچ کرنے پر آمادہ کرنا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خرچ کرنے کی ترغیب میں اپنی ضرورت سے زیادہ ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ اپنی ضرورتوں کو فنا کرکے دوسروں پر خرچ کرنا بھی اسلامی تعلیم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں انصار کی مدح میں ارشاد ہے یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (س حشر ع ۱) کہ اپنے اوپر ان کو (یعنی مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود پر فاقہ ہی ہو۔ اور پھر یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ نہیں ہے بلکہ حضور نے خود بھی عمل کرکے دکھادیا اور دوسروں سے عمل کرادیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عام حالات اسکے شاہد عدل ہیں۔ کتب حدیث کی کتاب الزہد اور کتاب الرقاق ان مضامین سے پر ہیں اور کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو حکایات صحابہ میں چند واقعات لکھ چکا ہوں۔ اس جگہ نہ تو یہ مضمون مقصود ہے اور نہ گنجایش۔ تبعاً ذکر آگیا تھا۔ مجھے اس جگہ تو صرف یہ بتانا ہے کہ جس نوع کی پریشانیوں میں ہم

مبتلا ہیں وہ ہماری اپنی ہی جمع کی ہوئی ہیں اور ایسے سچے پکے معتبر حاذق حکیم نے جس کا نسخہ نہ کبھی خطا کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ صاف صاف امراض کے اسباب بھی بتا دئے اور انکے علاج بھی بتا دئے اب اسباب مرض سے بچنا اور علاج کرنا طبیب کا کام نہیں ہے کوئی التفات نہ کرے تو اپنا نقصان کرتا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً (مشکوۃ ص۲۲) بالتحقیق میں تمہارے پاس ایسی شریعت لایا ہوں جو روشن اور صاف ہے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَىٰ مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ (جمع الفوائد) اللہ کی قسم میں نے تمہیں ایسے (طریقہ پر) چھوڑا ہے (جو بالکل روشن) سفید ہے۔ جس کا رات دن برابر ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک چیز پر تنبیہ فرما دی اور دین و دنیا کا کوئی جز ایسا نہیں چھوڑا ہے جس پر اس مختصر چند سالہ زندگی میں تبصرہ نفرمادیا ہو۔ حضور کا ارشاد ہے کہ (نیک) اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ایسے فتنوں کے پیدا ہونے سے (پہلے پہلے کرلو) جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہونگے (کہ حق ناحق کا امتیاز مشکل ہو جائیگا) ان میں صبح کو آدمی مومن ہوگا شام کو کافر شام کو مومن ہوگا صبح کو کافر۔ اپنے دین کو تھوڑے سے دنیا کے سامان کے بدلے بیچ دیگا (ترغیب) حضور کا ارشاد ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے اللہ کی طرف رجوع (اور توبہ) کرلو اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کرلو اور اللہ جل شانہٗ کو کثرت سے یاد کر کے اور مخفی اور علانیہ صدقہ کر کے اللہ کے ساتھ رابطہ جوڑ لو کہ ان چیزوں کی وجہ سے تم کو رزق بھی عطا کیا جائیگا۔ تمہاری مدد بھی کی جائیگی اور تمہارے نقصان کی بھی تلافی کر دی جائیگی (ترغیب) ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو شخص ظالم کو معاف کر دے حق تعالیٰ شانہٗ اوسکی عزت بڑہاتے ہیں لہذا مظالم کو معاف کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت

عطا فرمائیگا اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے اوسپر فقر کا دروازہ کھل جاتا ہے (معجم صغیر)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب میری اُمّت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے اور بازاروں کی تعمیر کو نمایاں کرنے لگے اور دراہم (روپیہ) جمع کرنے پر نکاح کرنے لگے (یعنی نکاح کرنے کیلئے بجائے دیانت تقویٰ اور دینداری کے مالدار ہونے کی رعایت ملحوظ ہو) تو حق تعالیٰ شانہٗ ان پر چار چیزیں مسلّط فرما دینگے۔ زمانہ کا قحط اور بادشاہ کا ظلم اور حکام کی خیانت اور دشمنوں کا حملہ (حاکم) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ گناہ کا بدلہ عبادت میں سستی روزی میں تنگی اور لذت میں کمی ہے (تاریخ الخلفاء)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور کی خدمت کی کبھی ترش روئی سے آپ مجھ سے پیش نہیں آئے۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ وضو اچھی طرح کیا کر اس سے عمر میں اضافہ ہوگا اور تیرے محافظ فرشتے تجھ سے محبت کرنے لگیں گے (طبرانی صغیر) اور نماز کا کچھ حصہ گھر میں مقرر کر اس سے گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا اور جب گھر میں جایا کرے تو گھر کے لوگوں کو سلام کیا کر اوسکی برکت تجھ پر بھی ہوگی اور گھر کے لوگوں پر بھی۔ نماز کے اہتمام میں جو دینی اور دنیوی برکات حضور نے ارشاد فرمائی ہیں اون کا نمونہ دیکھنا ہو تو میرا رسالہ فضائل نماز دیکھیں۔ یہاں اختصار کی وجہ سے اون کو ذکر نہیں کرتا۔ ان سب روایات سے یہ بات واضح ہے کہ جیسے معاصی اور گناہوں کی کثرت پریشانیوں اور حوادث کی کثرت کا سبب ہے۔ ایسے ہی طاعات اور عبادات دارین کی فلاح کا سبب ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کیلئے فراغت (کے اوقات نکال لے) میں تیرے سینے کو غنا (اور بےفکری)	اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَّاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا

وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ بِرِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالْحَاكِمِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَرَقَمَ لَهُ بِالْحَسَنِ ۃ

سے پُر کردوں گا اور تیرے فقر (وفاقہ) کو دور کردونگا اور اگر تو ایسا نہ کریگا (کہ میری عبادت کیلئے فارغ بنے) تو تجھے مشاغل میں پھنسا دونگا اور تیرا فقر زائل نہ کرونگا۔

یہ ارشاد خداوندی ہے اور اوس مالک الملک اور قادر مطلق کا ارشاد ہے جس کے قبضہ وقدرت میں دنیا کی ہر چیز ہے۔ نیز اسکے ہم معنے اور بھی روایات ہیں جن میں دنیا کی فلاح وکامیابی کا مدار اللہ کی عبادت پر رکھا ہے۔ لیکن ہم لوگ دنیا کمانے کے واسطے عبادت ہی کے اوقات پر سب سے پہلے صفایا کرتے ہیں۔ جب اس طرح اللہ کی نافرمانیوں میں ہماری ترقیات ہوں تو پھر ہماری پریشانیوں اور تنگدستیوں میں کیوں نہ اضافہ ہو۔ دین سے بے پرواہ ہو کر مسلمان روٹی کا سوال حل کرنا چاہیں تو کیسے ممکن ہے جب روٹی دینے والا یہ کہے کہ میں نہ فقر کو دور کروں گا نہ دل کو مشاغل سے خالی کروں گا صحیح حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اگر بندے میری اطاعت (پوری پوری) کریں تو رات کو سوتے ہوئے ان پر بارش برساؤں اور دن میں آفتاب نکلا رہے (کہ کاروبار میں حرج نہ ہو) اور بجلی کی آواز بھی اُن کے کان میں نہ پڑے (تاکہ انکو ذرا سا بھی خوف وہراس نہ ہو) (جامع الصغیر) لیکن ہم لوگوں کی شامت اعمال کہ دن اور رات کا یہ منظر در کنار جگہ جگہ بارشوں کی قلت کی شکایات بڑھتی رہتی ہیں اور جہاں ہوتی ہیں سیلاب کی صورتوں میں بسا اوقات ہوتی ہیں۔

احیاء میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں ایک مرتبہ نہایت سخت قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ساتھ تین دن تک استسقا کی نماز کے

لئے باہر تشریف لے جاتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ تیسرے دن وحی آئی کہ اس جماعت میں ایک شخص چغلخور ہے اوسکی وجہ سے تم لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ نے درخواست کی کہ اوس کا علم ہو جائے تاکہ اوسکو مجمع سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ میں تمہیں چغلی سے منع کروں اور خود اوس شخص کی چغلی کھاؤں۔ اسلئے تعیین نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ نے قوم سے خطاب فرماکر توبہ واستغفار کی تلقین فرمائی اور خصوصیت کیساتھ چغلخوری سے سب سے توبہ کرائی۔ فوراً بارش شروع ہو گئی۔ حضرت سفیان ثوری سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سات سال تک ایسا سخت قحط پڑا کہ کوڑیوں (گھوروں) پر سے مردار اُٹھا کر لوگوں نے کھائے اور آدمیوں کے کھانے کی نوبت پہونچ گئی۔ لوگ پریشان حال جنگلوں اور پہاڑوں پر روزانہ دعاؤں اور استسقاء کی نمازوں کیلئے نکلتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اوس زمانہ کے انبیاء کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تمہاری زبانیں دعائیں کرتے کرتے کتنے ہی خشک ہو جائیں اور آسمانوں تک ہاتھ دعاؤں کیلئے اُٹھ جائیں اوس وقت تک میں کسی رونے والے پر بھی رحم نہیں کرونگا جب تک کہ آپس کے مظالم دور نہ کئے جائیں کتب تواریخ واحادیث میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ الغرض سیکڑوں روایات ہیں جن میں صاف طور سے اعمال حسنہ پر دارین کی فلاح اور اعمال سیئہ پر دارین کے نقصانات تفصیل سے بتا دئے گئے ہیں ان روایات کا نہ احصا مجھ سے ممکن ہے نہ مقصود ہے غرض ان مثالوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سچّے ہیں تو پھر ہم لوگوں کا اپنے اوپر کتنا صریح ظلم ہے کہ ہم خود اپنے افعال سے مہلکات میں پڑتے رہیں۔ نقصان دہ امور اختیار کرتے رہیں اور زبان سے مسلمانوں کی تباہی کا گیت گاتے رہیں۔

ہماری مثال اوس بیمار کی سی ہے جس کو اسہال کا مرض ہو وہ دمادم مسہل، دواؤں کا استعمال کرتا رہے اور شور مچاتا رہے کہ دست نہیں تھمتے۔ کوئی اوس بے وقوف سے پوچھے کہ تو خود مسہلات کا استعمال کر رہا ہے تو یہ اطوار تھمنے کے ہیں یا بڑھنے کے۔ ہم انگریزوں کے مظالم کا رونا ہر وقت روتے ہیں اور آنے والی حکومت کے خطرات سے اور بھی زیادہ خائف ہیں لیکن کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق ہم کو متنبہ نہیں فرمایا کیا حکومتوں کے اسباب اور اعمال کو واضح الفاظ میں نہیں بتا دیا۔ کیا حضور (روحی فداہ وابی وامی) کی شفقت یا تعلیم و تنبیہ میں کسی قسم کی کمی ہے۔ حاشا وکلا حضور کا ارشاد ہے فرماتے ہیں۔ کَمَا تَکُوْنُوْنَ کَذٰلِکَ یُؤَمَّرُ عَلَیْکُمْ (مشکوٰۃ ولاظرقی المقاصد الحسنۃ) جیسے تم لوگ (اپنے اعمال کے اعتبار سے) ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔ اسلئے اگر ہم اپنے اوپر بہترین افراد کی حکومت چاہتے ہیں تو اوس کا واحد علاج بہترین اعمال ہیں اور کچھ نہیں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَالِکُ الْمُلُوْکِ وَمَلِکُ الْمُلُوْکِ قُلُوْبُ الْمُلُوْکِ فِیْ یَدِیْ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْکِھِمْ عَلَیْھِمْ بِالرَّحْمَۃِ وَالرَّاْفَۃِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَھُمْ بِالسَّخْطَۃِ وَالنِّقْمَۃِ فَسَامُوْھُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْکِ وَلٰکِنِ اشْغَلُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالذِّکْرِ وَالتَّضَرُّعِ کَیْ اَکْفِیَکُمْ مُلُوْکَکُمْ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا ارشاد ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل ان پر رحمت اور مہربانی کیلئے پھیر دیتا ہوں اور جب میری نافرمانی کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل انپر غصہ اور انتقام کیلئے پھیر دیتا ہوں جس سے وہ اُن کو

رَوَاهُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ کَذَا فِی الْمِشْکٰوةِ وَفِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ بِرِوَایَةِ الطَّبْرَانِیِّ وَفِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَغْوَلٍ قَالَ فِیْ زَبُوْرِ دَاوٗدَ مَکْتُوْبٌ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَذَکَرَ مَعْنَاهُ

سخت عذاب (اور تکالیف) پہونچانے لگتے ہیں اسلئے تم بجائے بادشاہوں پر بددعائیں کرنیکے میرے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور (میری طرف) عاجزی (اور زاری) کرو تاکہ میں انکی تکالیف سے تمہیں

محفوظ رکھوں۔ مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت داؤد کی زبور میں یہی مضمون پڑھا ہے۔

اس قسم کے مضامین بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے۔ دعاء ماثورہ میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا ۔ اے اللہ ہمارے اوپر ہمارے گناہوں کی وجہ سے ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔ حق جل وعلا کا ارشاد ہے۔ وَکَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (س انعام ع ۱۵) اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض ظالموں پر ان کے اعمال کی وجہ سے حاکم بنا دیتے ہیں۔ اسکی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ صاحب جلالین وغیرہ نے یہی تفسیر اختیار کی ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ظالم جنوں کو ظالم انسانوں پر مسلط کر دیتے ہیں اور اعمش فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں تو ان پر بدترین لوگوں کو حاکم بنایا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اللہ جل شانہٗ سے دریافت کیا کہ لوگوں سے آپ کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے ارشاد ہوا کہ کھیتی بونے کے وقت ان پر بارش نازل کرتا ہوں اور کاٹنے کے وقت روک لیتا ہوں۔ اُن کے انتظامی امور حلیم لوگوں کے سپرد کرتا ہوں اور اُن کے اموال عامہ کو کریم لوگوں کے سپرد کرتا ہوں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ آپ کے ان سے ناراض ہونے کی کیا علامت ہے۔ ارشاد ہوا کہ کھیتی بونے کے وقت بارش کو روک لیتا ہوں اور کاٹنے کے وقت برساتا

ہوں اور اُن کے انتظامی امور کو بے وقوفوں کے سپرد کرتا ہوں اور اموال عامہ کو بخیلوں کے حوالہ کر دیتا ہوں۔ (در)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ اللہ جل جلالہٗ بدترین لوگوں کو تمہارا حاکم بنا دینگے۔ پھر تمہارے بہترین لوگ بھی دعائیں کرینگے تو قبول نہ ہونگی (جامع) جن لوگوں کو یہ اشکال دامنگیر رہتا ہے کہ یہ بزرگ دعا کیوں نہیں کرتے یا ان کی دعا قبول کیوں نہیں ہوتی وہ اسپر بھی غور کرلیا کریں کہ وہ خود نیک کاموں کا کتنا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے کتنا روکتے ہیں اور یہ چیز جب چھوٹ گئی تو دعاؤں کے قبول ہونے کی اُمید بے محل ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ خَیْرًا وَلّٰی عَلَیْہِمْ حُلَمَاءَہُمْ وَقَضٰی بَیْنَہُمْ عُلَمَاءُہُمْ وَجَعَلَ الْمَالَ فِیْ سُمَحَاءِہِمْ وَاِذَا اَرَادَ بِقَوْمٍ شَرًّا وَلّٰی عَلَیْہِمْ سُفَہَاءَہُمْ وَقَضٰی بَیْنَہُمْ جُہَّالُہُمْ وَجَعَلَ الْمَالَ فِیْ بُخَلَاءِہِمْ کَذَا فِی الْجَامِعِ بِرِوَایَۃِ الدَّیْلَمِیِّ وَرَقَمَ لَہٗ بِالضُّعْفِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا غَضِبَ عَلٰی اُمَّۃٍ لَمْ یُنْزِلْ بِہَا عَذَابَ خَسْفٍ وَلَا مَسْخٍ غَلَتْ اَسْعَارُہَا وَیَحْبِسُ عَنْہَا اَمْطَارُہَا وَیَلِیْ عَلَیْہَا اَشْرَارُہَا کَذَا فِی الْجَامِعِ بِرِوَایَۃِ ابْنِ عَسَاکِرَ عَنْ عَلِیٍّ رض وَرَقَمَ لَہٗ بِالضُّعْفِ

جب اللہ جل شانہٗ کسی قوم کی بہبود کا ارادہ فرماتے ہیں تو حلیم لوگوں کو حاکم بناتے ہیں (کہ غصہ میں بے قابو نہ ہو جائیں) اور علما ان کے درمیان فیصلے کرتے ہیں (کہ علم کی روشنی میں حق کے موافق فیصلہ کریں) اور مال سخی لوگوں کے قبضہ میں کر دیتے ہیں (کہ ہر شخص کو اوسکی سخاوت سے نفع حاصل ہو) اور جب کسی قوم کی (بداعمالیوں کی وجہ سے) برائی مدنظر ہوتی ہے تو بیوقوفوں کو حاکم بنا دیا جاتا ہے اور جاہلوں کے ہاتھ میں اُنکے فیصلے ہو جاتے ہیں اور مال بخیلوں کو دیدیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے جب کسی جماعت

لکن رأیت أن الحدیث له طرقا عدیدة بأسانید شتی و تاید بقوله تعالی و کذلک نولی بعض الظالمین الآیة علی ما ورد تفسیرہ فی عدة آثار فی الدر المنثور وغیرہ و فی مجمع الزوائد عن جابر رفعه إن الله عز وجل یقول أنتقم ممن أغضب ثم أصیر کلا إلی النار رواہ الطبرانی فی الأوسط وفیه أحمد بن بکر البالسی ضعیف۔

پر اللہ جل شانہ کا غصہ ہوتا ہے اور آخری عذاب مثلاً دھنس جانا یا صورتوں کا مسخ ہو جانا نازل نہیں ہوتا تو نرخ میں گرانی کر دیتے ہیں اور بارش کو روک لیتے ہیں اور بدترین لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میں ایسے لوگوں کے ذریعہ جو مغضوب ہیں (یعنی اُن پر میرا غضب ہے) دوسرے مغضوبوں سے انتقام لیتا ہوں پھر سب کو جہنم میں ڈال دیتا ہوں۔

اسی لئے ایک حدیث میں وارد ہے لا تسبوا الأئمة وادعوا الله لهم بالصلاح فإن صلاحهم لکم صلاح کذا فی المجمع وفی الجامع بروایة الطبرانی عن أبی امامة ارشاد ہے کہ حکام کو گالیاں نہ دو بلکہ اُن کیلئے صلاحیت کی دعا کرو کہ ان کی صلاحیت میں تمہاری صلاح بھی مضمر ہے۔ (یعنی گالیاں دینے سے تو اُن کی درستی ہونے سے رہی) دوسری حدیث میں وارد ہے۔ لا تشغلوا قلوبکم بسب الملوك ولکن تقربوا إلی الله بالدعاء لهم یعطف الله قلوبهم علیکم کذا فی الجامع بروایة ابن النجار عن عائشة۔ اپنے قلوب کو سلاطین اور بادشاہوں کو گالیاں دینے میں مشغول نہ کرو بلکہ اللہ کی طرف تقرب حاصل کرو اور متوجہ ہو کر ان کیلئے دعاء خیر کرو کہ حق تعالیٰ شانہ ان کے دلوں کو تمہارے اوپر مہربان کر دیں۔

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے پاس بیٹھے تھے لوگوں نے بلال بن ابی بردہ کا ذکر شروع کر دیا اور اُس کو برا بھلا کہنے لگے۔ ابن عون چپ بیٹھے رہے۔ لوگوں نے کہا کہ

تمہاری ہی وجہ سے ہم اس کو برا بھلا کہتے ہیں کہ اوس نے تم پر زیادتی کی۔ ابن عون کہنے لگے کہ میرے اعمالنامہ میں ہر کلمہ لکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ پڑھا جائیگا۔ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ اوس میں کسی کو برا بھلا کہنے کے بجائے لا الہ الا اللہ (کثرت سے) نکلے (احیاء)

ایک بزرگ کے سامنے کوئی شخص حجاج ظالم کو بددعا دینے لگا۔ اُنہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر حجاج معزول ہو جائے یا مر جائے تو تم پر بندر اور سور نہ حاکم بنا دئے جائیں (مقاصد حسنہ) اور اعمالکم عمالکم تو ضرب المثل ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو حدیث بھی بتایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں جیسے اعمال ہونگے ویسے ہی حکام مسلط کئے جائینگے۔ الغرض مجھے ان چیزوں کا احاطہ مقصود نہیں ہے مجھے مثال کے طور پر یہ بتانا ہے کہ جس قسم کی پریشانیاں حوادث مصائب ہم پر نازل ہو رہے ہیں اور مسلمان اون میں مبتلا ہیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ان سب پر تنبیہ ہے احادیث کی کتب ان مضامین سے پر ہیں۔ حضور نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں دنیا میں مصائب کا سبب ہیں اور نیک اعمال دنیا میں بھی فلاح کا ذریعہ ہیں اور پھر خاص خاص گناہوں پر خاص خاص حوادث اور مصائب بھی بتا دئے ہیں اور مخصوص طاعات پر مخصوص انعامات کا ترتب بھی ارشاد فرما دیا ہے ہم لوگ حوادث کی شکایات کا طومار باندھ دیں اور انعامات کی ہر وقت اُمید لگائے بیٹھے رہیں لیکن جن امور پر یہ چیزیں مرتب ہیں اُن سے یکسر غافل رہیں بلکہ اُن کا مقابلہ کریں اُنکو دیدہ و دانستہ چھوڑیں اور کوئی تنبیہ کرے تو اوسکی جان کو آجائیں تو ہماری مثال بالکل اوسی شخص کی سی ہے جو اسہال کا مریض ہو اور ہر دو گھنٹہ بعد ایک تولہ سقمونیا کھالے اور شور مچائے کہ اسہال تھمتے نہیں اور کوئی سقمونیا کھانے کو منع کرے تو اوسکو بے وقوف بتائے۔ حیرت

ہے کہ ایک معمولی طبیب کسی چیز کے متعلق کہدے کہ یہ نقصان کرتی ہے ایک کافر
ڈاکٹر اعلان کردے کہ آج کل امرود کھانے سے ہیضہ ہوجائیگا تو اچھے اچھے سورماؤں کی
ہمت امرود کھانے کی نہ ہو۔ ایک بھنگی یہ کہدے کہ اس گلی میں بہت بڑا کالا سانپ ہے
تو اچھے اچھے بہادروں کی جرأت نہ ہو کہ اوس گلی میں چلے جائیں۔ ایک جاہل گاودی کہدے
کہ اس سڑک پر ایک شیر بیٹھا ہے تو اوس طرف کا راستہ چلنے کی ہمت نہ ہو۔ بڑی بہادری یہ
ہوگی کہ دو چار ساتھیوں کی ساتھ دو تین بندوقیں لیکر ادہر کا رخ کیا جائے لیکن اللہ جل جلالہٗ
کا پاک اور سچا رسول وہ شفیق اور حکیم مربی جس کو ہر وقت اُمت کی بہبود کی فکر ہے اور
اوس کا اہتمام ہے وہ اُمت کو نفع دینے والی چیزوں کا حکم کرے نقصان رساں امور سے
روکے۔ لیکن اُمت اپنی نیاز مندی اور جاں نثاری کے لمبے چوڑے دعووں کے باوجود
ان ارشادات کی پروانہ کرے کتنا صریح ظلم ہے۔ آج گورنمنٹ کی طرف سے ایک اعلان
جاری ہوجائے کہ فلاں نوع کی تقریر جرم ہے دس سال کی قید ہوگی۔ اچھے اچھے بہادر
کامیاب لیڈر اور اڈیٹر سوچ سوچ کر مضمون لکھیں گے اور تقریر میں بچا بچا کر الفاظ
لائیں گے۔ لیکن ساری دنیا کا مالک بادشاہوں کا بادشاہ جس کے قبضۂ قدرت میں
ساری حکومتیں اور سارے بادشاہ ہیں سختی سے ایک حکم فرماتا ہے۔ قرآن پاک میں
سود کے لینے والے کو اپنی طرف سے اعلان جنگ کرتا ہے اور حدیث قدسی میں اللہ
والوں کی مخالفت اور دشمنی کو اپنی ساتھ جنگ بتاتا ہے۔ سودی معاملات کرنے والوں
پر لعنت کرتا ہے شراب کے بارے میں دس آدمیوں کو اپنی لعنت کا مستحق قرار دیتا ہے
کتنے آدمی ہیں جنکے دل پر کچھ بھی چوٹ اس چیز کی لگتی ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہم پر کیا
کیا مصائب ان امور کے بدلے میں آنے والے ہیں۔ ہر شخص خود ہی غور کرلے کسی دوسرے

کے بتانے کی چیز نہیں۔ اور اگر ان چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان میں ترقیات ہیں تو
اللہ سے لڑنے کے لئے اوسکی اور اوسکے رسول کی لعنت برداشت کرنے کیلئے مصیبتیں،
ذلتیں، نکبتیں، آفتیں جھیلنے کے لئے طیار رہنا چاہیئے ؎ اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست

تنبیہ۔ ایک اشکال اس جگہ عوام کو پیش آتا ہے بلکہ بعض خواص بھی اس میں مبتلا ہو جاتے
ہیں وہ یہ کہ یہ حسنات اور سیئات (خوبیاں اور برائیاں) جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ
مسلمانوں کیلئے نافع اور نقصان رساں ہیں ایسی ہی کافروں کیلئے بھی ہیں اور ہونا چاہئیں
کہ نقصان دہ چیز بہر حال نقصان دہ ہے پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ کفار باوجود ان بداعمالیوں
میں مبتلا ہونے کے خوشحال ہیں دنیا میں فلاح یافتہ ہیں ترقی یافتہ ہیں اور مسلمان بدحال
ہیں خستہ حال ہیں اور ان کی پریشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور بعض جاہل تو اس اشکال
میں ایسے پھنسے ہیں کہ اُنہوں نے اس منظر کو دیکھ کر ساری ہی شرعیات اور احادیث کا
انکار کر دیا۔ اُنہوں نے دنیوی فلاح کفار میں دیکھ کر انہیں چیزوں کو باعث فلاح قرار دیدیا
جو کفار میں پائی جاتی ہیں لیکن درحقیقت اس اشکال کا منشا بھی اسلامی تعلیم سے ناواقفیت
یا ذہول ہے۔ اسلامی تعلیم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات میں کوئی چیز
بھی ایسی نہیں چھوڑی گئی جو پوری وضاحت سے ارشاد نہ فرمادی گئی ہو مگر اوسکے معلوم
کرنے کی فرصت کس کو ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک نبی علیہ السلام
نے اللہ جل جلالہٗ سے یہی اشکال عرض کیا تھا کہ اے اللہ تیرا ایک بندہ مسلمان ہوتا ہے۔
نیک اعمال بھی کرتا ہے تو اوس سے دنیا تو ہٹا لیتا ہے اور بلائیں اوسپر مسلط کر دیتا ہے اور
اور ایک بندہ تیرا کافر ہوتا ہے وہ تیری نافرمانی بھی کرتا ہے تو اوس سے بلائیں ہٹا لیتا ہے
اور دنیا اوسکو عطا فرما دیتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے وحی بھیجی کہ میرے مومن بندہ کے لئے کچھ

سیئات ہوتی ہیں اونکی وجہ سے میں یہ معاملہ کرتا ہوں تاکہ جب وہ میرے پاس پہونچے تو اوکی خوبیوں کا بدلہ دوں اور کافر کیلئے بھی کچھ خوبیاں ہوتی ہیں اسلئے یہ معاملہ اوسکے ساتھ کرتا ہوں تاکہ جب وہ میرے پاس آئے تو اوسکی برائیوں کا بدلہ دوں (مجمع الزوائد)

دوسری حدیث میں وارد ہے۔

إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَةً يُعْطَى عَلَيْهَا فِي الدُّنْيَا وَيُثَابُ عَلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُعْطَى بِهَا خَيْرًا كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِرِوَايَةِ مُسْلِمٍ وَأَحْمَدَ عَنْ أَنَسٍ وَرَقَمَ لَهُ بِالصِّحَّةِ وَالْمِشْكٰوةِ

حق تعالیٰ شانہٗ مومن کی کسی نیکی میں کمی نہیں فرماتے مومن اوس نیکی کے طفیل دنیا میں بھی (فلاح اور کامیابی) دیا جاتا ہے اور آخرت میں اوس کا ثواب علیحدہ دیا جائیگا اور کافر اپنی اچھی عادتوں کی وجہ سے دنیا میں روزی عطا کیا جاتا ہے لیکن جب آخرت میں پہونچیگا (تو ایمان نہ ہونیکی وجہ سے جو آخرت کے ثواب کی شرط ہے) کوئی بھی نیکی نہیں ہوگی جسکی وجہ سے ثواب دیا جاسکے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ ذُنُوبَهُ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذَا فِي الْجَامِعِ بِرِوَايَةِ أَنَسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَزَاهُمْ إِلَى الْمُخَرِّجِينَ وَرَقَمَ لَهُ بِالصِّحَّةِ

جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندہ پر نیکی اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اوسکے گناہوں کا بدلہ دنیا ہی میں لے لیتے ہیں (کہ دنیا کا عذاب ہر حال میں آخرت کے مقابلہ میں بہت ہلکا ہے) اور جب کسی پر عتاب فرماتے ہیں تو اوسکے گناہوں کا بدلہ روک دیا جاتا ہے اور قیامت میں اوسکو بدلہ دیا جائیگا۔

اور بھی مختلف عنوانات سے یہ مضمون کثرت سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کافر کیلئے چونکہ نیکیوں کا کوئی معاوضہ آخرت میں نہیں ہے اسلئے جو بھی کسی قسم کی خوبی بھلائی اور نیک عمل وہ دنیا میں کرتا ہے اوس کا معاوضہ اوسکو دنیا ہی میں ملجاتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال حسنہ کا معاوضہ صرف دنیا ہی میں حاصل کر سکتا ہے اور اسی لئے سیکڑوں برائیوں کے ساتھ ساتھ وہ جس قدر بھی خوبیاں کرتا رہتا ہے وہ دنیا میں فلاح و کامیابی کو پاتا رہتا ہے اور مسلمان کیلئے اعمال حسنہ کا مستقل بدلہ تو آخرت میں ہے اور برائیوں کا اکثر و بیشتر معاوضہ دنیا میں ملتا رہتا ہے اسلئے وہ جس قدر بھی کوتاہیاں معاصی اور گناہ کرتا رہتا ہے بدحالی اور پریشانی کا شکار ہوتا ہے۔

حضور کا ارشاد ہے۔ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد مشکوۃ میری یہ امت مرحومہ ہے (کہ اللہ کی خاص رحمت حضور کے طفیل میں اسپر ہے) اسکے لئے آخرت میں (دائمی) عذاب نہیں ہے اس کا عذاب (اور گناہوں کا بدلہ اکثر و بیشتر دنیا میں ملجاتا ہے جو) فتنوں اور زلزلوں اور قتل کی صورت میں ہے یہاں پر ایک اشکال تاریخ بینوں کو پیش آتا ہے کہ بعض قومیں جب تک بد دینی میں بڑھتی رہیں اونپر کوئی آسمانی عذاب مسلط نہیں ہوا۔ لیکن جب اُنکی دینی حالت کچھ درست ہوئی تو آسمانی عذاب بھی مسلط ہوگیا۔ اس کا جواب بھی ان مضامین سے معلوم ہوگیا کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ انکی پہلی حالت کفر کے قریب تک پہونچ جانے کی وجہ سے اس سے بالاتر ہوگئی ہو کہ ان پر دنیا میں عذاب ہو اور بعد میں جب کچھ صلاح اور اصلاح شروع ہوئی تو دنیا میں عذاب ہو سکنے کے مستحق بنے۔ مرض جب جراحی حدود سے بڑھ جاتا ہے تو پھر عمل جراحی نہیں کیا جاتا وہ بھی جب ہی کیا جاتا ہے جب جراحی سے نفع کی اُمید ہو۔

بخاری اور مسلم وغیرہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی بیبیوں سے ناراضی کے

قصے میں حضرت عمرؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں گھر میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ تین چار چیزیں گھر کی کل کائنات ہیں کہ ایک کونہ میں چند مٹھی جو اور ایک دو چمڑے پکے (بغیر دباغت دئے ہوئے) پڑے ہیں اور ایسے ہی ایک آدھ چیز اور بھی پڑی ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک بورے پر لیٹے ہوئے ہیں کہ نہ بدن پر چادر ہے (جو عام طور پر اوڑھنے کا معمول تھا) نہ بوریے پر کوئی چیز بچھی ہوئی ہے جس سے بوریے کے نشانات بدن اطہر پر اُبھر آئے ہیں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا۔ حضور نے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہ روؤں کہ بدن اطہر پر بوریے کے نشانات پڑے ہوئے اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ یہ فارس و روم خدا کی پرستش بھی نہیں کرتے اور انپر یہ وسعت ہے اور آپکی یہ حالت۔ حضور تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا۔ اَوَفِی شَکٍّ اَنْتَ

یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰئِکَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَھُمْ طَیِّبَاتُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

اے خطاب کے بیٹے عمر کیا تم اب تک شک میں پڑے ہوئے ہو ان قوموں کی بھلائیاں اون کو دنیا ہی میں مل گئیں ہیں خود قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَلَوْلَا اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ

اُمَّۃً وَّاحِدَۃً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِھِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ وَّمَعَارِجَ

عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ وَلِبُیُوْتِھِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْھَا یَتَّکِئُوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ کُلُّ ذٰلِکَ

لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُتَّقِیْنَ (س زخرف ع ۳)

اور اگر یہ (احتمال) نہ ہوتا کہ سارے آدمی ایک ہی طریقہ پر ہو جائینگے (یعنی تقریباً سب ہی کافر بنجائیں گے) تو جو لوگ کفر کرتے ہیں ہم ضرور چاندی کی بنا دیتے اُن کے گھروں کی چھتوں کو اور ان سیڑھیوں کو جنپر وہ چڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے کواڑوں کو بھی اور ان کے لئے تخت بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے اور (یہ سب چیزیں) سونے کی (بھی

بنادیتے کہ کچھ حصہ چاندی کا ہوتا اور کچھ سونے کا) اور یہ سب کچھ ساز و سامان کچھ بھی نہیں۔ مگر دنیوی زندگی کا چند روزہ اور آخرت آپ کے رب کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:۔ "اے اللہ جو شخص تجھ پر ایمان لائے اور میری رسالت کا اقرار کرے، اسکو اپنی ملاقات کی محبت نصیب کر۔ تقدیر کو اس پر سہل فرما۔ اور دنیا کم عطا کر، اور جو تجھ پر ایمان نہ لائے۔ میری رسالت کا اقرار نہ کرے۔ اسکو اپنی لقاء کی محبت نہ دے۔ اور دنیا کی کثرت عطا کر۔ (مجمع الزوائد ۲۸۶/۱)

ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مومن گھبرا جائیں گے (اور اپنی تکالیف کے مقابلہ میں دوسرے کی اتنی راحت دیکھ کر تکلیف زیادہ محسوس کرینگے) تو میں کفار پر لوہے کی پٹیاں باندھ دیتا (یعنی لوہے کا خول ان پر چڑھا دیتا) کہ وہ کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاتے۔ اور ان پر دنیا کو بہا دیتا۔ (درمنثور) اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک نہایت ہی ذلیل چیز ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اگر اللہ جل شانہ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ ملتا۔ (در۔ بروایۃ الترمذی وصحہ)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بکری کا بچہ مرا ہوا پڑا تھا۔ جس کے کان بھی ندارد تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کون شخص ہے جو اس کو ایک درم (تقریباً ۴ آنہ میں) خرید لے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ مفت بھی کوئی لینا گوارا نہ کرے گا۔ (کہ کسی قسم کا نفع بھی اس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل چیز ہے۔

(مشکوٰۃ بروایۃ مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چونکہ اللہ جل شانہ کے یہاں دنیا کی ذرا بھی قدر و قیمت نہیں ہے اور کفار کا مطمح نظر صرف دنیا ہی ہے اسلئے ان کو ان کی خواہش کے موافق انکی حسنات کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے۔ مسلمان کے لئے اسلام لانے کے بعد آخرت کی فلاح و بہبود کا مستقل استحقاق ہو جاتا ہے۔ اور خواہ وہ کتنے ہی معاصی میں مبتلا ہو کسی نہ کسی وقت اس کا معاصی کی سزا یا معافی کے بعد جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونا ضروری ہے۔ اسلئے وہ اپنی بداعمالیوں

کی وجہ سے اس دنیا میں فتنوں اور مصائب میں گرفتار رہتا ہے اور نہ ہو تو خطرناک ہے۔
حضور کا ارشاد ہے کہ جب تو کسی کو دیکھے کہ باوجود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہونے کے دنیا کی (نعمتیں) پا رہا ہے تو یہ استدراج ہے (یعنی اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے) پھر حضور نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ (س انعام ع ۵ مشکوٰۃ) پس جب وہ بھول بیٹھیں اوس نصیحت کو جو اُن کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دئے (یعنی خوب نعمت اور ثروت عطا کی) یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں میں جو اُن کو دی گئی تھیں خوب اترا گئے (اور مستی میں اُن کا کفر بڑھ گیا) تو ہم نے اُن کو دفعتہً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ ہوائیں اسکو ہمیشہ اِدھر اُدھر جھکاتی رہتی ہیں۔ اسی طرح مومن کو ہمیشہ تکالیف اور مشقتیں پہونچتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے کہ ہواؤں سے حرکت نہیں کرتا حتیٰ کہ ایک دم جڑ سے اُکھاڑ دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ بروایۃ بخاری مسلم) اور بھی بہت سی نصوص ہیں جن سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں کفار کی فلاح کا سبب ڈھیل بھی ہے اور نیک اعمال کا کرنا بھی ہے۔ پس کفار کا جو فرد یا جماعت نیک عمل کریگی وہ فلاح میں ترقی کرتی رہیگی اور ان کی معمولی سئیات پر یہاں گرفت نہیں ہوگی اور مسلمان کی معمولی سئیات پر یہاں گرفت ہے اسلئے جتنے بھی سئیات مسلمانوں کے افراد اور ان کی اقوام میں ہونگی اتنی ہی پریشانیاں، تفکرات، نکبتیں، ذلتیں بڑھینگی۔ ان کے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ معاصی سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ بلائیں مؤمن کے ساتھ وابستہ رہتی ہیں۔ اوسکے نفس میں، مال میں، اولاد میں حتیٰ کہ وہ ایسی حالت میں مرتا ہے

کہ اوسپر کوئی بھی گناہ باقی نہیں رہتا (مشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حسن صحیح)
دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا میں اوسکی سزا کو نمٹا دیتے ہیں اور جب کسی کی ساتھ (اوسکے برے اعمال کی کثرت کی وجہ سے) برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اوس سے دنیا میں برائی کو روک لیتے ہیں تاکہ قیامت میں اوسکو پورا فرمائیں (مشکوٰۃ بروایۃ ترمذی) البتہ کفار پر دنیا میں ادبار مظالم کی کثرت سے ہوتا ہے یا فسق و فجور جب انتہا کو پہونچ جائے یا انبیاء کے ساتھ استہزاء اور مذاق میں تعدی کیگئی ہو کہ ان امور کے پائے جانے پر ڈھیل نہیں ہوتی بلکہ عذاب عامہ نازل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جتنی قوموں کے ہلاکت کے قصّے قرآن پاک میں مذکور ہیں وہ سب اسکے شاہد عدل ہیں اور جتنے واقعات تاریخ کے اوراق میں سلطنتوں کے زوال کے ہیں وہ سب اسکی کھلی شہادت دے رہے ہیں کہ جہاں اور جس قوم میں مظالم کی کثرت ہوئی مظلوم کی حمایت کا جوش ملاء اعلیٰ میں پیدا ہوا۔ اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ میں مظلوم کی بددعا سنتا ہوں خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلئے سمجھ لینا چاہئے کہ امراء، وزراء، حکام اور رؤساء غرض جو بھی اپنے ماتحتوں پر اپنے محکوموں پر مظالم کرتے ہیں وہ حقیقت میں انپر ظلم نہیں کرتے بلکہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اپنی بربادی اور ہلاکت کے سامان اپنے ہاتھوں سے فراہم کرتے ہیں خواہ وہ قومی مظالم ہوں یا انفرادی ہوں رنگ لائے بغیر ہرگز نہیں رہتے۔ اور پھر جب خدائی انتقام کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں تو روتے پھرتے ہیں۔ اس جگہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے نہ گنجائش اور بات بھی تفصیل کی محتاج نہیں کہ سلطنتوں اور بڑی بڑی قوموں کا زوال و ہلاک سب اسی کی تفصیل ہے۔ اور تاریخ کے اوراق اس سے پُر ہیں۔ مجھے اس جگہ صرف اس چیز پر متنبہ کرنا ہے کہ مسلمانوں اور کفار کی ترقی کے اسباب خالق اسباب نے علیحدہ علیحدہ پیدا فرمائے

ہین۔ ہر بات میں یہ خیال کر لینا کہ جو چیز کفار کے لئے ترقی کا سبب ہے وہی مسلمانوں کے لئے ہے اور جو چیز اُن کو ترقی میں نقصان نہیں دیتی وہ مسلمان کو بھی مضر نہیں ہے دین سے بے خبری ہے۔ کلام خدا اور کلام رسول سے ناواقفیت ہے۔ خوب سمجھ لو کہ کفار کے لئے معاصی کی سزا کا اصل محل آخرت ہے۔ اور کبھی کبھی بمصالح اس عالم میں بھی ہو جاتی ہے۔ اور ان کی جتنی خوبیاں ہیں وہ جو نیک اعمال کرتے ہیں ان کا بدلہ رب العالمین اور عادل بادشاہ کے یہاں سے ضرور ملتا ہے۔ مگر اسی عالم میں ملتا ہے آخرت میں کچھ نہیں ملیگا۔ اور یہ بات قرینِ قیاس بھی ہے کیونکہ جب وہ آخرت کے قائل ہی نہیں ہیں تو پھر آخرت کے نیک ثمرات وہاں کیوں ملیں۔ اور آخرت سے انکار کی سزا آخرت میں ملنا بھی چاہیئے۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (س سجدہ ع ۲) اور ان سے کہا جائیگا کہ آگ کے اس عذاب کو چکھو جسکو جھٹلایا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں کثرت سے اس کا ذکر ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ (سورہ احقاف رکوع ۲)

اور جس روز کفار جہنم کے قریب لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) کہ تم اپنی لذت کی چیزیں دنیا میں حاصل کر چکے اور اُن سے نفع اُٹھا چکے۔ پس آج ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اسلئے کہ تم دنیا میں بے وجہ تکبر کرتے تھے اور اس لئے کہ تم فسق کیا کرتے تھے (اور جو کچھ خوبیاں تھیں بھی ان کا بدلہ مل ہی چکا ہے)

میں اجمالی طور پر چند آیات کی طرف تمہیں متوجہ کرتا ہوں ان کی تفاسیر دیکھو۔

(۱) یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیاوی زندگی (کے	(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

(سورہ بقر رکوع ۱۰) بِالْاٰخِرَةِ ۚ

منافع) کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا۔

(۲) فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (سورہ بقر رکوع ۲۵)

(۲) بعضے آدمی ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب (ہمیں جو کچھ دینا ہے) دنیا ہی میں دیدے (پس ان لوگوں کو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں ملجائیگا) اور آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۳) زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورہ بقر رکوع ۲۶)

(۳) کفار کیلئے دنیا کی زندگی آراستہ کر دی گئی (اور اسی وجہ سے) وہ مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ یہ مسلمان قیامت کے دن انسے اعلیٰ درجہ (یعنی جنت) میں ہونگے (اور محض فراغ معاش پر مغرور نہ ہونا چاہیے کہ) روزی تو اللہ تعالےٰ جسکو چاہتے ہیں بغیر حساب مرحمت کرتے ہیں (یہ کمال اور مقبولیت کی دلیل نہیں)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ دنیا اوس شخص کو بھی عطا فرماتے ہیں جس کو محبوب رکھتے ہیں اور اس کو بھی عطا کر دیتے ہیں جس کو محبوب نہیں رکھتے لیکن دین اُسی کو عطا فرماتے ہیں جسکو محبوب رکھتے ہیں پس جس شخص کو دین عطا کیا جاتا ہے وہ اللہ کو محبوب ہے (حاکم وصححہ واقرہ علیہ الذہبی)

(۴) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (سورہ نساء رکوع ۱۱)

(۴) آپ کہدیجئے کہ دنیا کا نفع بہت تھوڑا سا ہے۔ اور آخرت ہی بہتر ہے اوس شخص کیلئے جو متقی ہو اور تم پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔

(۵) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ

(۵) اور دنیوی زندگی تو بجز لہو لعب کے کچھ بھی نہیں اور

وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (س انعام ع ۴)

پیچھے آنے والا گھر بہتر چیز ہے متقیوں کیلئے کیا تم (ایسی کھلی بات بھی) سمجھتے نہیں۔

(۶) وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (سورہ انعام ع ۸)

(۶) اور ایسے لوگوں سے بالکل علیحدہ رہیں جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے اُن کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

(۷) تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (انفال ۹)

(۷) تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ جل شانہ آخرت کو چاہتے ہیں۔

(۸) أَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (توبہ ع ۶)

(۸) کیا تم آخرت کے بدلہ میں دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے سو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کے منافع تو آخرت (کے مقابلہ) میں کچھ بھی نہیں بہت تھوڑے ہیں۔

(۹) مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (سورہ ہود ع ۲)

(۹) جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض دنیاوی زندگی (کی منفعت) اور اسکی رونق چاہتا ہے تو ہم ایسے لوگوں کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا کر دیتے ہیں اور ان کیلئے دنیا میں کچھ کمی نہیں کی جاتی (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو) اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں بجز جہنم کے کچھ نہیں ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ اعمال کئے تھے وہ آخرت میں سب بیکار ثابت ہونگے اور بے اثر ہونگے وہ سب عمل جو وہ کرتے تھے

(۱۰) اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ

(۱۰) (ظاہری دولت وثروت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اسلئے کہ) اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے رزق زیادہ دیتا ہے اور

الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ۔

(سورہ رعد رکوع ۱۳)

جسپر چاہتا ہے تنگی فرماتا ہے۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی پر خوش ہوتے پھرتے ہیں اور دنیا کی زندگی (اور اوسکے عیش وعشرت) بجز معمولی استفاع کے اور کچھ بھی نہیں ہیں۔

(۱۱) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۤءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۤئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَاۤءِ وَهٰۤؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

(۱۱) جو شخص (اپنے نیک اعمال کے بدلہ میں) دنیا کی نیت رکھتا ہے ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے اور (سب کو نہیں بلکہ) جس کو چاہیں گے عطا کرینگے پھر آخرت میں اُس کیلئے جہنم تجویز کرینگے جسمیں وہ بدحال اور راندہ ہوکر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اوسکے لئے جیسی کوشش کرنا چاہئے ویسی ہی کرتا ہے بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو تو ان کی یہ سعی اور کوشش مقبول ہوگی (یعنی سعی کے مقبول ہونے کیلئے تین شرطیں ہیں نیت، عمل، عقیدہ) آپ کے رب کی (دنیوی) عطا سے ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں اور ان کی بھی آپ کے رب کی (دنیوی) عطا کسی سے بھی بند نہیں۔

(۱۲) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (سورہ طٰہٰ رکوع ۸)

(۱۲) ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں جن سے ہم نے کفار کی مختلف جماعتوں کو انکی آزمایش کیلئے منتفع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپکے رب کا (اخروی) عطیہ اس سے بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے

(۱۳) اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ

(۱۳) کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک بہترین وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ اوسکو ضرور پانے والا ہے اوس شخص جیسا ہو سکتا ہے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ (سورہ قصص رکوع ۷)

جسکو ہم نے دنیوی زندگی کا چندروزہ نفع دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے ہوگا جو گرفتار کر لیئے جاوینگے۔

(۱۴) قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (سورہ قصص ع ۸)

(۱۴) جو لوگ دنیا کے طالب تھے کہنے لگے کاش ہم کو بھی وہ سامان ملتا جو قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا تھا وہ کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو اللہ کے گھر کا ثواب بہت بہتر ہے اوس شخص کیلیئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور وہ پورا پورا اُنہیں لوگوں کو ملتا ہے جو صبر کرنیوالے ہیں

(۱۵) تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (قصص ع ۹)

(۱۵) یہ آخرت کا گھر (اور اوس کا ثواب) ہم انہیں لوگوں کو دینگے جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں نہ فساد چاہتے ہیں اور بہتر انجام تو متقی لوگوں ہی کا ہے۔

(۱۶) اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (سورہ لقمان ع ۴ سورہ فاطر ع ۱)

(۱۶) بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دنیاوی زندگی دہوکہ میں نہ ڈالدے اور نہ کوئی دہوکہ باز تم کو اللہ کی ساتھ دہوکہ میں ڈالے۔

(۱۷) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (سورہ شوریٰ ع ۳)

(۱۷) جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اوسکی کھیتی میں ترقی دینگے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اوس کو دنیا میں سے کچھ دیدینگے اور آخرت میں اوس کا کچھ بھی حصہ نہیں۔

یہ سب اور ان کے علاوہ قرآن پاک کی پچاسوں آیتیں اس مضمون میں مشترک ہیں کہ کفار کا منتہائے مقصد صرف دنیوی زندگی ہے اسی دنیا کے منافع اُن کی نگاہ میں منافع ہیں وہ آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اگر بعض فرقے ان میں سے ایمان رکھتے بھی ہیں تو ایمان بالآخرت کے معتبر ہونے کی شرائط پوری نہیں کرتے۔ اسلئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے بھی ان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اسی دنیا میں ملتا ہے۔ جو نیک اعمال وہ کرتے ہیں اُن کا ثمرہ اسی دنیا میں پاتے ہیں جبرالامۃ حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے سورہ ہود والی آیت مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا کا مطلب پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ ان کے اعمال کا بدلہ صحت جسمانی سے اور آل اولاد اور مال میں مسرتوں سے پورا کر دیا جاتا ہے اور اس کا عموم بھی سورہ بنی اسرائیل والی آیت مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ کی ساتھ مقید ہے۔ یہ دونوں آیتیں اوپر گذر چکی ہیں۔ بنی اسرائیل والی آیت کے ساتھ مقید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ جل شانہٗ چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں کسی کا کوئی جبر نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے بھی سورہ ہود کی آیت کی یہی تفسیر منقول ہے کہ ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں دیدیا جاتا ہے۔ حضرت قتادہؓ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں پورا فرما دیتے ہیں اور آخرت میں پہونچنے تک کوئی بھی نیکی باقی نہیں رہتی اور مؤمن کیلئے اوسکی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور (ایمان کی وجہ سے) اوس کا ثواب آخرت میں بھی ملیگا۔ حضرت مجاہد سے بھی یہی منقول ہے کہ کفار کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دنیا میں دیدیا جاتا ہے حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معلوم کرنا چاہے اپنے اعمال کو دیکھ لے اسلئے کہ وہ اپنے اعمال ہی پر پہونچنے والا ہے (یعنی جس درجہ کا عمل ہوتا ہے ویسا ہی معاملہ اوسکی ساتھ کیا جاتا ہے)۔ کوئی مؤمن ہو یا کافر جو بھی عمل صالح کرتا ہے اوس

کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ لیکن مومن کیلئے دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ ملتا ہے اور کافر کے لئے صرف دنیا ہی میں ملتا ہے (در منثور)

حضرت محمد بن کعب سے سورہ زلزال کی آیت فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔ (پس جو شخص ایک ذرہ کی برابر نیکی کریگا اوسکو دیکھ لیگا اور جو شخص ایک ذرہ کی برابر برائی کریگا اوسکو دیکھ لیگا) کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ کافر ایک ذرہ کی بقدر بھی کوئی خیر کرتا ہے تو اوس کا بدلہ دنیا میں ضرور پاتا ہے۔ اپنی جان میں مال میں آل میں اولاد میں یہاں تک کہ وہ جب دنیا سے جاتا ہے تو کوئی بھی نیکی ایسی باقی نہیں رہتی جس کا بدلہ نہ مل گیا ہو۔ اور مومن ایک ذرہ کی بقدر بھی کوئی برائی کرتا ہے تو اس کا عذاب دنیا میں (بسا اوقات) پالیتا ہے۔ اپنی جان میں مال میں آل میں اولاد میں حتیٰ کہ وہ دنیا سے (بسا اوقات) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ کوئی بھی برائی باقی نہیں رہتی (در منثور)

اسی بنا پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اُمَّتِیْ ھٰذِہٖ مَرْحُوْمَۃٌ لَیْسَ عَلَیْھَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّمَا عَذَابُھَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ وَالْبَلَایَا کَنَا فِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ وَرَقَمَ لَہٗ بِالصِّحَّۃِ میری اس مرحوم اُمت پر آخرت میں (زیادہ) عذاب نہیں ہے اسپر عذاب دنیا میں فتنے ہیں زلزلے ہیں قتل ہونا ہے اور مصائب۔ دوسری حدیث میں ہے میری اس مرحوم اُمت سے آخرت کا (مستقل) عذاب اُٹھالیا گیا۔ اسپر آپس کا عذاب ہے جو ایک دوسرے کے ہاتھ سے پہونچے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میری امت کا عذاب دنیا میں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ نے اس امت کا عذاب دنیا میں کر رکھا ہے (مجمع الزوائد)

ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ اس امت پر اوسکے گناہوں کا بہت سا بدلہ دنیا میں ہے اور یہ رحمت ہے اگر ایسا نہ ہو یعنی باوجود گناہوں کی کثرت کے مصائب میں ابتلا نہ ہو تو زیادہ اندیشہ

ناک ہے۔ لہذا اس اُمت کے یعنی محمدی اُمت کے مرحوم اُمت کے مصائب اور حوادث سے بچنے اور پریشانیوں اور ذلتوں کے ہٹنے کا واحد علاج گناہوں سے نہایت اہتمام سے بچنا ہے اور جو اتفاقاً صادر ہو جائیں ان پر رونا ہے استغفار کرنا ہے توبہ کرنا ہے اسکے سوا کوئی علاج نہیں قطعاً نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان مسلمان رہ کر گناہوں کی کثرت کے ساتھ ترقی کرتا رہے ہاں کافر بن کر جتنے گناہوں کے ساتھ ترقی کرے ممکن ہے کہ کفر کی حالت میں سیکڑوں برائیوں کے ساتھ جتنی بھی معمولی بھلائیاں کریگا دنیا میں فلاح و ترقی پائے گا۔

حضرت سلیمان بن عامرؓ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے والد صلہ رحمی کرتے تھے۔ عہد کو پورا کرنے کا بھی اہتمام تھا مہمان کا اعزاز و اکرام بھی بہت کرتے تھے (کیا ان امور سے ان کو کوئی نفع پہونچیگا) حضور نے دریافت فرمایا کیا وہ اسلام سے پہلے مرگئے تھے انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو تو نفع نہیں دیگا البتہ انکی اولاد کو نافع ہوگا تم لوگ نہ رسوا ہوگے نہ ذلیل ہوگے نہ فقیر (در منثور)

اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو گیا کہ ہم بعض کافروں کو خوشحال اور دنیا میں ترقی یافتہ دیکھتے ہیں لیکن اُن کے اعمال حسنہ اس قابل نہیں پاتے تو حدیث بالا کی بنا پر غالباً انکے والدین کے اعمال حسنہ کا یہ ثمرہ ہے جس کو وہ پا رہے ہیں غرض نصوص بہت کثرت سے اسپر دلالت کرتی ہیں کہ کفار اور مسلمانوں کے اصول ترقی مشترک نہیں ہیں بلکہ بعض مشترک ہیں اور بعض جدا جدا ہیں۔ مسلمانوں کی ترقی کا معیار صرف دین پر عمل ہے بالخصوص معاصی سے بچنا کہ جس قدر بھی معاصی میں ابتلا ہوگا اتنا ہی دنیا میں مصائب کا سامنا ہوگا یہ دیکھ کر کہ اس قسم کے معاصی کفار سے بھی سرزد ہوتے ہیں اور وہ ترقی کرتے جاتے ہیں ان کے لئے یہ معاصی مصائب کا سبب نہیں بنتے۔ اس وجہ سے ان سے بے خطر ہو جانا اپنے کو ادر

زیادہ مصائب میں پھنسانا اور مبتلا کرتا ہے اور اگر مصائب نہ ہوں تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے وہ استدراج ہے جس کا انتقام فوری اور دفعی ہوتا ہے جیساکہ پہلے گذر چکا ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص معصیت اور گناہ کی ساتھ کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ جس چیز کی اُمید رکھتا ہے اوس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور جس چیز سے ڈرتا ہے اوسکے قریب ہو جاتا ہے (جامع الصغیر۔ بروایۃ انس ورقم لہ بالصحۃ) اسلئے مسلمانوں کا گناہوں کے ساتھ ترقی اور فلاح کی اُمید رکھنا اپنے کو اس سے دور کرنا ہے۔ اور کفار کی حرص کرنا ان کے قدم بقدم چلنا علاوہ بے غیرتی کے ناکامی کا بھی ذریعہ ہے۔

فارس اور روم کا فوجی دستور یہ تھا کہ جو لشکر غالب ہو جاتا وہ مغلوب جماعت کے سرداروں کا سر کاٹ کر تفاخر شہرت پسندی اور مسرت کے طور پر اپنے امیر کے پاس بھیجا کرتا۔

خلافت صدیقیہ میں جب روم سے لڑائی ہوئی تو مسلمانوں نے اس خیال سے کہ ان لوگوں کی ساتھ یہی معاملہ کرنا چاہیئے جو یہ دوسروں کی ساتھ کرتے ہیں. ایک شامی سردار کا سر کاٹکر حضرت عقبہ بن عامر کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ حضرت عقبہ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے جانشین وہ لوگ بھی یہی معاملہ ہم لوگوں کی ساتھ کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی نے ارشاد فرمایا کیا فارس وروم کی سنتوں اور طریقوں کا اتباع کیا جائیگا میرے پاس کبھی بھی کسی کا سر نہ لایا جائے۔ ہم لوگوں کو (اتباع کیلئے) اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث کافی ہے۔ (شرح السیر اوّل) اگرچہ فقہا نے بعض نصوص کی بنا پر اسکی اجازت دی ہے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی کی رائے اسکے موافق نہ تھی اسلئے منع فرما دیا اور عقبہ کو اسپر تنبیہ فرمائی کہ فارس وروم کے فعل سے استدلال کیوں کیا۔

حضرت عمرؓ جس وقت شام تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ کچھ گارا پانی آگیا۔ آپ اونٹ پر سے اُتر لئے موزے نکال کر شانہ پر رکھ لئے اور اُس میں گھسکر اونٹ کی نکیل ہاتھ میں پکڑلی وہ ساتھ ساتھ تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے یہ ایک ایسی بات کی کہ شام والے تواس کو بڑی (ذلت کی) چیز سمجھتے ہیں میرا دل نہیں چاہتا کہ اہل شہر آپ کو اس حالت پر دیکھیں۔ آپ نے ان کے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا کہ ابو عبیدہ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا شخص ایسی بات کہتا تو میں عبرت انگیز سزا دیتا۔ ہم لوگ ذلیل تھے حقیر تھے اللہ جل شانہٗ نے اسلام کی بدولت عزت عطا فرمائی۔ پس اب جس چیز سے اللہ نے عزت دی اوسکے سوا کسی چیز کے ساتھ عزت ڈھونڈینگے تو اللہ جل شانہٗ ہم کو ذلیل کردینگے (مستدرک للحاکم) حقیقۃً مسلمان کے لئے اصل عزت اللہ کے یہاں کی عزت ہے دنیا اور دنیا والوں کے نزدیک اگر ذلت ہوئی بھی تو کیا اور گئے دن کی ؎

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین ؛؛ وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کی نافرمانیوں کے ساتھ لوگوں میں عزت تلاش کرتا ہے اوسکے تعریف کرنے والے اوسکی مذمت کرنے والے بنجاتے ہیں۔ مقاصد حسنہ میں یہ مضمون مختلف عنوانات سے نقل کیا گیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کیلئے ترقی کی راہ، عزت کی راہ، زندگی اور دنیا میں آنے کی غرض صرف اللہ کی رضا اوس کی مرضیات پر عمل ہے۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔ اگر عزت ہے تو یہی ہے منفعت ہے تو یہی ہے حیرت ہے کہ مسلمانوں کیلئے اللہ کے پاک کلام اور اوس کے رسول کے سچے ارشادات میں علوم و حکمت دارین کی فلاح و ترقی کے اسباب اور خزانے بھرے ہوئے ہیں

لیکن وہ ہر بات میں دوسروں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ دوسروں کا پس خوردہ کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ کیا یہ چیز انتہائی بے غیرتی اور اللہ اور اوسکے پاک رسول کے ساتھ اجنبیت اور مغائرت کی نہیں ہے۔ کیا اسکی مثال اوس بیمار کی سی نہیں جسکے گھر میں ایک مرجع الخلائق حکیم ایک حاذق ڈاکٹر موجود ہو اور وہ کسی اناڑی طبیب سے علاج کرائے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ کہیں سے لائے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تورات لایا ہوں اور یہ کہہ کر اوسکو پڑہنا شروع کر دیا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی اور چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چہرۂ انور کو دیکھ کر حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا تجھے موت آجائے دیکھتا نہیں ہے کہ چہرۂ انور پر غصہ کے آثار ہیں۔ حضرت عمرؓ اوسکے پڑھنے میں مشغول تھے۔ دفعۃً حضور کے چہرہ کو دیکھا تو ڈر گئے۔ اور بار بار کہنا شروع کیا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) نَبِيًّا (میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غصہ سے اور اوسکے رسول کے غصہ سے۔ ہم لوگ اللہ کو رب ماننے پر راضی اور خوش ہیں نیز اسلام کو اپنا مذہب بنانے پر اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے پر) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اوس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ موجود ہوں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر انکا اتباع کرو تو سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ۔ اگر موسیٰ علیہ السلام میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میرا اتباع کرتے (مشکوٰۃ بروایۃ دارمی)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضی بالکل ظاہر تھی کہ جب تک اللہ کی کتاب اور اوسکے رسول کے ارشادات پر پوری نظر اور مہارت نہ ہو اوس وقت تک کسی ایسی کتاب کا

دیکھنا جس میں حق اور باطل مخلوط ہو اپنے دین کو خراب کرنا ہے اسلئے کہ جو شخص دین میں کامل مہارت رکھتا ہے ہر بات میں حق اور ناحق فوراً پہچان سکتا ہے اوسکے لئے تو مضائقہ نہیں کہ کسی چیز کو دیکھے لیکن جسکو دینی علوم میں پوری مہارت نہ ہو اوسکے متعلق قوی اندیشہ ہے کہ اپنی قلت علم کی وجہ سے کسی ناحق بات کو حق سمجھ جائے اور گمراہی میں پھنس جائے۔ چونکہ توراۃ میں ایسے احکام بھی تھے جو منسوخ ہو چکے تھے اور اوس سے بڑھ کر یہ کہ اوس میں تحریف بھی ہو چکی تھی اس وجہ سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شدت ناراضی کا اظہار فرمایا کہ مبادا دین میں خلط واقع ہو اسی لئے ابن سیرینؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ علم = دین ہے۔ پس غور سے دیکھو کہ اپنے دین کو کس سے حاصل کر رہے ہو (مشکوٰۃ)

اسی وجہ سے مشائخ اور اکابر ہمیشہ ایسے لوگوں کی صحبت سے اور تقریر سننے اور تحریر دیکھنے سے منع کرتے ہیں۔ جنکی دینی حالت خراب ہو تاکہ بے دینی کے زہریلے اثرات سے حفاظت رہے۔ عام طور سے ایک مقولہ مشہور ہے۔ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَاقَالَ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ قَالَ (یہ دیکھو کہ کیا کہا یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا) یہ صحیح ہے اور بعض احادیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے چنانچہ مختلف الفاظ سے یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں سے ہاتھ لگے لیلے (جامع۔ مشکوٰۃ۔ مرقاۃ) لیکن یہ اوسی وقت ہے جب سننے والے کو کھرے کھوٹے کی تمیز حاصل ہو چکی ہو۔ وہ دین کے اصول سے اور بات کے جانچنے کے قواعد سے اتنا واقف ہو چکا ہو کہ کیا کہا کو معلوم کر سکے وہ یہ سمجھ سکے کہ فلاں بات دین کے موافق ہے فلاں چیز دین کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ فقہ اور سلف صالحین کے خلاف ہے مگر جب تک یہ بات حاصل نہ ہو اوس وقت تک ہر قسم کی تقریر و تحریر سے تاثر پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل صبح کو ایک اثر ہوتا ہے شام کو دوسرا رنگ

بم جاتا ہے۔ ایک شخص آتا ہے وہ ایک پلّے دار تقریر کرکے تمام مجمع سے ایک بات پر ہاتھ اٹھوالیتا ہے دوسرا آتا ہے وہ اوسکے خلاف پُرزور تقریر کرکے اوسکے خلاف ہاتھ اٹھوالیتا ہے۔ الغرض مسلمان کیلئے صلاح و فلاح صرف اتباع مذہب اسوہ رسول اور سلف صالحین کے طریقہ میں منحصر ہے۔ یہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہے یہی دنیا میں ترقیات کا سبب ہے اسی پر عمل کرکے پہلے لوگ بام ترقی پر پہونچے تھے۔ جن کے احوال و حالات آنکھوں کے سامنے ہیں اور کوئی تاریخ سے واقف شخص اس چیز سے انکار نہیں کرسکتا اسکے خلاف میں مسلمان کیلئے ہلاکت ہے بربادی ہے آخرت کا خسارہ ہے دنیا کا نقصان ہے۔ تجویزیں جتنی چاہے کرلی جائیں ریزولیوشن جتنے چاہے پاس کرلئے جائیں اخبارات کے مقالے جتنے چاہے لکھ لئے جائیں اور مزہ لیکر ان کو پڑھ لیا جائے، سب بے سود ہے بیکار ہے۔ مسلمان کی ترقی و فلاح کا واحد راستہ معاصی سے پرہیز ہے۔ اور اسلامیات کا اہتمام ہے اسکے سوا دوسرا راستہ منزل مقصود کی طرف ہے ہی نہیں۔ یہاں ایک اور چیز پر بھی غور کرتے چلو۔ آج اسلام کو مسخ کردیا جائے اوسکے سارے احکام کو مولویانہ اسلام راہبانہ مذہب ملانہ تنگ نظری کہدیا جائے مگر جن اسلاف نے ہزاروں قلعے فتح کئے تھے لاکھوں کروڑوں آبادیوں کو مسلمان کرکے اسلام کی حکومت وہاں قائم کی تھی وہ اسی مولویانہ اسلام کے عامل تھے اور ملانوں سے زیادہ تنگ نظر تھے وہاں دین سے ایک انچ ہٹنا بھی ہلاکت شمار کیا جاتا تھا۔ وہاں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر قتال کیا جاتا تھا وہاں شراب کو حلال سمجھ کر پینے پر قتل کیا جاتا تھا اور حرام سمجھنے کے باوجود پینے پر کوڑے لگائے جاتے تھے۔ وہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے نماز کو ایسا منافق چھوڑ سکتا ہے جس کا نفاق بالکل واضح ہو۔ یعنی عام منافقین کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ نماز کو

چھوڑ سکیں وہاں جب کوئی اہم مشکل اور گھبراہٹ کی بات پیش آتی تھی تو فوراً نماز کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تھی حضور مسجد میں تشریف لیجاتے تھے اور اوسوقت تک باہر نہیں آتے تھے جب تک وہ تھم نہ جاتی۔ متعدد صحابہ نے مختلف عنوانوں سے حضور کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ پریشانی اور گھبراہٹ کے وقت نماز کیطرف رجوع کرتے تھے اور ایک صحابی نے حضور سے نقل کیا ہے کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کثرت سے یہی معمول نقل کیا گیا ہے۔ کچھ تفصیل دیکھنا ہو تو میرے رسالہ فضائل نماز میں دیکھو وہ لوگ نماز میں تیر کھاتے رہتے تھے اور نماز کی لذت کی وجہ سے اوسکو توڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اذان سنتے ہی دکانوں کو چھوڑ کر نمازوں کو چلا جانا اونکا عام معمول تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی سلطنت کے حکام (گورنروں) کے پاس اعلان بھیجدیا تھا کہ سب سے زیادہ مہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے۔ جو اسکی حفاظت کر سکتا ہے وہ دین کے بقیہ اجزا کی بھی حفاظت کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دیگا وہ دین کے باقی امور کو زیادہ برباد کر دیگا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کے لئے جب حضرت خالد کو امیر لشکر بنا کر بھیجا تو ان کو وصیت فرمائی کہ یہ پانچ چیزیں ہیں۔ کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے اوس سے قتال کرنا (خمیس)

حضرت عمرؓ نے جب عتبہ بن غزوان کو فارس کی ایک لڑائی پر امیر لشکر بنا کر بھیجا تو وصیت فرمائی۔ اِتَّقِ اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتَ وَاحْکُمْ بِالْعَدْلِ وَصَلِّ الصَّلٰوۃَ لِمِیْقَاتِہَا وَاَکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ (ابن جریر) جتنا ممکن ہو تقویٰ کا اہتمام رکھنا۔ فیصلہ میں انصاف کا اہتمام رکھنا۔ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہنا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اجنادین میں رومیوں سے مشہور و معروف زبردست لڑائی ہوئی ہے رومیوں کے سپہ سالار نے ایک عربی شخص کو جاسوس بناکر مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کیلئے بھیجا اور اوس سے کہا کہ ایک شب و روز ان کے لشکر میں رہے۔ اور غور سے پورے حالات کا مطالعہ کر کے آئے۔ وہ چونکہ عربی تھا اسلئے اُن میں بے تکلف رہا اور واپس جاکر اوسنے جو حالت بیان کی ہے وہ یہ ہے۔

بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ وَلَوْ سَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطَعُوْهُ وَلَوْ زَنٰى رُجِمَ لِاِقَامَةِ الْحَقِّ (خمیس)

یہ لوگ رات میں راہب ہیں دن میں شہسوار (یعنی رات بھر خدا کے سامنے ناک رگڑتے ہیں دن بھر گھوڑے پر سوار رہتے ہیں) اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو حق کی حمایت میں اوسکا بھی ہاتھ کاٹ دیں اگر زنا کرے تو اوسکو بھی سنگسار کر دیں۔

یہ جو کچھ اس جاسوس نے کہا بالکل صحیح کہا۔ حدیث کی کتابوں میں بکثرت یہ قصہ وارد ہے۔ کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کر لی تھی اونچے طبقہ کی شمار ہوتی تھیں لوگوں نے چاہا کہ حضور کی بارگاہ میں کسی طرح سفارش کی جائے۔ مگر کسی کی جرأت اور ہمت نہ ہوتی تھی۔ حضور کے متبنیٰ حضرت زید کے بیٹے حضرت اسامہ کو اسکے لئے تجویز کیا کہ حضور ان سے محبت فرماتے تھے۔ انھوں نے سفارش فرمائی تو حضور نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو اوسکے بعد حضور نے وعظ فرمایا جس میں ارشاد فرمایا کہ پہلی امت کے لوگ اسی بات سے ہلاک ہوئے ہیں کہ جب اُن میں کوئی بڑا آدمی چوری کر لیتا تھا تو اوسکو چھوڑ دیتے تھے اور کوئی معمولی درجہ کا آدمی کرتا تھا تو اوسکو سزا دیتے تھے۔ خدا کی قسم اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کر لیتی (اعاذہا اللہ منہ) تو اوس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔ حدیث کی کتابوں میں اور بھی اس نوع کے قصے مذکور ہیں۔ یہی

چیز تھی جس سے کفار کے قلوب مسلمانوں سے مرعوب ہوتے تھے۔ چنانچہ اس رومی سپہ سالار نے اس جاسوس کی بات سنکر کہا اِنْ کُنْتَ صَدَقْتَنِیْ لَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ مِّنْ لِقَائِہِمْ عَلٰی ظَہْرِھَا۔ اگر تو نے مجھ سے ان کا حال سچ بیان کیا ہے تو زمین میں دفن ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ زمین کے اوپر ان سے مقابلہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے یہاں ایک رومی قید تھا جو اتفاق سے موقع پاکر چھوٹ کر بھاگ گیا۔ ہرقل نے اوس سے مسلمانوں کے حالات دریافت کیئے اور کہا ایسے پورے حالات بیان کر کہ انکا منظر میرے سامنے ہو جائے اوس نے بھی اسی قسم کے حالات بیان کیئے کہ یہ لوگ رات کو راہب ہیں دن کو سوار ذمیوں سے (یعنی وہ کافر جو ان کی رعیت ہیں) بھی بغیر قیمت کوئی چیز نہیں لیتے۔ ایک دوسرے سے جب ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں۔

ہرقل نے کہا اگر یہ حالات سچے ہیں تو وہ اس جگہ کے مالک بنکر رہیں گے۔

انطاکیہ کی لڑائی میں یزید بن ابی سفیان نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں ایک خط لڑائی کے حالات کے متعلق لکھا ہے جس کا شروع یہ ہے اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ ھِرَقْلَ مَلِکَ الرُّوْمِ لَمَّا بَلَغَہٗ مَسِیْرُنَا اِلَیْہِ اَلْقَی اللّٰہُ الرُّعْبَ فِیْ قَلْبِہٖ فَتَحَوَّلَ فَنَزَلَ اِنْطَاکِیَہ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ ہرقل روم کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ اوسکی طرف چلدیے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اوسکے دل میں کچھ ایسا رعب ڈالا کہ وہ مقابلہ سے ہٹ گیا اور انطاکیہ پہونچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارا خط آیا جس سے ہرقل کے مرعوب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ بیشک حق تعالیٰ شانہٗ نے اوس وقت بھی جبکہ ہم لوگ حضورؐ کی ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے۔ دشمنوں کو مرعوب کرنے کی ساتھ مدد فرمائی ہے اور اپنے فرشتوں سے مدد کی ہے اور یہی وہ دین ہے جسکی طرف

لوگوں کو ہم بلاتے ہیں اور جسکی وجہ سے اللہ جل شانہ رعب کی ساتھ ہماری مدد کرتے ہیں (خمیس)
ہرقل کی فوج بہت زیادہ تھی اور مسلمان اوسکے مقابلہ میں بہت ہی کم تھے جسکی اطلاع
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی۔ اس کے
جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم مسلمان قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے
البتہ معاصی میں مبتلا ہونے پر باوجود کثیر تعداد کے بھی مغلوب ہو سکتے ہو۔ اسلئے اس سے
پرہیز کرتے رہنا (اشاعة) یہی چیز تھی جس نے اوس وقت مسلمانوں کو نہ صرف آدمیوں
ہی پر غالب بنا رکھا تھا بلکہ بحر و بر، شجر حجر، چرند و پرند سب ہی چیزوں پر ان کو فتح حاصل تھی
تاریخیں ان واقعات سے پر ہیں۔ تفصیلات کیلئے بڑے دفتروں کی ضرورت ہے۔

افریقہ کے جنگل میں مسلمانوں کو چھاونی ڈالنے کی ضرورت پیش آئی اور ایسے جنگل میں جہاں
ہرقسم کے درندے اور موذی جانور بکثرت تھے۔ حضرت عقبہ امیر لشکر چند صحابہ کو ساتھ لے کر
ایک جگہ پہونچے اور اعلان کیا۔ اَیَّتُھَا الْحَشَرَاتُ وَالسِّبَاعُ نَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَارْحَلُوْا فَاِنَّا نَازِلُوْنَ فَمَنْ وَجَدْنَاہُ بَعْدُ قَتَلْنَاہُ اے زمین کے اندر رہنے والے جانورو اور درندو ہم صحابہ
کی جماعت اس جگہ رہنے کا ارادہ کر رہی ہے اسلئے تم یہاں سے چلے جاؤ اسکے بعد جس کو تم
میں سے ہم پائینگے قتل کر دینگے یہ اعلان تھا یا کوئی بجلی تھی جو ان درندوں اور موذی جانوروں
میں سرعت سے دوڑ گئی اور اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر سب چلدیئے۔ (اشاعة)

حضرت سفینہؓ رومیوں کی لڑائی میں یا کسی دوسرے موقعہ پر راستہ بھول گئے اتفاق سے
ایک شیر سامنے آگیا انھوں نے اس شیر سے فرمایا میں حضور کا غلام ہوں مجھے یہ صورت پیش آگئی وہ شیر
کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا ان کی ساتھ ہولیا۔ جہاں کہیں کوئی خطرہ کی بات پیش آتی وہ دوڑ
کر اوس طرف جاتا اور اوس سے نبٹ کر پھر ان کے پاس آجاتا اور اسی طرح دم ہلاتا ہوا ساتھ

ہو لیتا حتیٰ کہ لشکر تک اُن کو پہونچا کر واپس چلا گیا (مشکوٰۃ)

فارس کی لڑائی میں جب مدائن پر حملہ ہونے والا تھا تو راستہ میں دجلہ پڑتا تھا کفار نے وہاں سے کشتیاں وغیرہ بھی سب ہٹالیں کہ مسلمان اُنپر کو نہ آسکیں۔ برسات کا موسم اور سمندر میں طغیانی۔ امیر لشکر حضرت سعدؓ نے حکم دیدیا کہ مسلمان سمندر میں گھوڑے ڈالدیں۔ دو دو آدمی ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور سمندر میں گھوڑے بے تکلف تیر رہے تھے۔ امیر لشکر حضرت سعد کے ساتھی حضرت سلمانؓ تھے اور حضرت سعد بار بار فرماتے تھے۔ وَاللّٰہِ لَیَنصُرَنَّ اللّٰہُ وَلِیَّہٗ وَلَیُظْھِرَنَّ دِینَہٗ وَلَیَھزِمَنَّ عَدُوَّہٗ مَالَمْ یَکُنْ فِی الْجَیْشِ بَغْیٌ اَوْ ذُنُوْبٌ تَغْلِبُ الْحَسَنَاتِ ۔ خدا کی قسم اللہ جل شانہ اپنے دوستوں کی مدد ضرور کریگا۔ اور اپنے دین کو غالب کریگا اور دشمنوں کو مغلوب کرے گا۔ جب تک کہ لشکر میں ظلم (یا زنا) نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں (اشاعۃ)

مرتدین کی لڑائی میں حضرت صدیق اکبرؓ نے علاء حضرمیؓ کو امیر لشکر بنا کر بحرین کی طرف بھیجا۔ ایک ایسے جنگل پر گذر ہوا جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ لوگ پیاس کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہونچ گئے۔ حضرت علاء گھوڑے سے اُترے۔ دو رکعت نماز پڑھی اوسکے بعد دعا کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ اِسْقِنَا ۔ (اے حلم والے اے علم والے اے برتری والے اے بڑائی والے ہمیں پانی عطا فرما) ایک نہایت معمولی سا بادل اُٹھا اور فوراً برسا اور اس زور سے کہ سب لوگوں نے خود پیا۔ برتنوں کو بھر لیا سواریوں کو پلایا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد چونکہ مرتدین کی جماعت نے دارین میں جا کر پناہ لی تھی اور وہاں پہونچنے کیلئے سمندر کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ مرتدین نے کشتیاں بھی جلادی تھیں کہ مسلمان اونکا تعاقب نہ کرسکیں۔ حضرت علاء سمندر

ے کے کنارے پہونچے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی۔ یَاحَلِیْمُ یَاعَلِیْمُ یَاعَلِیُّ یَاعَظِیْمُ اَجِزْنَا۔ اے حلیم اے علیم اے علی اے عظیم ہمیں پار کردے۔ یہ دعا کی۔ اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر سمندر میں کود پڑے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے خدا کی قسم نہ قدم بھیگا نہ موزہ بھیگا نہ گھوڑوں کے سُم بھیگے اور چار ہزار کا لشکر تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پانی اس قدر کم ہو گیا تھا کہ گھوڑے اور اونٹوں کے صرف پاؤں بھیگتے تھے کیا بعید ہے کہ جب چار ہزار کا لشکر تھا اوس میں بعض کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسوں کے موزے بھی نہ بھیگے ہوں۔ اسی قصہ کی طرف عفیف بن منذر نے جو خود اس لڑائی میں شریک تھے دو شعروں میں اشارہ کیا ہے جنکا ترجمہ یہ ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ نے سمندر کو مطیع کر دیا اور کفار پر کتنی سخت مصیبت نازل کی۔ ہم نے اوس پاک ذات کو پکارا جس نے (بنی اسرائیل کیواسطے) سمندر کو ساکن کر دیا تھا۔ اوس نے ہماری ساتھ بنی اسرائیل سے بھی زیادہ اعانت کا معاملہ فرمایا (خمیس)

سمندر اور دریاؤں پر پیدل اور سواریوں پر گذرنے کے واقعات کثرت سے ہیں مگر عزیز من یہ قصے لطف سے پڑھنے کے نہیں ہیں اپنی بدحالی اور بداعمالی پر رونے کے ہیں۔ حضور نے ہمیں اپنے پاک ارشادات میں ایک ایک چیز بتا دی۔ بھلائی کے راستے اور برائی کے راستے علیحدہ علیحدہ کر دئے۔ اسلاف نے ان پر عمل کیا اور کامیاب ہوئے۔ ہم نے نہ حضور کے ارشادات کی قدر کی نہ ان بزرگوں کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کی نہ اللہ جل جلالہٗ کا خوف کیا۔ نہ اوسکے پاک رسول کی پیروی کی لیکن جو آرزوئیں اور اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں وہ جَو بوکر گیہوں کاٹنے کی

ہیں۔ جنہوں نے گیہوں بوئے تھے اُنہوں نے کاٹے بھی وہی تھے۔ اسلامی تاریخ اُٹھاؤ اور ایک ایک معرکہ کو غور اور عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔ لشکروں کو روانگی کیوقت کیا کیا نصائح ہوتی تھیں اور پھر وہ حضرات اوس پر کیسی پابندی کرتے تھے۔ عراق کی لڑائی میں جس کا مختصر حال میں حکایات صحابہ باب ہفتم کے ۶ پر لکھ چکا ہوں حضرت عمرؓ نے امیر لشکر حضرت سعد کو جو نصیحت فرمائی ہے اوس کا ایک ایک لفظ غور کے قابل ہے۔ چند الفاظ کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

اسپر غرور نہ کرنا کہ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور حضور کا صحابی کہا جاتا ہے اللہ جل شانہٗ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کے درمیان اور اوسکے بندوں کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے اوس سے صرف بندگی کا معاملہ ہے اوسکے یہاں شریف رذیل سب برابر ہیں اوس کے انعامات اوسکی اطاعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضور کی پوری زندگی نبوت کے بعد سے وصال تک جو تم نے دیکھی ہے اوسکو پیش نظر رکھنا اور اوسکو مضبوط پکڑنا یہ میری خاص نصیحت ہے اسکو اگر تم نے نہ مانا تو عمل ضائع ہو جائیگا اور نقصان اُٹھاؤ گے۔ ......

تم ایک بہت سخت اور دشوار کام کے لئے بھیجے جا رہے ہو۔ جس (کی ذمہ داریوں) سے خلاصی بجز اتباع حق کے اور کسی صورت میں نہیں ہے اسلئے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بنانا ...... اللہ کا خوف اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دو چیزوں میں مجتمع ہے۔ اوسکی اطاعت میں اور گناہ سے احتراز میں اور اللہ کی اطاعت جسکو بھی نصیب ہوئی ہے وہ دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی ہے فقط (اشاعۃ)

خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص دنیا سے محبت رکھیگا آخرت کو نقصان پہونچائیگا اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھیگا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہونچائیگا پس تم لوگ ایسی چیز کو جو باقی رہنے والی ہے (یعنی آخرت کو) ترجیح دو ایسی چیز پر جو فنا ہو جانے والی ہے (یعنی دنیا پر) مشکوۃ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کلیہ کو سمجھ لیا تھا اور مضبوط پکڑ لیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دے اور دنیا کے نقصان کو آخرت کے مقابلہ میں برداشت کرنے کو طیار ہو جائے تو صورۃً دنیا کا نقصان ہوتا ہے حقیقت میں نہیں ہوتا کہ جتنا مقدر ہے وہ تو پہونچ کر رہیگا۔ حضور کا ارشاد ہے جس شخص کا ارادہ (اور اہتمام و عمل) آخرت کی طلب کا ہوتا ہے اللہ جل شانہٗ اوسکے دل میں غنا ڈالدیتے ہیں اوسکے منتشر امور کو مجتمع فرما دیتے ہیں اور دنیا اوسکے پاس ذلیل ہو کر پہونچتی ہے۔ اور جس شخص کی نیت دنیا طلبی کی ہوتی ہے فقر اوس کی نگاہ کے سامنے رہتا ہے کاموں میں انتشار اور تشتت رہتا ہے اور مقدر سے زیادہ تو ملتا ہی نہیں (مشکوٰۃ)

چنانچہ صحابہ کرام اور ان کے بعد اولیاء اللہ کے قصے حد تواتر کو پہونچے ہوئے ہیں کہ دنیا کسقدر ذلیل ہو کر ان کے پاس آتی تھی اور آتی ہے اور کیوں نہ آئے جب دنیا کی ہر چیز انہیں کے لئے پیدا کی گئی ہے حضرت سعدؓ نے ایک موقع پر ایک مختصر جماعت کا امیر لشکر عاصم بن عمرو کو بنا کر میسان (ایک جگہ کا نام ہے) فتح کرنے کے لئے بھیجا. عاصم بن عمرو وہاں پہونچے تو اتفاق کہ مسلمانوں کے پاس خورونوش کا سامان نہیں رہا نہ کہیں سے دستیاب ہوا اہل فارس کا ایک شخص جو خود چرواہا تھا ایک بن کے کنارہ پر ملا اوس سے دریافت کیا کہ کہیں دودھ اور بار برداری کے جانور مل سکیں گے اوس نے جھوٹ کہدیا کہ مجھے خبر نہیں ہے. لیکن بن کے اندر سے ایک بیل نے آواز دی کذب عدو الله ها نحن،

اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہم یہاں موجود ہیں۔ اس آواز پر عاصم بن میں گئے اور اُن کو پکڑ لائے اور لشکر پر تقسیم کیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ قادسیہ میں حضرت سعد کی ساتھ پیش آیا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ دونوں جگہ پیش آیا ہو۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس قصہ کا تذکرہ آیا تو اوسکو اسپر تعجب ہوا اور اوسنے ایسے حضرات کو بلاکر جن کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا تصدیق کی۔ ان لوگوں نے بیل کی آواز کا خود سننا بیان کیا۔ حجاج نے کہا کہ لوگ اس واقعہ کے متعلق کیا خیال کرتے تھے ان لوگوں نے کہا کہ لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مسلمانوں سے راضی ہیں اور فتوحات ان کے ہمرکاب ہیں حجاج نے کہا یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ لشکر کے سارے ہی افراد متقی پرہیزگار ہوں۔ لوگوں نے کہا یہ تو ہمیں معلوم نہیں کہ لشکر کے دلوں میں کیا بات تھی۔

فَمَا رَأَيْنَا فَمَا رَأَيْنَا قَطُّ أَزْهَدَ فِي دُنْيَا مِنْهُمْ وَلَا أَشَدَّ بُغْضًا لَهَا لَيْسَ فِيهِمْ جَبَانٌ وَلَا غَالٌّ وَلَا غَدَّارٌ

لیکن ظاہر میں جو کچھ ہم نے دیکھا وہ یہ ہے کہ دنیا کے بارے میں ان سے زیادہ زاہد اور دنیا کے ساتھ ان سے زیادہ بغض رکھنے والا ہم نے نہیں دیکھا کوئی شخص ان میں بزدل یا خیانت کرنے والا یا بدعہدی کرنے والا نہ تھا۔

اس قصہ میں جانوروں کا بولنا یا اللہ والوں کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا دونوں باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں۔ صحیح حدیثوں میں جانوروں کا بولنا ثابت ہے۔ بخاری شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ہے کہ ایک شخص ایک گائے لئے جا رہا تھا وہ چلتے چلتے تھک گیا اور اوسپر سوار ہو گیا وہ گائے بولی کہ ہم اس کے لئے پیدا نہیں کئے گئے۔ ہم کھیتی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگوں کو اوسکے بولنے پر بڑا تعجب تھا۔ حضور نے فرمایا

میرا اور ابوبکر و عمر کا تو اس پر ایمان ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص بکریاں چرا رہے تھے ایک بھیڑیے نے ایک بکری اُٹھالی ان صاحب نے شور و شغب کیا تو اس بھیڑیے نے کہا۔ درندوں کے دن (یعنی قیامت کے قریب) کون ان بکریوں کی حفاظت کریگا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ حضور نے یہاں بھی وہی ارشاد فرمایا کہ میرا اور ابوبکر و عمر کا اس پر ایمان ہے (مشکوٰة بروایۃ الشیخین) معجزات کی کتابوں میں متعدد واقعات اس نوع کے ذکر کئے گئے ہیں کہ جانوروں نے حضور کی نبوت کی شہادت دی۔ لوگوں کو ایمان نہ لانے پر طعن کیا۔ دیکھنا چاہو تو شفاء قاضی عیاض میں بھی چند واقعات ذکر کئے ہیں۔ اس قصہ کا دوسرا جزء کہ جانوروں نے اپنے آپ کو پیش کیا بھی ظاہر ہے کیونکہ جب یہ جماعت اللہ کے نام پر شہید ہونے کو اس رضا اور رغبت کے ساتھ ہر وقت طیار اور مستعد تھی تو کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ جیسا تم معاملہ کرو ویسا ہی معاملہ کیا جائے گا ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ٭ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(یعنی تو خدا کی اطاعت کر دُنیا کی ہر چیز تیری اطاعت کریگی) ان حضرات کے شوق شہادت کے واقعات سے تواریخ بھری ہوئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند قصے حکایات صحابہ میں لکھ چکا ہوں دل چاہے تو دیکھ لو۔

حجۃ الوداع میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ کی قربانی کی تھی۔ جب حضور قربانی فرما رہے تھے تو پانچ چھ اونٹ اکٹھے اُمڈے ہوئے آتے تھے کہ پہلے کون قربان ہو۔ ابوداؤد شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اور جب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ معمولی حکام بے بس حکام جن کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی ہر طرح حمایت کرتے ہیں تو اللہ جل جلالہٗ اپنے مطیعوں کی حمایت کیوں نہ کریگا اور قرآن شریف کا

وعدہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ (س محمد ع ۱) اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ جل شانہٗ تمہاری مدد کریگا۔ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ (س آل عمران ع ۱۷) اگر اللہ جل شانہٗ تمہاری مدد کریں تو کوئی بھی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور وہ اگر مدد نہ کریں تو پھر ان کے علاوہ کون مدد کر سکتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس چیز کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اطاعت رسول انکی طبیعت بن گئی تھی کامیابی ان کے ساتھ تھی ہر نوع کی مدد ان کی رفیق تھی اور جہاں کہیں کسی قسم لغزش ہوئی وہاں مشقتیں دقتیں اُٹھانا پڑیں۔ جنگ احد کا قصہ مشہور ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ایک خاص جگہ پر متعین فرما کر حکم دیدیا تھا کہ ہم غالب ہوں یا مغلوب تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ مسلمان غالب ہوتے جارہے تھے اور جب کافی غلبہ ہو گیا تو اس جماعت کے بہت سے افراد نے یہ سمجھ کر کہ اب تو غلبہ بالکل ہی حاصل ہو گیا ہے بھاگنے والے کفار کا تعاقب کیا اس جماعت کے امیر نے کہا بھی کہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اگر ہم غالب بھی ہو جائیں تب بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا مگر جماعت نے غلط فہمی سے اس حکم کو یہ سمجھا کہ معمولی غلبہ مراد ہے اور اب بالکلیہ غلبہ ہو چکا ہے اسلئے اس جگہ سے ہٹ گئے اور خالد بن ولید نے جو اوسوقت کفار کے سپہ سالار تھے اسی جگہ سے آکر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ کتب حدیث و تاریخ میں یہ قصہ مشہور ہے۔

حنین کی لڑائی میں مسلمانوں کی کثرت اور کفار کی قلت کی وجہ سے بعض مسلمانوں کو کچھ غرور پیدا ہوا جس کی وجہ سے سخت پریشانی اور دقت کا سامنا مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ قرآن پاک میں بھی اس کی طرف اللہ جل جلالہٗ نے متوجہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ

اَلْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (سورۃ توبہ ع ۴)

تمہاری اللہ جل شانہ نے بہت سے موقعوں میں مدد کی اور حنین کے دن بھی مدد کی جبکہ تم کو اپنی کثرت کی وجہ سے غرہ ہو گیا تھا پس وہ کثرت تمہاری کچھ کام نہ آئی (اور کفار کے تیر برسانے سے ایسی پریشانی تم کو ہوئی) کہ تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

مرتدین کی لڑائی میں اول طلیحہ الکذاب سے معرکہ ہوا جس میں بہت سے لوگ بھاگ گئے کچھ مارے گئے خود طلیحہ بھی بھاگ گیا۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اوسکے بعد مسیلمہ کی جماعت سے لڑائی ہوئی اور جس میں بہت سخت مقابلہ ہوا اور ہزاروں آدمی اوسکی جماعت کے قتل ہوئے اور مسلمانوں کی بھی بڑی جماعت شہید ہوئی۔ حضرت خالدبن ولیدؓ ان معرکوں کے سپہ لار تھے فرماتے ہیں۔

اِنَّا لَمَّا فَرَغْنَا مِنْ طُلَيْحَةَ الْكَذَّابِ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ شَوْكَةٌ قُلْتُ كَلِمَةً وَالْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْقَوْلِ وَمَا بَنُوْ حَنِيْفَةَ مَا هِيَ اِلَّا كَمَنْ لَقِيْنَا فَلَقِيْنَا قَوْمًا مَا يُشْبِهُوْنَ اَحَدًا وَلَقَدْ صَبَرُوْا النَّاسُ مِنْ حِيْنَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ۔ خمیس

جب ہم طلیحہ کذاب سے فارغ ہو گئے اور اسکی شوکت کچھ زیادہ نہ تھی تو میری زبان سے ایک کلمہ نکل گیا۔ اور مصیبت گویائی کے ساتھ وابستہ ہے (میں نے کہدیا تھا) کہ بنی حنیفہ ہیں ہی کیا چیز۔ یہ بھی ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں سے ہم نبٹ چکے ہیں (یعنی طلیحہ کی جماعت) مگر جب ہم اوسکی جماعت سے بھڑے تو ہم نے دیکھا کہ وہ کسی کے مشابہ نہیں ہیں۔ طلوع آفتاب سے لیکر عصر کے وقت تک وہ برابر مقابلہ کرتے رہے۔

حضرت خالدؓ خود اقرار فرماتے ہیں کہ ایک کلمہ زبان سے نکل گیا تھا جسکی وجہ سے اتنے

سخت مقابلہ کی نوبت آئی۔ اسی وجہ سے یہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ذرا ذراسی چیز کی نگرانی اور اوس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ یرموک پر جب حملہ ہو رہا تھا تو حضرت خالدؓ عراق کی لڑائی میں مشغول تھے۔ یرموکی لشکر کی مدد کے واسطے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اُن کو خط لکھا اور تحریر فرمایا کہ عراق پر اپنا جانشین مقرر کر کے فوراً یرموک پہونچو۔ اوس خط میں انکی تعریف فرمائی تھی اور کامیابیوں پر مبارک باد دی تھی اور یہ لفظ بھی لکھا تھا۔

وَلَا يَدْخُلَنَّكَ عُجْبٌ فَتَخْسَرَ وَتُخْذَلَ وَإِيَّاكَ أَنْ تُدِلَّ بِعَمَلٍ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَهُ الْمَنُّ وَهُوَ وَلِيُّ الْجَزَاءِ خميس	تمہارے اندر عجب (غرور) ہرگز پیدا نہ ہو کہ اس سے نقصان اٹھاؤگے اور ذلیل ہوگے۔ اپنے کسی عمل پر ناز نہ کرنا۔ اللہ ہی کا احسان ہے اور وہی بدلہ کا مالک ہے۔

ان حضرات کے خطبات میں تحریرات میں ذرا ذرا سے امور پر تنبیہ اور انکا اہتمام ہوتا تھا اور معاصی پر زبردست گرفت ہوتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جس قدر کارنامے مشہور و معروف ہیں دوست دشمن مسلمان کافر سب ہی واقف ہیں۔ خلافت صدیقی میں ایک واقعہ میں حضرت عمرؓ لشکر کی امارت سے ان کو معزول کرنے پر بہت مصر ہوئے۔ مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قبول نہیں فرمایا۔ خلافتِ فاروقی میں ایک واقعہ کی بنا پر کہ ایک شاعر کو بہت سا انعام دیدیا تھا حضرت خالد کی مشکیں بندھوا کر بلوایا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ جب پہلی مرتبہ بیت المقدس تشریف لیجا رہے تھے تو قرب وجوار کی فوجوں کے سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ اپنی فوجوں پر اپنا قائم مقام کسی کو بنا کر مجھ سے جابیہ میں (ایک جگہ کا نام ہے) آکر ملیں۔ یہ سب اُمراء جابیہ پہونچے۔ سب سے اوّل یزید بن ابی سفیان سے پھر حضرت ابو عبیدہؓ سے پھر حضرت خالد سے ملاقات ہوئی۔ یہ حضرات کچھ ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر سواری سے اُترے اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر ان حضرات کو

مارنا شروع کردیا۔ اور فرمایا کہ کسقدر جلدی تم اپنے پرانے خیالات سے ہٹ گئے کہ اس ہیئت میں مجھ سے ملنے آئے ہو۔ ابھی دو ہی برس سے تم کو پیٹ بھر کر ملنے لگی ہے جسپر یہ حالت ہوگئی ہے اگر دو سو برس کی امارت کے بعد بھی تم اس ہیئت کو اختیار کرتے تو میں تمہاری جگہ دوسروں کو امیر بناتا۔ اُنھوں نے معذرت کی اور عرض کیا۔ کہ ہم ہتھیار لگائے ہوئے یہ کپڑا اوپر پہن لیا تھا (طبری) ریشمی لباس کی فقہی بحث علیحدہ چیز ہے بعض انواع اوسکی جائز ہیں میسان جب فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے نعمان بن عدی کو وہاں کا حاکم بنادیا اُنھوں نے اپنی بیوی کو بھی وہاں لیجانا چاہا مگر وہ نہیں گئیں تو اُنھوں نے بیوی کو ایک خط لکھا جس میں وہاں کی راحتیں اور لطف اشعار میں لکھا جن میں شراب اور اوسکے خوشنما گلاسوں کے دور چلنے کا بھی ذکر شاعرانہ انداز میں کردیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوگئی ان کو خط لکھا جس میں بسم اللہ کے بعد اوّل سورہ غافر کی پہلی آیت لکھی اوسکے بعد تحریر فرمایا مجھے تمہارا فلاں شعر پہونچا میں نے تمہیں معزول کردیا۔ وہ حاضر ہوے اور قسم کھائی کہ میں نے شراب نہیں پی وہ محض شاعرانہ طور پر لکھ دیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی تمہاری ساتھ یہی حسن ظن ہے مگر میں تمہیں کسی جگہ کا حاکم کبھی نہیں بنانے کا (معجم البلدان)

یہ سخت گیری اور تنگ نظری تھی ان حضرات اکابر کی۔ تاریخ اور کتب حدیث میں ہزاروں واقعات اس رنگ کے پاؤگے یہی دارین کی ترقیات کا واحد سبب تھا اور جہاں کہیں کوئی لغزش ہوئی وہاں نقصان بھی پہونچا۔ جسکی نظیریں ابھی پڑھ چکے ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہ جتنا اونچا طبقہ یا فرد تھا اتنی ہی معمولی لغزش پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ سورہ عبس میں اس چیز پر تنبیہ ہے کہ ایک نابینا غریب کے مقابلہ میں دنیادار مالدار کی رعایت کیوں ہوئی حالانکہ وہ

رعایت دین ہی کے خاطر تھی اسکے بالمقابل جتنا معمولی طبقہ تھا اتنے ہی معمولی سئیات سے درگذر اور سئیات کے بڑھ جانے پر گرفت ہوئی۔ جزیرہ سردانیہ بہت مشہور جزیرہ ہے سنہ ۹۰ھ کے آس پاس فتح ہوا ہے۔ مال غنیمت میں خاص طور سے اس میں خیانتیں کثرت سے ہوئیں جس کے جو ہاتھ لگا اُڑا لیا۔ فتح کے بعد جہاز میں سوار ہو کر واپس آرہے تھے۔ کہ غیب سے آواز آئی اَللّٰھُمَّ غَرِّقْھُمْ (اے اللہ انکو غرق کردے) اور سب غرق ہو گئے (اشاعت) وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تھے جو اس مضمون کے شروع میں تھے اور یہ واقعات ان کی مثالیں ہیں گذشتہ تواریخ کے اوراق ان سے پُر ہیں اور آج جو ہو رہا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ بے دینی کے اسباب ہم اپنے ہاتھوں اختیار کرتے جا رہے ہیں گناہوں میں زور شور سے منہمک ہوتے جا رہے ہیں پریشانیاں اور بدحالیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور اب تو اجتماعی صورت سے خود اسلام کو خیرباد کہنے کی صورتیں پیدا ہو رہی ہیں دین کے ایک ایک جز کو چھوڑا جا رہا ہے اب اس کا اگر حل ہو سکتا ہے تو دین پر پختگی اور گناہوں سے احتراز ہی سے ہو سکتا ہے مگر اس دقیانوسی بات کو کون کہہ سکتا ہے اور کس سے کہا جائے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَالْمُسْتَعَانُ

جواب نمبر ۵

کچھ بعید نہیں کہ ایسا بھی ہو اور سب نہیں تو کچھ لوگ اپنی اغراض کے تحت میں بھی کام کرتے ہوں لیکن یہ بھی تو اوسی اسلامی تعلیم کے ترک کا نتیجہ ہے۔ ہم لوگ اپنی تعلیمات کو قبول کریں اون کو اسوہ بنائیں تو پھر یہ ایک مفسدہ کیا کوئی بھی مفسدہ باقی نہ رہے یقیناً جو لوگ دنیوی اغراض کی خاطر دین کا کام کرتے ہیں وہ اپنے نفوس پر ظلم کرتے ہیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِیٍٔ مَا نَوٰی الخ اعمال کا اجر و ثواب نیت ہی سے ہوتا ہے اور ہر آدمی کو ویسا ہی بدلہ ملتا ہے

جیسی اوسکی نیت ہوتی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن روانہ فرمایا تو اُنھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے۔ حضور نے اخلاص کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ (اخلاص کی ساتھ) تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مخلصین کو خدائے تعالیٰ خوش رکھے وہ لوگ ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں انکی وجہ سے ہر تاریک فتنہ زائل ہو جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں ان کو ایک مرتبہ کچھ اپنی بڑائی کا خیال آگیا۔ حضور نے تنبیہ فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ اس اُمت کی مدد ضعفا ہی سے فرماتے ہیں۔ انکی نماز کی وجہ سے اونکی دعا کی وجہ سے ان کے اخلاص کی وجہ سے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ تمہارے بدن اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں (کہ جو کام کیا جا رہا ہے وہ کس نیت اور کس ارادہ سے ہے) حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے جو پہلے بھی قریب ہی گذر چکا ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ۔ جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض دنیوی زندگی (کی منفعت) اور اوسکی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں (بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو) کچھ کمی نہیں کی جاتی اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں بجز جہنم کے کچھ نہیں ہے اور انھوں نے جو اعمال کئے وہ آخرت میں بیکار اور بے اثر ثابت ہونگے۔ متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص کا اہم مقصد محض دنیا ہوتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُوسکے احوال کو پریشان کر دیتے ہیں اور اُوسکے فقر کو آنکھ کے سامنے کر دیتے ہیں

کہ ہروقت اسی کے فکر میں مبتلا رہتا ہے اور جس شخص کا اہم مقصد آخرت ہوتا ہے اوسکو جمعیت نصیب فرماتے ہیں اوسکے دل میں استغنا عطا فرماتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اوسکے پاس پہونچتی ہے۔ ایک حدیث میں خود حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان نقل کیا گیا ہے کہ اے آدم کے بچے تو میری عبادت کیلئے فراغت حاصل کر میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دونگا اور تیرا فقر دور کر دونگا ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دونگا اور فقر دور نہ کرونگا (ترغیب) اسلئے جن لوگوں کی نیت محض دنیوی اغراض ہیں اور ساری جدوجہد کا حاصل یہی بیکار منافع ہیں۔ وہ یقیناً اپنے قیمتی اوقات کی اضاعت کرتے ہیں۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس اُمت کو بلندی اور دینداری اور علو مرتبہ اور زمین پر قبضہ کی بشارت دیدو (کہ یہ چیزیں اس اُمت کو حاصل ہونگی) لیکن جو شخص آخرت کا عمل دُنیا کے واسطے کریگا اوسکا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

ایک صحابی نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کسی کام میں کھڑا ہوتا ہوں تو اللہ جل شانہ کی رضا کا بھی ارادہ کرتا ہوں اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ میرا مرتبہ بھی ظاہر ہو۔ حضور نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ قرآن پاک کی آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا نازل ہوئی۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک عمل (شریعت کے موافق) کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ریا اور شہرت کے واسطے عمل کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اوسکو مشہور کرینگے (یعنی اس بدنیتی کی شہرت کرینگے) اور اوسکو حقیر اور ذلیل کرینگے۔ حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہ نے عرض

کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا ریا کاری (دکھلاوا) قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کو ارشاد فرمائیں گے کہ جن لوگوں کے دکھانے لئے اعمال کئے تھے اُنہیں سے جاکر بدلہ اور ثواب لے لو (ترغیب)

اور احادیث بھی بکثرت اس نوع کی وارد ہوئی ہیں جن سے بتواتر یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ جن اعمال حسنہ کی غرض شہرت و وجاہت ہوتی ہے یا کوئی مال ومتاع مقصود ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہٗ کی رضا انسے مقصود نہیں ہوتی وہ سب بیکار جاتے ہیں بلکہ بجائے خیر کے شر کو پیدا کرتے ہیں۔ ابھی جہاد کے مضمون میں بھی اس قسم کی روایات کا کچھ حصہ پہلے گذر چکا ہے جن میں یہ وارد ہوا ہے کہ جس جہاد سے مقصود شہرت یا دنیوی متاع ہوتا ہے وہ مقبول نہیں ہوتا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کو ایک صحابی گذرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے بدن کی حالت (قوت) اور نشاط کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ اگر (قوت ونشاط کی) یہ حالت اللہ کے راستہ (جہاد) میں ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا اگر یہ شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں کی اعانت کے لئے نکلا ہے تو وہ بھی اللہ کا راستہ ہے اور اگر بوڑھے والدین کی مدد کیلئے نکلا ہے تو وہ بھی اللہ کا راستہ ہے۔ اگر اپنے نفس کی ضروریات پورا کرنے کے لئے اور اوس کو حرام سے بچانے کیلئے نکلا ہے تو وہ بھی اللہ کا راستہ ہے۔ البتہ اگر شہرت اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو وہ شیطان کا راستہ ہے (ترغیب)

اس حدیث سے اور اس جیسی احادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ اللہ کا راستہ صرف جہاد میں یا نوافل میں یا دوسری عبادات میں منحصر نہیں بلکہ ضروری اعمال وعبادات کرنے کے بعد جو کام بھی نیک نیتی سے کیا جائے اللہ کی رضا اوس میں مقصود ہو ادائے حقوق اوسکی غرض ہو وہ سب اللہ ہی کا راستہ ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینداری صرف عبادات میں

مشغولی کا نام ہے اور دنیاداری کے کاموں میں مشغول ہونا اسکے منافی ہے وہ غلطی پر ہیں۔ معتبر علما میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اسباب معیشت کو حاصل نہ کیا جائے۔ یا ترک کر دیا جائے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اون کو دنیا کی غرض سے نہ کیا جائے اون کو بھی اللہ ہی کی رضا کے واسطے اوسکے مقرر کئے ہوئے حقوق کے واسطے حاصل کیا جائے۔ وجاہت تفاخر تکبر اور لوگوں کی نگاہ میں بڑائی حاصل کرنیکے واسطے نہ کیا جائے۔ مگر اس سب کے باوجود دوسری جانب بھی قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص کو صاحب غرض سمجھنا یہ بھی اسلامی تعلیم کے منافی ہے اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا (سورہ حجرات رکوع ۲) اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو اسلئے کہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کے عیب کا) تجسس بھی نہ کیا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے ہم لوگوں کی عام حالت یہ ہے کہ جو شخص ہماری مرضی کے موافق کام کرتا ہے وہ مخلص ہے متقی ہے پرہیزگار ہے۔ لیکن جوں ہی وہ ہماری رائے کے خلاف کوئی کام کر گذرتا ہے وہ ٹوڈی ہے انگریز پرست ہے یا ہندو پرست ہے خود غرض ہے نفس پرست ہے غدار قوم ہے مکار ہے دغاباز ہے وہ انگریزوں کا وظیفہ خوار ہے یا کانگرس کا تنخواہ دار ہے۔ غرض یہ کہ دنیا بھر کے عیوب اوس میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اوسکے اصلی عیوب کو طشت از بام کیا جاتا ہے اوسمیں فرضی عیوب پیدا کئے جاتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اس کی عیب پوشی کرینگے اور جو شخص مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ اوسکی پردہ دری کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں (چھپ کر) کوئی عیب

کرتا ہے تب بھی اوسکو فضیحت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا اے وہ لوگو جنکی زبان پر اسلام ہے اور انکے دلوں تک ایمان نہیں پہونچا۔ تم مسلمانوں کو نہ ستاؤ اور ان کے عیوب کے درپے نہ ہو۔ جو شخص مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اوسکی پردہ دری فرماتے ہیں اور جس کے عیب کو اللہ جل شانہٗ کھولنا چاہیں اوسکو گھر کے اندر کئے ہوئے کام پر بھی رسوا کر دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا اور دیکھ کر فرمایا کہ تو کتنا بابرکت اور باعظمت گھر ہے لیکن اللہ کے نزدیک مسلمان کا احترام تجھ سے کہیں زیادہ ہے (ترغیب)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے بھائی کی کسی تکلیف پر اظہار مسرت وخوشی نہ کر۔ (اگر ایسا کرے گا) تو حق تعالےٰ شانہٗ اوسپر رحم فرماکر تجھے اس مصیبت میں مبتلا فرمادینگے (ترغیب)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو خوش اخلاق ہوں اپنے بازوؤں کو نرم کرنیوالے ہوں (یعنی ذرا ذراسی بات پر اکڑنے اور آستینیں سوتنے والے نہ ہوں) الفت کرنے والے ہوں اور دوسروں کے درمیان تعلقات پیدا کرنے والے ہوں اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور میرے نزدیک زیادہ مبغوض وہ لوگ ہیں جو چغلخوری کرنے والے ہوں۔ دوستوں میں تفریق اور اختلاف پیدا کرنے والے ہوں اور جو لوگ بری ہوں ان کے لئے عیب جوئی کرنے والے ہوں، (ترغیب)

حضور کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص تجھے کسی ایسے عیب سے رسوا کرے جو تجھ میں

ہے تو تو اسکے جواب میں بھی ایسے عیب سے اوسکو رسوا نہ کر جو اوس میں ہے۔ تجھے اس کا اجر ملیگا اور اوسکے کہنے کا وبال اوس پر رہیگا (ترغیب)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپس میں قطع تعلقات نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پشت نہ پھیرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترک کلام کرے (ترغیب)

حضور کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے اور ہر اوس شخص کیلئے مغفرت کی جاتی ہے جو شرک نہ کرتا ہو۔ البتہ جن دو شخصوں میں کینہ اور عداوت ہو ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ انکو ابھی رہنے دو جب تک آپس میں صلح نہ کریں (بخاری ترغیب)

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے (بخاری ترغیب)

حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینے والا اپنی ہلاکت کا سامان کرنے والا ہے (ترغیب)

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کا ایسی بات کے ساتھ ذکر کرے جو اوس میں نہیں ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اوس کو جہنم میں مقید فرما کر کہیں گے کہ اپنے کہے ہوئے کو سچا کر (ترغیب)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلخوری کرنے والے ہوں۔ دوستوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے ہوں اور ایسے لوگوں کیلئے عیوب تلاش کرنیوالے

ہوں جوان سے بری ہیں (ترغیب)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑہا اور اوس میں اعلان فرمایا کہ تم لوگوں کے خون اور آبروئیں اور مال تم پر ہمیشہ کے لئے ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ آج اس محترم شہر محترم مہینہ اور محترم دن میں ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر جان و مال اور آبرو حرام ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بڑے سے بڑے سود کے حکم میں ہے مسلمان کی آبروریزی کرنا اس مضمون میں کئی حدیثیں مختلف الفاظ سے ذکر کی گئی ہیں۔ جن میں سے بعض احادیث کا تذکرہ پہلے بھی آچکا ہے۔ مگر ہم لوگوں کے یہاں مسلمان کی آبروریزی اس قدر سہل ہے کہ معمولی سی بات پر بلکہ محض گمان اور احتمال پر اوسکی آبروریزی میں ذرا بھی باک نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک مسلمان کی آبرو اتنی بڑی چیز ہے کہ اوسکو بدترین سود فرمایا ہے۔ اور بہت ہی کثرت سے یہ مضمون احادیث میں وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بدترین سود کسی مسلمان کو دوسرے پر گالیوں کے ساتھ بڑہانا ہے (جامع) یعنی ایک کے وقار کو گالیاں دے کر گرایا جائے تاکہ دوسرے کے وقار کو بڑہایا جائے۔ آج انصاف اور غور سے دیکھا جائے کہ جتنی جماعتیں بھی ہم لوگوں میں قائم ہیں سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ہر جماعت کے کتنے افراد ایسے ہیں جو دوسری جماعت کے اکابر کو خواہ وہ علما ہوں یا لیڈر صرف اسلئے برا بھلا کہتے ہیں کہ ان کا وقار گرایا جائے اور اپنی جماعت کا وقار بڑہایا جائے اور پھر لطف یہ ہے کہ ہر شخص اس کو برا بھی سمجھتا ہے اور برا کہتا بھی ہے۔ دوسروں کی اس بات کی شکایت کرتا ہے کہ وہ گالیاں دیتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتا۔ اپنی جماعت کے

اقوال و افعال کو نہیں دیکھتا یہ کوئی نہیں سوچتا این گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یبصر احدکم القذی فی عین اخیہ وینسی الجذع فی عینہ (جامع) تم میں بعض آدمی دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتے ہیں اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس بات کو خوب غور سے سنلو یہ بات نہایت اہم اور ضروری ہے کہ مسلمان کی آبروریزی اللہ کے نزدیک سخت ہے اور بہت ہی سخت وعیدیں اس بارے میں آئی ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے مسلمان کی آبرو میں بغیر حق کے زبان درازی بدترین سود ہے (جامع) بغیر حق کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے وہاں جائز ہے اور جہاں جائز نہیں وہ بغیر حق کے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سود کا کمتر درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا اور بدترین سود مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے (جامع) ایک حدیث میں ہے کہ سود کے بہتّر دروازے ہیں جن میں سب سے کم درجہ ایسا ہے جیسا اپنی ماں سے صحبت کرنا اور سب سے بڑھا ہوا سود مسلمان کی آبروریزی میں زبان درازی ہے (جامع) ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتّر دروازے ہیں جن میں سب سے ہلکا ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا اور سب سے بڑھا ہوا سود مسلمان کی آبرو ہے یعنی اوسکی آبروریزی کرنا۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ مومن کی آبروریزی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ایک گالی کے بدلے میں دو گالیاں دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے (جامع) ایک حدیث میں ہے کہ جب میری امت ایک دوسرے کو آپس میں گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی (رسالہ تبلیغ)
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا تو اس بارہ میں اہتمام یہاں تک ہے کہ جماعت کے بڑوں سے معمولی لغزشوں کو نظر انداز کرنے کا بھی حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

اَقِیْلُوْا ذَوِی الْھَیْئَاتِ عَثَرَاتِھِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ (جامع) ذی وجاہت لوگوں سے حدود کے سوا ان کی لغزشوں سے درگذر کیا کرو۔ یعنی اگر کوئی حد یعنی زنا چوری وغیرہ کا شرعی ثبوت ان پر ہو جائے تو دوسری بات ہے کہ ان چیزوں کے ثبوت کے بعد تو کسی کی بھی رعایت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ ان کی معمولی لغزشوں سے درگذر کیا کرو۔ اور حدود کے بارہ میں بھی جب تک شرعی ثبوت نہ ہو اوس وقت تک کسی کو محض بدگمانی یا ذاتی مخالفت پر متہم کرنا جائز نہیں۔ سورہ نور میں قرآن کا زنا کے بارے میں صاف فیصلہ ہے کہ اگر یہ لوگ چار یعنی شاہد نہ لاویں تو یہ خود (شرعی قواعد میں) جھوٹے ہیں لیکن ہماری یہ حالت ہے کہ جس سے مخالفت ہو اوسکے متعلق جیسا چاہے گندہ سے گندہ کارٹون طبع کرالو۔ جس قدر شرمناک مضمون چاہو اوسکے متعلق لکھوالو۔ زانی اور شرابی کہدینا تو ایک معمولی سی بات ہے۔ شریعت کا قانون یہ ہے کہ جب تک شرعی ثبوت نہ ہو تہمت لگانے والوں کے اسی اسی کوڑے حد قذف (تہمت) لگاؤ۔ لیکن ہمارے یہاں الزام لگانے کے واسطے کسی شرعی شہادت کی ضرورت نہیں حالانکہ کسی سچے الزام کے قایم کرنے کے واسطے بھی ایسے عادل گواہوں کی ضرورت ہے جنکی عدالت کا حال محقق ہو چہ جائیکہ خود ہی اپنی طرف سے افترا کر لیا جائے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ شیطان بھی کبھی آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر کوئی جھوٹی بات کہدیتا ہے۔ مجمع اوسکو سنتا ہے اور پھر وہ مجمع متفرق ہو کر اوس کو کہنے لگتا ہے کہ میں نے خود ایک آدمی سے ایسا سنا ہے۔ میں اوس کا نام تو جانتا نہیں صورت پہچانتا ہوں (مشکوٰۃ بروایۃ مسلم)

اسلئے محض کسی جلسہ میں کسی مجمع میں کسی نامعروف آدمی سے کوئی بات سُنکر اوس کا یقین کر لینا بھی زیادتی ہے تاوقتیکہ شرعی قواعد سے ثابت نہ ہو البتہ ایسے

شخص کے متعلق احتیاط کرنا انتظاماً اوس سے علیحدہ رہنا یا اوسکو علیحدہ کر دینا یہ امر آخر ہے۔ مگر اوسپر حکم لگانا امر آخر ہے۔ اس کو غور سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی شخص سے علیحدہ رہنا یا اوسکو علیحدہ کر دینا یہ انتظاماً سیاستہً احتیاطاً بھی ہوسکتا ہے مگر اوسپر کسی الزام کو قائم کر دینا یہ شرعی ثبوت ہی کا محتاج ہے۔ اور یہ فرضی الزامات عموماً انفرادی اور جماعتی حسد سے پیدا ہوتے ہیں کہ دوسرے کا بڑھتے ہوئے دیکھنا گوارا نہیں ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کینہ اور حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتے ہیں جیسے کہ آگ ایندھن کو کھا لیتی ہے (جامع) حالانکہ یہ لوگ جو محض بدگمانیوں سے دوسروں کے ذمہ الزام تراشتے ہیں اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو غور سے دیکھیں تو اون کو معلوم ہو جائے کہ ان حالات سے اپنا بھی نقصان کرتے ہیں کہ جس قسم کا معاملہ یہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں ویسا ہی ان کے ساتھ بھی کیا جائیگا۔ حضور کا ارشاد ہے۔ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ ؕ (مقاصد حسنہ) جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ بھلائی اور نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا اور دیان (بدلہ دینے والی ذات یعنی حق تعالیٰ شانہٗ) کے لئے موت نہیں (وہ حی وقیوم ہے ہر شخص کے ہر فعل کو دیکھتا ہے) جیسے چاہو عمل کر لو جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے۔ ایک حدیث میں تورات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہی بدلہ پاؤ گے اور جس پیالہ سے دوسرے کو پلاؤ گے اوسی پیالہ سے پیو گے (مقاصد حسنہ) ایک حدیث میں انجیل سے نقل کیا گیا ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے اور جس ترازو سے تول کر دو گے اوسی ترازو سے تول کر تم کو دیا جائے گا (جامع الصغیر)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے

وقت میں دست برداری کرتا ہے جس وقت اوسکی اہانت کی جارہی ہو۔ اس کی آبروریزی کیجارہی ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسے وقت میں اسکو بے یارومددگار چھوڑ دینگے۔ جس وقت یہ خود مدد کا ضرورت مند ہوگا اور جو کسی مسلمان کی مدد ایسے وقت میں کرے گا جبکہ اوسکی آبروریزی کی جارہی ہو اور اوسکی اہانت کی جارہی ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی ایسے وقت میں مدد فرمائیں گے جس وقت کہ اوسکو مدد کی ضرورت ہو (مشکوٰۃ)

حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں ان کا ایک طویل قصہ حدیث کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے جس کے اخیر میں یہ مضمون ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ تقوی کی وصیت کرتا ہوں یہ تمام چیزوں کیلئے زینت ہے (اور حقیقت میں جو شخص ہر امر میں اللہ سے ڈرتا ہے تو پھر وہ کسی عیب یا مصیبت میں گرفتار ہو ہی نہیں سکتا) انھوں نے عرض کیا کوئی اور بات بھی فرمادیجئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی کثرت رکھا کرو کہ یہ آسمانوں میں تمہارے ذکر تذکرے کا سبب ہے اور زمین میں تمہارے لئے انوار کی کثرت کا سبب ہے انھوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اکثر چپ رہا کرو کہ یہ شیطان کے دفعیہ کا سبب ہے (کہ زبان کی بدولت وہ بہت سے ہلاکت کے مواقع میں پھنسا دیتا ہے) اور چپ رہنا دینی کاموں کے اہتمام میں معین ہے (کہ جس شخص کو فضول گوئی کا مرض ہوتا ہے بہت سے دینی کاموں سے محروم رہتا ہے) انھوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ ہنسنے سے احتراز کیا کرو کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کی رونق زائل ہوجاتی ہے انھوں نے اور زیادتی چاہی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ حق بات کہو چاہے کڑوی

ہی معلوم ہو۔ اُنھوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور پھر اضافہ کی درخواست پر ارشاد فرمایا کہ اپنے عیوب پر نظر کرنا تمہیں دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے روکدے (مشکوٰۃ)

یہ اخیر کلام میرا اس جگہ مقصود ہے کہ ہم لوگ ہر وقت دوسروں کے عیوب کی فکر میں رہتے ہیں اگر ہمیں اپنے عیوب پر نظر کا چسکہ پڑ جائے تو نہ دوسروں کے عیوب دیکھنے کی فرصت ملے نہ ان کو پھیلانے کی ہمت پڑے کہ ہر وقت اپنے عیوب کا فکر دامنگیر رہے ؂

مرا پیر دانائے مرشد شہاب ؛ دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش ؛ دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

(حضرت شیخ سعدیؒ)

حضرت معاذؓ کو ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے چند نصیحتیں فرمائیں۔ اوسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ان سب کا ملاک (یعنی جس چیز سے ان پر قدرت اور عمل سہل ہو جائے) بتاؤں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے۔ حضور نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے (یعنی اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔ مشکوٰۃ) حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی زبانوں کی وجہ سے بھی ماخوذ ہونگے۔ حضور نے فرمایا کیا آدمی کو جہنم میں ناک کی بل زبان کی لان کے سوا اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے۔ (حاکم، مشکوٰۃ)

زبان کی لان سے مراد یہ ہے کہ جیسا درانتی کھیتی کو کاٹ کر ایک جگہ جمع کرتی رہتی ہے ایسے ہی یہ زبان کی قینچی بھی باتوں کو کتر کتر کے ایک جگہ (اعمال نامہ میں) جمع کرتی رہتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم لوگ جہاں دین کے اور بہت سے امور میں لاپرواہی کو کام میں لاتے ہیں زبان کے مسئلہ سے بھی بہت بے فکر ہیں۔ حالانکہ زبان کا مسئلہ ان میں

بہت ہی اہم ہے مگر ہماری زبانیں ذرا بھی قابو میں نہیں ہیں۔ ہر شخص پر بے دھڑک جو دل چاہتا ہے الزام لگا دیتے ہیں دل میں اس کا خیال بھی نہیں گذرتا کہ جو الزام دوسرے پر تھوپا جا رہا ہے کسی وقت ایک بڑے حاکم کی عدالت میں اوس کا بار ثبوت بھی اپنے ہی ذمہ ہے۔ ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ نہایت بے باکی سے جس کو دل چاہے انگریزوں کا وظیفہ خوار اور سی۔ آئی۔ ڈی کہدیتے ہیں اور جس کو دل چاہے کانگریس کا نوکر اور مزدور بتا دیتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (س بنی اسرائیل ع ۵)

جس بات کا تجھ کو علم نہ ہو اوسکے پیچھے نہ لگ بے شک کان، آنکھ اور دل ہر ایک کا ان میں سے (قیامت کے دن) سوال کیا جائیگا اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل کہ تو (زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تانکر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہونچ سکتا ہے یہ سارے بُرے کام آپ کے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں یہ سب باتیں منجملہ اوس حکمت کے ہیں جو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آپ پر بھیجی ہے۔ اس آیت شریفہ میں کان، آنکھ، دل ہر ایک چیز کے متعلق احتیاط کا حکم ہے۔ دل میں بھی بے تحقیق بات کو جگہ دینا ظلم ہے۔ اسلئے ہر اوس شخص کو جو اپنی رائے کے خلاف رائے رکھتا ہو خودغرض بتا دینا یا حب جاہ اور حب مال کا مجرم وملزم بنا دینا بڑی سخت ذمہ داری ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ اوسکے نزدیک دین کے لحاظ سے یا مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے واسطے یہی صورت مناسب اور ضروری ہو جو وہ اختیار کر رہا ہے۔ مانا کہ

تمہارے نزدیک وہ خطرناک صورت ہے اور نہایت نقصان دہ لیکن اول تو تمہارے پاس بھی وحی نہیں ہے کہ جو راستہ تمہارا ہے وہی حق ہے۔ خطا اور ثواب کا احتمال ہر جانب ہے۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ یہی راستہ متعین ہے تب بھی یہ ضروری نہیں کہ دوسرے شخص نے غلط راستہ بددیانتی اور خودغرضی سے ہی اختیار کیا ہے۔ خطاء اجتہادی سے بھی ممکن ہے اسلئے تم پر ضروری ہے کہ اوسکو سمجھاؤ اور اُن اخلاقِ اسلامی سے جو ایک مسلمان کی شایانِ شان ہیں۔ اوسکو اپنا ہم نوا بناؤ نہ یہ کہ جھوٹے سچے عیوب اوسپر چسپان کرو اور ہر وقت بہتان وغیبت میں مبتلا رہو اور اوس کے درپے آزار رہو۔ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (س احزاب ع ۷)

اور جو لوگ مومن مرد اور مومن عورتوں کو بدون اسکے کہ اُنہوں نے کوئی ایسا کام کیا ہو (جس سے وہ شرعاً ستانے کے مستحق بنجائیں) ایذا دیتے ہیں وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتے بھی ہو مفلس کون شخص ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہم میں تو مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ نقدی ہو نہ سامان۔ حضور نے فرمایا میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز روزے اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات لیکر پہونچے۔ لیکن کسی کو گالیاں دی تھیں کسی پر بہتان لگایا تھا کسی کا مال ناحق کھایا تھا کسی کا خون کیا تھا کسی کو مارا تھا اسلئے کچھ نیکیاں اس نے لیں اور کچھ اوس نے لیں اور جب نیکیاں ختم ہوگئیں اور مطالبے باقی رہ گئے تو اون مطالبوں کے بقدر صاحب حق کے گناہ اسپر ڈالدیئے

حقیقت میں اصل مفلس یہی شخص ہے کہ نیکیوں کا کتنا بڑا انبار و متاع لیکر پہونچا لیکن ملا یہ کہ دوسروں کے بھی گناہ اپنے اوپر پڑ گئے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتے بھی ہو غیبت کیا چیز ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم اللہ اور اوسکے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کسی شخص کی ایسی بات کرنا جو اوسکو ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر واقعی اوس میں وہ عیب ہو حضور نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے اگر وہ عیب نہ ہو اور پھر کہا جائے تو یہ غیبت نہیں یہ بہتان ہے (ترغیب) البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ کہنا محض عیب جوئی کی غرض سے ہو۔ تب حرام اور گناہ ہے اور اگر کوئی دینی ضرورت اور مصلحت اوسکے عیب کے اظہار کی مقتضی ہو تو مضائقہ نہیں۔ لیکن کسی ایسی بات کا کہنا جو واقعہ میں اوس میں موجود نہیں ہے وہ کسی حال بھی جائز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص کسی مسلمان کو ایسی بات کہے جو اوس میں نہیں ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اوسکو جہنم کے اوس حصہ میں قید کر دینگے۔ جہاں اہل جہنم کا پسینہ لہو پیپ وغیرہ جمع ہوتا ہو (ترغیب) درحقیقت ہم لوگوں کی زبانیں قابو میں نہیں ہیں جس شخص کے متعلق جو چاہے بے تکلف حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ زبان کی حفاظت بہت ہی زیادہ اہم ہے۔

ایک صحابی نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسکو مضبوط پکڑ لوں۔ حضور نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس کا مالک بنا رہ۔ ایک دوسرے صحابی نے حضور سے دریافت کیا کس چیز سے بچوں۔ حضور نے فرمایا زبان سے (ترغیب) حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ آدمیوں کا مذاق اُڑاتے ہیں ان کے لیئے قیامت میں جنت کا ایک دروازہ کھولا جائیگا اوس میں سے ان کو ہر ایک

کو آوازیں دی جائینگی کہ جلدی آجا جلدی آجا۔ جب وہ اوس تکلیف اور مصیبت کی وجہ سے جس میں وہ مبتلا ہوگا بڑی دقت سے دروازہ کے قریب پہونچیگا وہ دروازہ فوراً بند کرلیا جائے گا اور دوسری طرف ایک دروازہ کھل جائیگا اور وہاں سے اسی طرح بلانے کی آوازیں آئیں گی اور جب وہ بڑی مشقت سے اوس دروازہ کے قریب پہونچیگا تو وہ بھی بند ہوجائیگا اور تیسرا دروازہ اسی طرح کھلے گا یہی معاملہ اوسکی ساتھ رہیگا۔ حتیٰ کہ وہ مایوس ہوکر اوس کھلے ہوئے دروازہ کی طرف جانے کی بھی ہمت نہ کریگا (ترغیب) یہ بدلہ ہے اوس کے مسلمانوں کے ساتھ تمسخر اور مذاق کرنے کا کہ اوسکی ساتھ بھی مذاق کا معاملہ کیا جائیگا۔ جو لوگ معمولی سی مخالفت پر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے کارٹون شائع کرتے ہیں انکی ہجو میں قصائد لکھتے ہیں وہ کبھی خلوت میں بیٹھ کر اپنے حشر کا بھی غور کریں۔ مسلمان کے عقیدہ کے موافق معاملہ اس دنیا ہی میں ختم ہونے والا نہیں۔ ہر بات اعمالنامہ میں محفوظ ہے اور اللہ کی سچی خفیہ پولیس مسلّط ہے۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (س ق ع ۲) کوئی لفظ (آدمی) منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر اوسکے پاس ایک تاک لگانے والا (فرشتہ موجود ہوتا) ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ (س یونس ع ۳) بے شک ہمارے قاصد (فرشتے) تمہاری چالوں کو لکھ رہے ہیں کس قدر غور کا مقام ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم مسلمان کے لئے یہ تھی۔ اِذَا سَبَّكَ رَجُلٌ بِمَا يَعْلَمُ مِنْكَ فَلَا تَسُبَّهٗ بِمَا تَعْلَمُ مِنْهُ فَيَكُوْنُ اَجْرُ ذٰلِكَ لَكَ وَ وَبَالُهٗ عَلَيْهِ كَذَا فِي الْجَامِعِ ○

(جب کوئی شخص تجھے ایسے عیب کی ساتھ بدنام کرے جو اوس کو تیرے اندر معلوم ہے تو تو اوس کو ایسے عیب سے۔ بدنام نہ کر جو اوس میں تجھے معلوم ہے اس صورت میں تیرے

لئے اجر ہے اور اوسکے لئے وبال ہے) مگر ہم لوگ عیب لگانے کے لئے بدنام کرنے کے لئے انتقام لینے کیلئے اسکی بھی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اوس میں وہ عیب واقعی طور پر موجود ہو بلکہ سراسر افترا کرتے ہیں اور عیوب کو گھڑتے ہیں۔ یہ ہے ہمارا تعلیمات اسلام پر عمل۔ ایسی حالت میں ہم لوگ اپنے مخالف سے انتقام نہیں لیتے بلکہ اسلام کو بدنام کرتے ہیں دوسرے دیکھنے والوں کو کیا معلوم ہے کہ ہمارے یہ اعمال اسلامی تعلیم نہیں ہیں بلکہ اوسکے منافی ہیں۔ کسی اجنبی دیکھنے والے کو کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ ہماری اسلامی تعلیم کیا ہے اور ہم اپنی تعلیم سے کتنی دور جا پڑے ہیں۔ اجنبی لوگ اسلام کی تصویر ہم لوگوں کو سمجھتے ہیں اور ان کو سمجھنا بھی چاہئے۔ لیکن ان کو کیا خبر ہے کہ ہم لوگ اپنی تعلیم پر عمل تو درکنار اوسکو معلوم کرنے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔ ہم کو اپنے دین، اپنے مذہب، اپنی اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمولات اور معاملات معلوم کرنے کی بھی فرصت نہیں چہ جائیکہ انپر عمل کریں۔ ہمارا دین روٹی بنگیا، ہمارا مذہب پیسہ بنگیا، ہمارا کمال دنیا جیسی ذلیل چیز کی وجاہت بنگئی۔ ہم اپنی عزت ووقار حاصل کرنے کے لئے یا اور کسی دنیوی فاسد غرض حاصل کرنے کیلئے کسی کی آبرو ریزی میں تامل نہیں کرتے، جھوٹ بولنے سے نہیں ہچکتے، جھوٹی قسم کھا لینے میں باک نہیں کرتے حالانکہ کبھی مسلمان اور جھوٹ میں تضاد کی نسبت تھی۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کے) فرشتے اوسکے منہ کے تعفن اور بدبو سے ایک میل کے فاصلہ پر چلے جاتے ہیں (مشکوٰۃ) گویا اسکی عفونت اور سڑاہند اتنی دور تک پھیلتی ہے۔

ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا کہ کیا مومن نامرد و بزدل ہوسکتا ہے۔ حضور

نے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ مومن بخیل ہو سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہو سکتا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ مومن جھوٹا ہو سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں (مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ مشکوٰۃ) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے (درمنثور) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی عادت جھوٹ سے زیادہ ناپسند نہیں تھی۔ جب کسی کا جھوٹ بولنا معلوم ہوتا تو اوس وقت تک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اوس سے گرانی رہتی جب تک توبہ کا علم نہ ہو جاتا (در)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین شخص کون ہے۔ حضور نے فرمایا ہر مخموم (صاف) دل والا اور سچی زبان والا۔ ہم نے عرض کیا کہ سچی زبان تو معلوم ہے لیکن مخموم دل سے کیا مراد ہے حضور نے فرمایا وہ شخص جو متقی ہو صاف آدمی ہو نہ اوسمیں گناہ ہو نہ ظلم نہ حسد نہ کینہ (ابن ماجہ) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مومن کو تم جھوٹا نہ پاؤ گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آدمی جھوٹ کی (نحوست کی) وجہ سے دن کے روزے اور رات کے تہجد سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض (جو اکابر صوفیا میں ہیں) فرماتے ہیں کہ آدمی حلال کی کمائی اور سچ بولنے کی برابر کسی چیز سے بھی زینت نہیں پاتا (درمنثور)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات (کا ذریعہ) کیا ہے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر میں جمے رہو (فضول گشت لگاتے نہ پھرو) اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو (مشکوٰۃ) **جواب نمبر ۶**

صیحح ہے اور بالکل صیحح مگر شدنی امر ہے، ہونے والی چیز ہے اور کوئی نئی چیز نہیں، کونسا زمانہ ایسا گذرا ہے جسمیں علماء سے عداوت نہیں ہوئی، انکی اہانتیں نہیں ہوئیں کیا امام

اعظمؒ کو قید نہیں کیا گیا، امام مالکؒ کو سخت سے سخت نہیں مارا گیا، امام احمد بن حنبل پر کیا کیا نہیں گذرا۔ غرض کسی جلیل القدر عالم کو لے لیجئے وہ نااہلوں کی اذیت و تکلیف کا شکار رہا ہوگا۔ الا ماشاء اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو قاعدہ ہی ارشاد فرما دیا۔ وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَاءُ (در مختار) جہلاء اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں نیز آئندہ کو اس میں اضافہ ہونا ضروری ہے۔ اور ہو کر رہیگا۔ اسلئے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں اس چیز کو شمار کیا ہے اور جتنے علامات قیامت حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں وہ تقریباً سب ہی پائے جا رہے ہیں اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا وہ عنقریب آ رہے ہیں کہ ان کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ یہ چیز نہ پائی جائے بلکہ جو کچھ پیش آ رہا ہے اور آتا جا رہا ہے وہ اوسکے مقابلہ میں جو عنقریب آنے والا ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں علماء کو کتوں کی طرح قتل کیا جائیگا۔ کاش اوس وقت علما بتکلف باولے بنجائیں (یعنی ان روشن دماغوں کے کاموں میں دخل نہ دیں نہ ان کی اصلاح کی فکر کریں) ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ علما کو موت سرخ (کندن) سونے سے زیادہ محبوب ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اوس میں عالم کا اتباع نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ حکیم آدمی سے شرم کی جائیگی نہ اوس میں بڑے کی تعظیم ہوگی، نہ چھوٹے پر شفقت ہوگی۔ دنیا کے حاصل کرنے پر آپس کا قتل و قتال ہوگا جائز کو جائز نہ سمجھینگے ناجائز کو ناجائز نہ سمجھینگے، نیک لوگ چھپتے پھرینگے۔ اس زمانہ کے آدمی بدترین خلائق ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہ فرمائینگے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اوس میں (سچا) مومن ایسا چھپتا پھریگا جیسے

کہ تم میں منافق چھپتا ہے (الاشاعۃ) ایک حدیث میں ہے کہ اگر مومن گوہ کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہاں بھی اوسکے لئے کسی منافق یا اوس شخص کو مسلط فرما دینگے جو اُوس کو اذیت پہونچائے (مجمع الزوائد) اسلئے اہل اللہ کی اہانت دیندار وں پر سب و شتم سب ہی کچھ ہو کر رہیگا اور جتنا کچھ ہو رہا ہے اس سے زیادہ ہوگا۔ نیز علما یا مشائخ دیندار یا متقیوں کا کیا ذکر ہے جب آجکل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو برملا علی الاعلان گالیاں دی جاتی ہیں انکی اہانتیں کی جاتی ہیں روافض کا تو مستقل کام ہمیشہ سے یہی ہے لیکن اب تو روشن دماغ سنیوں کی طرف سے ہو رہا ہے جس صحابی کی شان میں جو چاہا لکھ مارا جو دل میں آیا لکھ ڈالا نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ روکنے والا۔ حالانکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میرے صحابہ کو گالیاں دے اوسپر اللہ کی لعنت ہے فرشتوں کی لعنت ہے تمام انسانوں کی لعنت ہے (جامع)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میں ایسے زمانہ کو نہ پاؤں یا صحابہ کو خطاب فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانہ کو نہ پاؤ جس میں عالم کا اتباع نہ کیا جائے، حلیم سے شرم نہ کی جائے اوس زمانہ کے لوگوں کے دل عجمی (کفار) جیسے ہونگے اور زبانیں عرب جیسی (فصیح) (ترغیب) حضور کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اوس میں دین پر جمنے والا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں آگ کی چنگاری پکڑنے والا (الاشاعۃ) حضور نے علامات قیامت سے یہ بھی شمار کرایا ہے کہ خاندان میں (حقیقی) مومن بکری کے بچہ سے زیادہ ذلیل اور ناقابل التفات سمجھا جائیگا (الاشاعۃ)

نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہے کہ فاسق لوگ خاندان کے سردار سمجھے جائینگے اور کمینہ لوگ قوم کے ذمہ دار ہونگے اور اس وجہ سے آدمی کا اعزاز کیا جائیگا

کہ اوسکے شر اور نقصان سے محفوظ رہ سکیں (الاشاعۃ) نیز یہ بھی علامات قیامت میں ہے کہ گانے والیوں کی کثرت ہو جائیگی اور باجوں کا زور ہوگا، شراب کثرت سے پی جائیگی اور امت کے اسلاف کو برا بھلا کہا جائیگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی دیندار اپنے دین کو سالم نہیں رکھ سکتا مگر یہ کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں جاکر چھپے جیسے کہ لومڑی اپنے بچوں کو لئے پھرتی ہے اور یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں حلال روزی مشکل بنجائیگی۔ اور بغیر اللہ کی معصیت کے روزی حاصل ہونا دشوار ہو جائیگا (اشاعۃ) نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عام کساد بازاری ہوگی اولاد زنا کی کثرت ہوگی، غیبت پھیل جائے گی، مالداروں کی عظمت کی جائیگی، منکرات (ناجائز امور) کرنے والون کا غلبہ ہوگا اور تعمیرات کی کثرت ہوگی (اشاعۃ) نیز فحش گوئی، بد خلقی، پڑوسیوں کے ساتھ برا برتاؤ۔ نیز یہ بھی علامات قیامت میں ہے۔ دفعی موت (کثرت سے) ہونے لگے گی (جو آج کل عام طور سے ہونے لگی جسکو قلب کی حرکت بند ہو جانا کہتے ہیں) غرض احادیث میں قیامت کی علامات بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں علمانے ان کو مستقل تصانیف میں جمع فرمایا ہے ان کا اکثر و بیشتر حصہ پایا جارہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ علامت نہ پائی جائے اور جتنی کمی باقی ہے وہ پوری نہ ہو جائے وہ یقیناً پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔ علماء پر منحصر نہیں بلکہ ہر دیندار کا یہی حشر ہونے والا ہے دین پر عمل کرنا جیسا کہ ابھی گذرا ہاتھ میں چنگاری لینے سے زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کی علامات سے یہ بھی ہے کہ سچے آدمیوں کو جھٹلایا جائے گا اور جھوٹوں کی تصدیق کی جائے گی (اشاعۃ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگونکا اوس وقت کیا حال ہوگا جب نوجوان فاسق بنجائینگے اور عورتیں سرکش ہوجائیں گی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ایسا بھی ہوجائیگا حضور نے فرمایا بیشک ہوگا اور اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اوس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دوگے اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دوگے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ایسا بھی ہوجائیگا۔ حضور نے فرمایا بیشک ہوگا اور اس سے بھی سخت ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا اوس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بری چیزوں کے کرنے کا حکم کروگے اور اچھے کاموں کے کرنے سے منع کرنے لگوگے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ایسا بھی ہوجائیگا۔ حضور نے ارشاد فرمایا بیشک ہوگا اور اس سے بھی سخت ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا اوس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب نیک کاموں کو برا سمجھنے لگوگے اور ناجائز چیزوں کو اچھا سمجھنے لگوگے (جمع الفوائد) اخیر کے دو جملوں میں یہ فرق ہے کہ کسی برے کام کو کرنا اور چیز ہے اور اوس کو اچھا سمجھنا اور چیز ہے۔ شریعت کی نگاہ میں کسی برے کام کو کرنا اتنا سخت نہیں ہے جتنا اوسکو اچھا سمجھنا سخت ہے کہ اس میں عقیدہ کی خرابی ہے اور عقیدہ کی خرابی عمل کی خرابی سے ہمیشہ زیادہ سخت ہوتی ہے آدمی کتنا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرنے لگے وہ کفر نہیں ہے لیکن اسلام کی کسی معمولی سے معمولی چیز کے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا ثابت ہوچکا ہو۔ استخفاف یا انکار کرنے سے اسلام ہی باقی نہیں رہتا وہ بالاتفاق کافر ہوجاتا ہے۔ جب یہ علامات اکثر پائی جارہی ہیں ایسے حالات میں اگر دینیات کو باعلم و علما کو برا بھلا کہا جائے یا برا سمجھا جائے تو کیا بعید ہے اور اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم لوگ آجکل ایسے زمانہ میں ہو کہ علماء کی کثرت ہے اور قاریوں کی کمی ہے قرآن پاک کے حدود کی رعایت بہت زیادہ ہے حروف کی رعایت اتنی نہیں ہے۔ سوال کرنے والے کم ہیں عطا کرنے والے کثرت سے ہیں نمازیں لمبی لمبی پڑھتے ہیں اور خطبے (وعظ) مختصر مختصر کہتے ہیں اپنے اعمال کو اپنی خواہشات پر مقدم کرتے ہیں لیکن عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں علما کی قلت ہوگی قراء کی کثرت ہوگی قرآن کے الفاظ کا اہتمام زیادہ ہوگا اوسکے احکام کی رعایت بہت کم ہوگی، سوال کرنے والے بہت ہوجائینگے اور عطا کرنے والے کم ہونگے۔ خطبے (اور تقریریں) لمبی لمبی ہونگی نمازیں مختصر ہوجائینگی خواہشات اعمال پر مقدم ہوجائیں گی۔ (جمع) غرض یہ سب چیزیں ہونگی اور ہوتی جارہی ہیں۔ اس سب کے علاوہ قانون الٰہی کا مقتضا بھی ہے کہ علما ہوں یا مشائخ مشاہیر کیلئے سب و شتم بھی ایک قدیمی معمول ہے کوئی زمانہ بھی اس سے خالی نہیں گذرا نہ گذرے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح حدیث میں وارد ہے۔ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْفَعَ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ كذا فی الجامع بروایۃ البخاری وابی داؤد والنسائی واحمد عن انس۔ اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ دنیا کی جس چیز کو بلند کرتے ہیں اوسکو پست بھی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام عالم پر غور کرلو گذرے ہوئے زمانوں کو دیکھو اور زمانہ حال کو جانچو۔ جس شخص کی شہرت جس نوع کی پاؤگے اوسی نوع کی اوسکی اہانت دیکھوگے۔ جن لوگوں کی اخبارات و اشتہارات میں تعریفیں دیکھوگے اخبارات و اشتہارات ہی میں اہانتیں بھی پاؤگے اور جن کی مجالس عامہ یا خاصہ میں شہرت دیکھوگے ویسی ہی مجالس میں اون پر سب و شتم بھی پاؤگے کبھی کبھی زمانی تقدم تاخر تو ملیگا مگر اس کا تخلف شاید نہ ملے۔ اسلئے یہ چیز نہ قابل التفات ہے نہ

قابل خیال۔ علماء کو نہ اسطرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے نہ ازالہ کے فکر کی۔ جس چیز کی اصل ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ دیانۃً فیما بینھم وبین اللہ معاملہ صاف ہونا چاہئے۔ عزت ووقار کے حاصل کرنے کی غرض سے کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے بلکہ جو قدم بھی اُٹھایا جائے وہ اللہ کی رضا اوسکے دین کی حفاظت اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق کی نیت سے ہو کوئی ساتھ ہو الحمد للہ نہ ہو انکی پاپوش سے۔ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نااہل اور ناحق لوگوں کے ہاتھ سے اذیتیں نہیں اوٹھائیں سب وشتم درکنار زخم نہیں کھائے قتل نہیں ہوئے۔ خود سید الانبیاء اور فخر رسل نے کیا کیا کچھ نہیں سنا۔ ساحر، مجنون، کاہن جماعتوں میں تفریق پیدا کرنے والا وغیرہ وغیرہ ناشائستہ الفاظ سے نہیں پکارے گئے غرض کونسی ایسی چیز ہوئی جو برداشت نہیں کی گئی۔ پھر وارثین انبیاء کو اس کا کیا قلق اور گلہ ہو سکتا ہے جو چیز قابل فکر قابل اہتمام قابل لحاظ اور قابل خیال ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے واسطے برداشت کیا جائے محض اوسکی رضا مقصود ہو اور اسی کیلئے یہ سب کچھ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی حاصل نہ ہو کہ یہ یقیناً خسران ہے اور اللہ کی رضا کے بعد جس کا جو دل چاہے کہے بلکہ میں تو بعض اوقات یہ خیال کیا کرتا ہوں کہ مجھ جیسے کم ظرف لوگوں کیلئے تو یہ اللہ کی بڑی مہربانی اور لطف ہے کہ یہ مالدار لوگ اون سے علیحدہ اور مجتنب رہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ الحمد للہ اس زمانہ میں دنیا دار فقراء سے تعلق نہیں رکھتے ورنہ ان کو دقت ہوتی۔ حضرت خواجہ ہاشم نے حضرت مجدد صاحبؒ کے مقامات میں لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ خواجہ حسام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلفا میں تھے حاضرین میں سے کسی نے اغنیا کی شکایت کی کہ وہ فقراء سے تعلق نہیں رکھتے پہلے امرا جیسا احترام

بھی ان کے قلوب میں نہیں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ برادر من یہ اللہ کی بڑی حکمت ہے اسلئے کہ پہلے زمانہ میں فقرا اسقدر یکسو تھے کہ جتنا بھی امرا اس طرف متوجہ ہوتے وہ ان سے علیحدہ ہی رہتے اس زمانہ میں ہم لوگ ایسے نہیں ہیں بلکہ اگر یہ لوگ ہم سے تعلقات بڑہائیں اختلاط پیدا کریں تو ہم لوگ اپنی فقیرانہ وضعداری کو باقی نہیں رکھ سکتے۔ اسلئے اللہ جل شانہٗ کا کرم محافظ بن رہا ہے۔ (کلمات طیبات) البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علمائے حق کے درپے آزار رہیں انکی اہانت وتذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں وہ غالباً بلکہ یقیناً علما کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے علما کا تو زیادہ سے زیادہ یہ نقصان کرینگے کہ کچھ دنیاوی متاع میں شاید نقصان پہونچا سکیں بشرطیکہ وہ مقدر میں کچھ کمی کرسکنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزت وجاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے نقصان پہونچا سکیں گے مگر یہ لوگ اپنے کو برباد کر رہے ہیں اور اپنا دینی نقصان کر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے (ترغیب) اس ارشاد نبوی کے بعد علما کو علی العموم گالیاں دینے والے برا بھلا کہنے والے اپنے کو امت محمدیہ میں شمار کرتے رہیں لیکن صاحب اُمت ان کو اپنی امت میں شمار کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جنکو منافق کے سوا کوئی شخص ہلکا (اور ذلیل) نہیں سمجھ سکتا۔ ایک وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوگیا ہو دوسرے اہل علم تیسرے منصف بادشاہ (ترغیب)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ (مقاصد حسنہ جامع) کہ تو یا عالم بن یا طالب علم یا علم کا

سننے والا یا (علم اور علما) سے محبت رکھنے والا۔ پانچویں قسم میں داخل نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جائیگا حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ پانچویں قسم سے مراد علما کی دشمنی ہے اور ان سے بغض رکھنا۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ تو عالم بن یا طالب علم اور اگر دونوں نہ بن سکے تو علما سے محبت رکھنا انسے بغض نہ رکھنا (مجمع) ایک حدیث میں وارد ہے۔

حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عُرَفَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ الطَّبْرَانِی عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ کَذَا فِی الْجَامِعِ وَرَقَمَ لَهٗ بِالضَّعْفِ لٰکِنْ قَالَ الْعَزِیْزِی مَتْنُهٗ صَحِیْحٌ قرآن شریف کے حاملین (یعنی حفاظ اور علما) قیامت کے دن جنت والوں کے چودھری ہونگے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ عَادَی اللّٰهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰهَ رَوَاهُ الدَّیْلَمِی وَابْنُ النَّجَّارِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَذَا فِی الْجَامِعِ وَرَقَمَ لَهٗ بِالضَّعْفِ حاملین قرآن اللہ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو ان سے دوستی کرتا ہے وہ اللہ سے دوستی کرتا ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں کرتا منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ علم والے شخص کو دیکھیں اور اسکو ضائع کردیں پروا نہ کریں (ترغیب)

امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ بخاری شریف میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے جو شخص میرے کسی ولی کو ستائے میری طرف سے اوس کو لڑائی کا اعلان ہے۔ اور خطیب بغدادی نے حضرت امام ابو حنیفہ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہا (علما) اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہے ہی نہیں۔ حبر الامۃ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو

شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہونچائے اوس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچائی اور جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچائے اوسنے اللہ جل جلالہٗ کو اذیت پہونچائی۔ حافظ ابوالقاسم بن عساکر فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ یَا اَخِیْ وَفَّقَنِیَ اللّٰہُ وَاِیَّاکَ لِمَرْضَاتِہٖ وَجَعَلَنَا مِمَّنْ یَّخْشَاہُ وَیَتَّقِیْہِ حَقَّ تُقَاتِہٖ اَنَّ لُحُوْمَ الْعُلَمَاءِ مَسْمُوْمَۃٌ وَعَادَۃُ اللّٰہِ فِیْ ھَتْکِ اَسْتَارِ مُنْتَقِصِیْھِمْ مَعْلُوْمَۃٌ وَاِنَّ مَنْ اَطْلَقَ اللِّسَانَ فِی الْعُلَمَاءِ بِالثَّلْبِ بَلَاہُ اللّٰہُ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِمَوْتِ الْقَلْبِ (شرح مہذب)

میرے بھائی ایک بات سنلے حق تعالیٰ شانہٗ مجھے اور تجھے اپنی رضا کے اسباب کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں داخل فرمائے جو اس سے ڈرنے والے ہوں اور جیسا کہ چاہیئے ویسا تقویٰ کرنے والے ہوں (یہ بات سنلے) کہ علما کے گوشت (یعنی غیبت) نہایت زہریلے ہیں اور انکی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے (کہ جو لوگ علما کی اہانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی پردہ دری فرماتے ہیں) جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے اوسکے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ اوسکے دل کو مردہ بنا دیتے ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ صاحبؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں

کہ اگر مقصود آن دشنام دہندہ استخفاف علم وتحقیر علما من حیث العلم است فقہا حکم بکفرش می دہند ورنہ در فاسق وفاجر بودن آنکس ومستحق غضب الٰہی ومستوجب عذاب دنیوی واُخروی شدن آن شبہ نیست۔

اگر گالیاں دینوالے کا مقصود علم اور علما کی تحقیر علم کی وجہ سے ہے تو فقہا اوسکے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ورنہ اگر کسی اور وجہ سے ہے تب بھی اوس شخص کے فاسق وفاجر ہونیمیں اور اللہ کی غصہ اور دنیا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ہونے میں شبہ نہیں۔

اسکے بعد فقہاء کے کلام سے نیز قرآن پاک اور احادیث سے اس مضمون کی تائید نقل فرمائی ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی جو اکابر صوفیہ میں ہیں انہوں نے ایک کتاب عہود محمدیہ میں لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فلاں فلاں باتوں پر حضور نے عہد لئے ہیں۔ اوس میں لکھتے ہیں۔

اُخِذَ علینا العهدُ العامُ مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَن نُكرِمَ العُلَماءَ وَنُبَجِّلَهُم وَنُوَقِّرَهُم وَلَا نَرَى لَنَا قُدرَةً عَلَى مُكَافَاتِهِم وَلَو اَعطَينَاهُم جَمِيعَ مَا نَملِكُ اَو خَدَمنَاهُمُ العُمرَ كُلَّهُ وَهٰذَا العَهدُ قَد اَخَلَّ بِهِ غَالِبُ طَلَبَةِ العِلمِ وَالمُرِيدِينَ فِي طَرِيقِ الصُّوفِيَّةِ حَتّٰى لَا نَكَادُ نَرَى اَحَدًا مِنهُم يَقُومُ بِوَاجِبِ حَقِّ مُعَلِّمِهِ وَهٰذَا دَاءٌ عَظِيمٌ فِي الدِّينِ مُؤذِنٌ بِاستِهَانَةِ العِلمِ وَبِاَمرِ مَن اَمَرَنَا بِاِجلَالِ العُلَمَاءِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ (لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العهود المحمدیۃ) وفیہ ایضاً

ہم لوگوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عام عہد اس بات کا لیا گیا ہے کہ ہم علما کا اکرام کریں اعزاز کریں اور انکی تعظیم کریں اور ہم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ انکے (احسانات کا) بدلہ ادا کر سکیں۔ چاہے ہم وہ سب کچھ دیدیں جو ہماری ملک میں ہے اور خواہ مدت العمر انکی خدمت کرتے رہیں اس معاہدہ میں بہت سے طلبہ اور بہت سے مریدین کوتاہی کرنیلگے ہیں حتّٰی کہ ہم کو ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اپنے استاد کے حقوق واجبہ ادا کرتا ہو۔ یہ دین کے بارے میں ایک بڑی بیماری ہے جس سے علم کی اہانت کا پتہ چلتا ہے اور اوس ذات (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے ساتھ لاپروائی کا پتہ چلتا ہے۔ جس نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

اُخِذَ علینا العهدُ العامُ مِن رَسُولِ اللهِ

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہم لوگوں سے

صلی اللہ علیہ وسلم ان نجل العلماء
والصالحین والاکابر ولو لم یعملوا
بعلمھم ونقوم بواجب حقوقھم
ونکل امرھم الی اللہ فمن اخل بواجب
حقوقھم من الاکرام والتبجیل فقد
خان اللہ ورسولہ فان العلماء
نواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وحملۃ شرعہ وخدامہ فمن
استھان بھم تعدی ذلک الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
ذلک کفر وتامل من استھان
بغلام السلطان اذا ارسلہ الیہ
کیف یسمع السلطان من رسولہ
فیہ ویسلب نعمۃ ذلک الذی
استھان ویطردہ عن حضرتہ
بخلاف من بجلہ وعظمہ وقام
بواجب حقہ یقربہ السلطان

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ عام عہد لیا گیا
ہے کہ ہم علما کی اور صلحاء کی اور اکابر کی تعظیم کیا کریں چاہیے
وہ خود اپنے علم پر عمل نہ کیا کریں اور ہم لوگ انکے حقوق
واجبہ کو پورا کرتے رہیں اور انکے ذاتی معاملہ کو اللہ کے
سپرد کر دیں جو شخص انکے حقوق واجبہ اکرام و تعظیم میں
کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ اور اوسکے رسول کی ساتھ خیانت
کرتا ہے اسلئے کہ علمار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
جانشین ہیں اور انکی شریعت کے حامل اور اوسکے
خادم۔ پس جو شخص انکی اہانت کرتا ہے تو یہ سلسلہ حضور
اقدس صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے اور یہ کفر
ہے اور تم غور کر لو کہ بادشاہ اگر کسی کو ایلچی بنا کر کسی کے
پاس بھیجے اور وہ اوسکی اہانت کرے تو بادشاہ ایلچی
کی بات کس غور سے سنیگا اور اپنی اوس نعمت کو جو
اس اہانت کرنے والے پر تھی ہٹا لیگا اور اوس کو
اپنے دربار سے ہٹا دیگا بخلاف اوس شخص کے جو ایلچی
کی تعظیم و توقیر کرتا ہے اور اوس کا حق ادا کرتا ہے تو
بادشاہ بھی اس کو اپنا مقرب بنا لیتا ہے۔

اس مضمون میں یہ بات کہ چاہے وہ اپنے علم پر عمل کرنے والے نہ ہوں ایسی ہی ہے
جیسا کہ اس خط کے شروع میں حضرت معاذؓ کے کلام میں مفصل گذر چکی ہے اوسکے اعادہ کی

ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میری امت اپنے علما سے بغض رکھنے لگے گی اور بازاروں کی عمارتوں کو بلند اور غالب کرنے لگے گی اور مال و دولت کے ہونے پر نکاح کرنے لگے گی (یعنی نکاح میں بجائے دین داری اور تقویٰ کے مالدار کو دیکھا جائیگا) تو حق تعالیٰ شانہٗ چار قسم کے عذاب ان پر مسلط فرمادینگے قحط سالی ہو جائیگی، بادشاہ کی طرف سے مظالم ہونے لگیں گے حکام خیانت کرنے لگیں گے اور دشمنوں کے پے درپے حملے ہوں گے (حاکم) آجکل ان عذابوں میں سے کونسا نہیں ہے جو امت پر مسلط نہیں لیکن وہ اپنی خوشی سے ان کے اسباب کو اختیار کریں تو پھر شکایت کیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک گھر میں ایک کتیا تھی جس کے بچہ ہونے کا وقت قریب تھا ان لوگوں کے یہاں کوئی شخص مہمان ہوا تو کتیا نے خیال کیا کہ آج رات کو مہمان پر شور نہ کرونگی لیکن بچہ پیٹ ہی میں سے شور کرنے لگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے وحی سے ارشاد فرمایا کہ یہی مثال اوس امت کی ہے جو تمہارے بعد آنے والی ہے کہ اوسکے بے وقوف اوس امت کے عالموں پر غالب ہو جائینگے (مجمع الزوائد)

فقہ اور فتاوے کی کتابوں میں کثرت سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ علم سے اور علماء سے بغض و نفرت سخت اندیشہ ناک ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں نصاب سے نقل کیا ہے۔ مَنْ اَبْغَضَ عَالِمًا مِّنْ غَيْرِ سَبَبٍ ظَاهِرٍ خِيفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ۔ جو شخص کسی عالم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بغض رکھے اوسکے کفر کا اندیشہ ہے۔ ظاہری سبب سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شرعی وجہ اور دلیل اس بات کی ہو تو مضائقہ نہیں ہے لیکن

بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا کرنا سخت اندیشہ ناک ہے۔ ایسی صورت میں کہ جب اندیشہ ناک صورت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے کیا ضروری نہیں کہ ہر شخص اس چیز میں خصوصی احتیاط برتے۔ کسی عالم کے قول کو رد کرنے کا حق ضرور حاصل ہے اوسکی تردید ضرور کی جا سکتی ہے مگر جب ہی جب اوسکے قول کے بالمقابل تردید کا شرعی سامان موجود ہو اوسکے قول کے خلاف نصوص شرعیہ موجود ہوں اور رد کرنے والا نصوص سے استدلال کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ میرا مقصود ہرگز نہیں ہے کہ عالم جو بھی کہدے وہ صحیح ہے اور اوس کے کسی قول پر رد اور انکار نہ کیا جائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول پر رد نہ کیا جا سکے یا اوسکے اقوال وافعال میں غلطی کا احتمال نہ ہو بے شک ہے اور ضرور ہے لیکن رد کرنے کے واسطے اور غلطی پکڑنے کے واسطے بھی شریعت مطہرہ میں حدود قائم ہیں اوسکے درجات ہیں اوسکے قواعد اور آداب ہیں تا وقتیکہ اونسے واقفیت نہ ہو رد کرنے کا حق بھی کسی کو نہیں ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ علما بے عیب ہیں یا ان میں کوتاہیاں نہیں ہیں یقیناً ہیں اور بمقتضائے زمانہ ہونا بھی چاہئیں مگر ان کی کوتاہیوں کو پکڑنے کے ساتھ ساتھ چند امور قابل غور اور قابل لحاظ ہیں اہل علم ہی ان چیزوں پر زیادہ اچھی طرح روشنی ڈال سکتے تھے مگر چونکہ یہاں معاملہ خود انکی ذات کا آجاتا ہے اسلئے اس مسئلہ میں ان کو زیادہ واضح گفتگو کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اپنے وقار کا مسئلہ آجانے کی وجہ سے وہ اس میں وضاحت اور زور سے رد کرنے میں تساہل کرتے ہیں۔ میں اجمالی طور پر تمہیں ان امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں اوّل تو اس وجہ سے کہ میرا اور تمہارا خصوصی تعلق اس بدگمانی سے بالاتر ہے کہ میں اپنا اعزاز تم سے کرانا چاہتا ہوں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ میرا کچھ زیادہ شمار بھی علما کی جماعت میں نہیں ہے

ایک کتب فروش ہوں کتابیں بیچتا ہوں اور ایام گذاری کرتا ہوں. تیسرے یہ خط بھی میرا ایک نجی خط ہے. چوتھے اس وجہ سے کہ میرے ساتھ تمہارا بلکہ میرے سب دوستوں کا جو معاملہ ہے وہ میری حیثیت سے زیادہ ہے. اسلئے غور سے سنو یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں اور عام طور سے ان میں خلط کیا جاتا ہے یا عمداً اون سے اعراض یا تسامح کیا جاتا ہے اور کہیں ناواقفیت بھی اس کا سبب ہے. بہرحال یہ امور قابل غور ہیں۔

۱ کیا ہر وہ شخص جو اہل علم کے لباس میں ہو کسی عربی مدرسہ میں طلبا کے رجسٹر میں نام لکھا چکا ہو یا تقریر دلچسپ کرتا ہو یا تحریر اچھی لکھتا ہو وہ عالم ہے اور علما کی جماعت کا فرد ہے اسلئے ہر شخص کی بات کو لیکر اور سنکر علما کی طرف منسوب کر دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے کیا کھرا کھوٹا اصلی جعلی واقعی مصنوعی دنیا کی ہر چیز میں نہیں ہے. دیکھو دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز سونا چاندی اور جواہرات ہیں اور ضروری سے ضروری اور ہر شخص کا محتاج الیہ پیشہ حکیم و ڈاکٹر کا پیشہ ہے تو پھر کیا دونوں قسمیں ایسی نہیں ہیں جن میں کھرے سے کھوٹا زیادہ اور اصلی سے نقلی زیادہ نہ ملتا ہو یا واقعی سے مصنوعی بڑھے ہوئے نہ ہوں تو پھر کیا حکیموں اور ڈاکٹروں کو اس وجہ سے گالیاں دی جاتی ہیں کہ ان کے لباس میں مصنوعی اور خطرۂ جان طبیب زیادہ ہیں یا ہر سونے چاندی اور جواہرات کو اس وجہ سے پھینکدیا جاتا ہے کہ وہ نقلی اور مصنوعی زیادہ ملتے ہیں نہیں نہیں بلکہ ان چیزوں میں یہاں تک افراط کی جاتی ہے کہ جہاں مشہور اور واقف طبیب میسر نہیں ہوتا وہاں جان بوجھ کر ایسے ہی طبیبوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یہ کیوں اسلئے کہ ضرورت سخت ہے اور طبیب حاذق کے پاس فوراً پہونچنا مشکل ہے. مصنوعی سونا دیدہ و دانستہ خریدا جاتا ہے کیونکہ ضرورت کو پورا کرتا ہی ہے اور اصلی سونا اس وقت ملنا دشوار ہے یا گراں ہے کہ تحمل نہیں ہو سکتا۔

لیکن علما سب ہی گردن زدنی ہیں اسلیئے کہ ان کے لباس میں جھوٹے بہت ہیں۔ تم نے غور کیا کہ یہ فرق کیوں ہے اسلیئے کہ وہ ضرورت کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں اور یہ بے ضرورت ہے اون بغیر چارہ کار نہیں ہے اور یہ بیکار مد ہے اون میں اچھے سے اچھے طبیب کی تلاش ہے لیکن اوس وقت تک کہ اچھا طبیب ملے جو بھی موجود ہو وہ نہایت مغتنم ہے اور اوسکی رائے پر عمل نہایت اہم اور ضروری ہے اور یہاں تحقیقی علما ملتے نہیں ہیں اور جو ملتے ہیں وہ ہمارے نزدیک کامل نہیں ہیں اسلیئے لغو و بیکار ہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے اور دینی ضرورت کو ضرورت سمجھا جائے دین کا اہتمام اور اوسکی فکر قلوب میں کم از کم اتنی ہو جتنی ایک عزیز کے بیمار ہونے کی یا بیٹی کے نکاح کرنے کی تو عالم کامل کی تلاش میں طبیب حاذق کی تلاش سے زیادہ سرگرداں ہوں اگر دین کا فکر ہو تو حقیقی ضرورت یہی ہے۔ عزیز کی بیماری کا منتہا موت ہے جس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ حاذق سے حاذق اور ماہر سے ماہر طبیب یہاں بے بس ہے وہ اپنا ہی کچھ نہیں بنا سکتا تو دوسرے کا کیا کر سکتا ہے۔ بیٹی کی شادی میں زیور نہ ہی میسر آسکا تو کیا بگڑ گیا اتنا ہی ہوا کہ برادری کے لوگ عزیز و اقارب طعن و تشنیع کرینگے وہ ابھی کب چھوڑ دینگے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اب چار سنائیں گے اوس وقت آٹھ سنا دینگے لیکن علما کی ضرورت دین کیلئے ہے جسکے بغیر زندگی بیکار ہے دنیا میں آنا بیکار ہے۔ آدمی صرف دین ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ حق سبحانہٗ و تقدس کا ارشاد ہے کہ میں نے آدمی اور جن صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کئے ہیں جب یہی اصلی غرض آدمی کی پیدائش سے ہے تو اس کیلئے جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہوگی۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علما کی مثال زمین میں ایسی ہے جیسا کہ

آسمان میں ستارے جنکے ذریعہ سے جنگل کے اندھیروں اور سمندروں کے سفر میں راستہ پہچانا جاتا ہے اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو اقرب ہے یہ بات کہ رہبران قوم راستہ سے بھٹک جائیں (ترغیب) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نبوت کے درجہ سے بہت قریب جماعت ایک علما کی ہے دوسرے مجاہدین کی اسلئے کہ علما اوس چیز کا راستہ بتاتے ہیں جو اللہ کے رسول لیکر آئے ہیں اور مجاہدین اپنی تلواروں سے اوس طرف متوجہ کرتے ہیں (احیا) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر کی بات سکھانے والے کے لئے اللہ جل شانہٗ رحمت بھیجتے ہیں فرشتے اوسکے لئے دعا کرتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے حتّٰی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر میں اوس کیلئے دعا خیر کرتی رہتی ہیں (ترمذی) حضرتؓ علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے جسکو کوئی اسکا نائب ہی بھر سکتا ہے (احیا) حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ایک ہزار عابد جو شب بیدار ہوں اور دن بھر روزہ رکھتے ہوں ان کی وفات ایک ایسے عالم کی وفات سے زیادہ سہل ہے جو حلال و حرام سے واقف ہو (احیاء) دوسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کے ہر کام میں اہل فن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مکان بنانا ہے تو مستری بغیر چارہ نہیں اور قفل درست کرانا ہے تو لوہار بغیر گذر نہیں مقدمہ کرنا ہے آپ لاکھ سمجھدار ہوں ہوشیار ہوں لیکن وکیل بغیر مفر نہیں آپ لاکھ قابل ہوں لیکن تعمیر مستری ہی کریگا مگر علم دین ایسا ارزاں ہے کہ ہر شخص جو ذرا بھی بولنا یا لکھنا جانتا ہے وہ واقف اسرار شریعت ہے محقق ملّت ہے اوسکی محققانہ تحقیق کے خلاف قرآن شریف اور احادیث نبویہ بھی قابل قبول نہیں پھر علما بیچاروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور چونکہ اسکے مقابل اگر کوئی آواز اُٹھتی ہے تو وہ علما کی جانب سے ہوتی

ہے اسلیئے جتنا بھی یہ روشن دماغ علماء کے خلاف زہر اُگلیں اور علماء کے خلاف جھوٹ یا سچ الزام لگا کر عوام کو ان سے بدکائیں وہ قرین قیاس ہے کہ انکی غلط باتوں کی اور دین میں تحریف کی پردہ دری علماء ہی سے ہوتی ہے وہ مخالف بھی بنینگے وہ دشمن بھی بنینگے اور جو کچھ کر سکتے ہیں سب ہی کچھ کرینگے مگر کیا ہو سکتا ہے ایسے لوگوں کے بارہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ خوف تم پر ہے ہر اوس منافق کا جو زبان کا ماہر ہو (ترغیب) کہ یہ لوگ اپنی شستہ تقریر و تحریر سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر گمراہ کرتے ہیں اور دین کے ہر جزء کا استہزاء و مذاق کرتے ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں دین کے اجزاء کے متعلق بھی ہر فن کے خواص کو ممتاز فرما دیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جابیہ میں خطبہ (وعظ) فرمایا جس میں یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ شریف کے متعلق کوئی بات معلوم کرنا چاہے وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جس شخص کو فرائض کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابتؓ کے پاس جائے اور جسکو فقہ کا کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے البتہ جس شخص کو (بیت المال سے) کچھ مال طلب کرنا ہو وہ میرے پاس آئے کہ مجھے اللہ نے والی اور مال تقسیم کرنے والا بنایا ہے (مجمع الزوائد)

اور پھر حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تو ہر شعبہ کی مستقل جماعتیں قائم ہو گئیں تھیں محدثین کی جماعت علیحدہ فقہا کی علیحدہ مفسرین کا گروہ مستقل واعظین مستقل صوفیہ مستقل لیکن ہمارے زمانہ میں ہر شخص اس قدر جامع الاوصاف اور کامل مکمل بننا چاہتا ہے کہ وہ معمولی سی عربی عبارت لکھنے لگے بلکہ صرف اردو کی عبارت دلچسپ لکھنے لگے یا تقریر برجستہ کرنے لگے تو پھر وہ تصوف میں مستقل اہل الرائے ہے فقہ میں مستقل مجتہد ہے قرآن پاک کی تفسیر میں جو نئی سے نئی بات دل چاہے گھڑ دے

نہ اس کا پابند کہ سلف میں سے کسی کا یہ قول ہے یا نہیں نہ اس کی پرواکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اسکی نفی تو نہیں کرتے۔ وہ دین میں مذہب میں جو چاہے بکے جو منہ میں آئے بکے کیا مجال ہے کہ کوئی شخص اوسپر نکیر کر سکے یا اوسکی گمراہی کو واضح کر سکے جو یہ کہے کہ یہ بات اسلاف کے خلاف ہے وہ لکیر کا فقیر ہے تنگ نظر ہے پست خیال ہے تحقیقات عجیبہ سے عاری ہے لیکن جو یہ کہے کہ آج تک جتنے اکابر نے اسلاف نے جو کچھ کہا وہ سب غلط ہے اور دین کے بارے میں نئی نئی باتیں نکالے وہ دین کا محقق ہے۔ بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اوس نے خطا کی (مجمع الزوائد) مگر یہ لوگ قرآن پاک کی ہر آیت میں سلف کے اقوال کو چھوڑ کر نئی بات پیدا کرتے ہیں۔

اور صریح ظلم یہ ہے کہ علما کو ہر شخص مشورہ دیتا ہے کہ وہ تفریق نہ کریں تفسیق نہ کریں تکفیر نہ کریں۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ روشن دماغ دین کی حدود سے نہ نکلیں یہ نبوت کا انکار کر دیں یہ قرآن وحدیث کا انکار کر دیں یہ نماز روزہ کو لغو بتا دیں یہ حضور کی شان میں گستاخیاں کریں صحابہ کرام کو گالیاں دیں ائمہ مجتہدین کو گمراہ بتا دیں فقہ اور حدیث کو ناقابل عمل بتا دیں۔ دین کے ہر ہر جز سے انکار کریں دین کی ہر بات کا استہزاء اور مذاق اُڑائیں لیکن یہ پھر بھی مسلمان رہتے ہیں پکے دیندار رہتے ہیں اور جو ان کے خلاف آواز اُٹھائے وہ دین کا دشمن ہے مسلمانوں کا بدخواہ ہے وہ کافر بنانے والا ہے حالانکہ اگر غور کیا جائے تو علما کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں اسلئے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کر دے وہ اپنی رضا و رغبت اور اپنی روشن خیالی یا اپنے جہل سے کافر تو خود ہی بنچکا ہے خواہ اوسکو کوئی کافر بتائے یا نہ بتائے اور اگر وہ

اب تک کافر نہیں بنا تو کسی کے کافر بتانے سے کافر نہیں بنتا اور اگر بنچکا ہے تو کسی کے کافر نہ بتانے سے مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کافر بتانے والے کا تو احسان ہے کہ وہ اسپر تنبیہ کر رہا ہے متنبہ کر رہا ہے کہ جو چیز تم نے اختیار کی ہے وہ اسلام سے نکالدینے والی چیز ہے اور کفر میں داخل کر دینے والی ہے اگر دین کی فکر ہے تو اس تنبیہ پر تنبہ ہونا چاہیئے۔ کہنے والے کے قول پر اعتماد نہیں تو خود تحقیق کر لینا چاہیئے کہ کہنے والے کا قول صحیح ہے یا غلط ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ غلط ہوگا اور مجھے اس سے بھی انکار نہیں کہ بعض اوقات غلط بھی ہوتا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں کہ ہمیشہ ہی غلط ہوتا ہے اسلئے یہ نظریہ کہ مغربی تعلیم کے زیر اثر یا دین سے ناواقفیت کے سبب کہنے والا جو چاہے کہہ گذرے اور کر گذرے اوس کو ہرگز کافر نہ کہا جائے۔ دنیا کے ساتھ خیر خواہی نہیں یہ ناواقفوں کو اور ان لوگوں کو جو ناواقفیت سے اس آفت میں مبتلا ہو جانے والے ہیں کافر بنانا ہے اسلئے حقیقت میں کافر بنانے والے وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ کفر کی باتوں پر تنبیہ نہ کی جائے ان کو واضح اور ظاہر نہ کیا جائے۔ لوگوں کا یہ خیال کہ کفر آج کل ایسا سستا ہو گیا ہے کہ ہر شخص کافر ہے۔ اور اس خیال سے کفریات سے متاثر نہ ہونا یہ خود دین سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے فقہائے امت کے اقوال سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ بلا تردد آجکل جہالت کی وجہ سے کفر بہت سستا ہے۔ کفریات کا علم لوگوں کو ہے نہیں اسلئے اون میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات خود ہی صاف طور سے اسپر دال ہیں کہ کفر بہت سستا ہو جائیگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ (نیک) اعمال میں جلدی کر و مبادا (وہ وقت آجائے جس میں) ایسے

فتنے واقع ہوں جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں (کہ حق ناحق کا پہچاننا مشکل ہو جائے) ان میں صبح کو آدمی مسلمان ہوگا شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کر دیگا (مشکوٰۃ بروایۃ مسلم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک فتنہ ایسا آنے والا ہے کہ ہر طرف سے جہنم کی طرف لیجانے والے بلا رہے ہوں گے (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عنقریب ایسے فتنے آنے والے ہیں کہ ان میں آدمی صبح کو مومن ہوگا شام کو کافر مگر وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہ علم کی بدولت زندہ رکھے (دارمی) علم کی بدولت زندہ رکھنے کا مطلب اسکے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کفر و ایمان کی حدود سے واقف ہو وہ اس چیز کو جانتا ہو کہ کس چیز سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور کس بات سے کافر ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت (پریشان کن) فتنے ہونگے جیسا اندھیری رات کے ٹکڑے صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہوگا شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ اوس وقت اپنے گھروں کی ٹاٹ بنجانا (یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا) (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک ایسا سیاہ فتنہ آنے والا ہے جس کے اثر سے اس امت کا کوئی بھی آدمی نہ بچیگا۔ جب یہ سمجھا جائیگا کہ اب ختم ہو گیا پھر کوئی اور شاخ نکل آئے گی۔ صبح کو آدمی اوس میں مسلمان ہوگا شام کو کافر۔ شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ حتیٰ کہ دو جماعتیں ایسی بنجائیں گی کہ ایک جماعت خالص مسلمانوں کی جن میں ذرا بھی نفاق نہ ہوگا ایک خالص منافقوں کی جن میں ذرا بھی ایمان نہ ہوگا اوس وقت دجال

کا ظہور ہو گا (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد) ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی (درمنثور بروایۃ الحاکم وصححہ عن ابی ہریرۃ وبروایۃ ابن مردویہ عن جابر اہ قلت صححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی، دارمی، مجمع الزوائد)

آخر یہ کفر کی ارزانی مولویوں کی پیدا کی ہوئی تو نہیں ہے یہ تو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ارشاد فرما گئے۔ ایسی صورت وحالات میں کیا یہ ضروری نہیں کہ دین کے باب میں نہایت احتیاط سے کام لیا جائے۔ محض یہ کہدینے سے کہ فلان جماعت فلان کو کافر کہتی ہے فلاں جماعت فلاں کو کافر کہتی ہے اسلئے اب کسی کا بھی اعتبار نہیں ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس صورت میں ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اسلئے کہ اس حالت میں خود اپنے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جن وجوہ سے ایک جماعت دوسری جماعت کو کافر کہتی ہے ان وجوہ کو علم دین سے تحقیق کیا جائے کہ ان امور سے واقع میں کفر ہو جاتا ہے یا نہیں اگر واقع میں کفر ہو جاتا ہے تو ان سے اپنے کو اور دوسروں کو بچانا خود اپنی ذمہ داری بنجاتی ہے صرف کوئی مزاحیہ فقرہ کہدینے سے یا اس بات کے کہدینے سے کہ آجکل کفر بہت سستا ہے خلاصی نہیں ہوتی۔ جس امر کے متعلق نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی حتمی فیصلہ نافذ ہو چکا ہے اوسکے انکار کرنے سے یا اوس کا مذاق اڑانے اور استہزا کرنے سے دین جیسا باقی رہ سکتا ہے کلام اللہ شریف اس کا فیصلہ خود ہی کر چکا ہے اور ایک جگہ نہیں جگہ جگہ وارد ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورہ نساء رکوع ۹)

پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا ہو اوس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) تصفیہ کرائیں پھر اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور اوسکو پورا پورا تسلیم کرلیں (بیان القران)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اوس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اوسکی دلی خواہش اوس چیز کے تابع نہ ہو جو میں لیکر آیا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (سورہ آل عمران رکوع ۲)

آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے (بزعم خود) محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو (کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب ایسا کروگے) تو حق تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردینگے اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے عنایت فرمانے والے ہیں اور آپ یہ (بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور رسول کی پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ (آپ کی اطاعت سے کہ ادنیٰ اوس کا اعتقاد رسالت ہے) اعراض کریں تو (وہ لوگ سُن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتے (ماخوذ بیان القران)

عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاؤں کہ

اَلْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْ نَہَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا نَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ کَذَا فِی الدُّرِّ

اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ور اوس کے پاس میرا کوئی حکم پہونچے جس کے کرنیکا میں نے حکم دیا ہو یا نہ کرنے کا اور وہ یہ کہدے کہ ہم نہیں جانتے ہم تو جو قرآن شریف میں ہوگا اسی پر عمل کرینگے۔

اس قسم کا مضمون کئی احادیث میں آیا ہے جس میں ان لوگوں پر رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عمل کے لئے صرف قرآن شریف کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھ کو قرآن شریف دیا گیا ہے اور اس جیسے دوسرے احکام بھی دئے گئے ہیں۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ایک شکم سیر آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر کہیگا کہ بس عمل کیلئے اس قرآن شریف کو پکڑلو جو اس میں حلال ہے اوسکو حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اوسکو حرام سمجھو۔ حالانکہ اللہ کے رسول کی حرام کی ہوئی چیز ایسی ہی ہے جیسا کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ہے (مشکوٰۃ) ان حدیثوں میں شکم سیر اور مسند پر بیٹھنے کا ذکر اسلئے کیا گیا ہے کہ ایسے لغو اقوال پیسہ ہی سے نظر آتے ہیں چار پیسے پاس ہوں تو دین میں اصلاح کی تجویزیں خوب سمجھ میں آتی ہیں اور غربت میں ایسی باتیں دل میں بھی نہیں آتیں اللہ کا خوف غالب رہتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ ہم حضر کی نماز اور خوف کی نماز تو قرآن شریف میں پاتے ہیں لیکن سفر کی نماز قرآن شریف میں نہیں پاتے اُنہوں نے فرمایا بھتیجے! اللہ جل شانہٗ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے اسلئے جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہی کرتے رہیں گے (شفا)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ لوگ تم سے قرآن شریف کی آیتوں سے جھگڑا کرینگے تو

احادیث سے ان کا جواب دینا کہ احادیث والے کتاب اللہ سے زیادہ واقف ہیں (شفا)

امام زہری جو اکابر علماء میں سے ہیں اور مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سے پہلے علماء (یعنی صحابہ کرامؓ) سے سنا ہے کہ سنت (یعنی حضور کے طریقہ) کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے اور علم بہت جلد اُٹھ جانے والا ہے۔ علم کی قوت میں دین اور دنیا کا ثبات ہے اور علم کے جاتے رہنے میں اس سب کی اضاعت ہے۔ عبداللہ دیلمی جو بڑے تابعی ہیں اور بعض نے انکو صحابی بھی بتایا ہے فرماتے ہیں کہ مجھے اکابر سے یہ بات پہونچی ہے کہ دین کے جانے کی ابتداء سنت کے چھوٹنے سے ہوگی۔ ایک ایک سنت اس طرح چھوڑی جائیگی جیسا کہ رسی کا ایک ایک بل اُتارا جاتا ہے (دارمی)

حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ حدیث قرآن پاک کی فلاں آیت کے خلاف ہے اُنہوں نے فرمایا کہ میں حضور کا ارشاد نقل کرتا ہوں تو اوس کا قرآن سے مقابلہ کرتا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے مطلب کو زیادہ سمجھنے والے تھے (دارمی) یعنی یہ کہ قرآن شریف کے مضامین بسا اوقات مجمل ہوتے ہیں حدیث اوسکی تفسیر ہوتی ہے اسلئے کسی حدیث کو قرآن شریف کے خلاف کہدینے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے بہت غور کرنا چاہیئے۔ اور غور کے بعد اگر مخالف ہو تو پھر یہ بھی تحقیق ضروری ہے کہ قرآن شریف کی وہ آیت منسوخ تو نہیں ہے حدیث کے درجہ میں کمی ثبوت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ایسی ہی سخت ہے جیسی اللہ جل جلالہٗ کی نافرمانی ہے۔

حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (س نساء ع ۲)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اوسکے ضابطوں سے نکل جائیگا (یعنی پابندی کو ضروری بھی نہ سمجھے گا اور یہ حالت کفر کی ہے) اوس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرینگے اس طرح کہ اس میں ہمیشہ رہیگا اور اوسکو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے (بیان القران) دوسری جگہ ارشاد ہے يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا (سورہ نساء رکوع ۶) اوس دن (یعنی قیامت کے دن) وہ لوگ جنہوں نے (دنیا میں) کفر کیا ہوگا اور رسول کی نافرمانی کی ہوگی اس بات کی تمنا کرینگے کہ کاش آج ہم زمین کے پیوند ہو جائیں (کہ اس رسوائی اور مصیبت سے بچ سکیں) اور کسی بات کا بھی (جو جو دنیا میں کیا ہے) اللہ سے اخفا نہ کر سکیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (س نساء ع ۹) اور ہم نے تمام رسولوں کو اسی واسطے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے (جو رسولوں کی اطاعت کے بارہ میں وارد ہوا ہے) انکی فرمانبرداری کی جائے ایک جگہ وارد ہے۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا (س نساء ع ۱۱) جس شخص نے رسول (اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اوس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول کی اطاعت سے روگردانی کی (وہ اوسکو خود بھگتے گا آپ رنج نہ کریں) ہم نے آپ کو ان کا نگراں مقرر کر کے نہیں بھیجا (آپ کا کام سمجھا دینے کا ہے)۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین حضور کا اتباع ہے وہی دین ہے وہی شریعت ہے وہی اللہ جل شانہٗ کی فرماں برداری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفائے راشدین کے زمانہ میں اس اتباع سے ذرا سا دور ہونا بھی سخت مشکل اور

شاق تھا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی ابتدا میں جبکہ ہر طرف سے ارتداد کا زور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور دین پر مٹنے والے شخص نے بھی استدعا کی کہ تھوڑی سی نرمی فرمادیں تو حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا اور فرمایا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ کیا زمانہ جاہلیت میں متشدد اور زمانہ اسلام میں نامرد و بزدل۔ یہ حضرت عمرؓ پر طعن تھا کہ ہمیشہ کی ضرب المثل شجاعت اور بہادری کے بعد یہ بزدلانہ مشورہ اور ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جو شخص ایک بکری کا بچہ زکوٰۃ کا حضور کے زمانہ میں دیتا تھا اور اب نہ دیگا اوس سے بھی قتال کرونگا۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ اگر ایک رسی بھی زکوٰۃ کی اوس وقت دیتا تھا اور اب نہ دیگا تو اوس سے قتال کرونگا یہ تھی دین پر پختگی اور دین کا تحفظ ورنہ ایسے سخت وقت میں جبکہ ارتداد کا اتنا زور ہو ایک فرض سے تسامح معمولی سی بات تھی مگر ان حضرات کے یہاں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے ذرا سا ہٹنا بھی یقینی طور سے اپنی ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں نے اپنے گھروں میں مسجدیں بنالی ہیں اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگو گے اور مسجدوں کو چھوڑ دوگے تو تم حضور کی سنت کو چھوڑ دوگے اور اگر تم حضور کی سنت کو چھوڑ دوگے تو کافر ہو جاؤگے (ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسافر کی نماز دو رکعتیں ہیں جو حضور کی سنت کے خلاف کرے وہ کافر ہے (شفا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ حضرت جابرؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی حضرات صحابہ کرام وتابعین سے یہی نقل کیا گیا ہے

کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ علمانے تو حقیقۃ میں تکفیر میں تنگی کی ہے اور بہت احتیاط برتی ہے کہ انہوں نے دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے ان سب حضرات کے اقوال کو انکار کی ساتھ مقید فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر دے وہ کافر ہے اور یہ بھی درحقیقت اللہ کا احسان ہے کہ صحابہ میں اس بارہ میں اختلاف ہو گیا تھا ورنہ اگر خدا نخواستہ ان کا یہ اجماعی مسئلہ بنجاتا کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ کافر ہے تو آج تم ہی غور کرو کہ دنیا کا کتنا بڑا حصہ ہے جو دیدہ و دانستہ نماز نہیں پڑھتا وہ آج کفر کے گڑھے میں پڑا ہوا ہوتا۔ بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے یہ مولویوں کا کام ہے کہ وہ ساری دنیا کو کافر بنا دیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کلمہ گویوں کو قتل کیا جو ایک رکن شریعت زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔ حضرت دیلم حمیریؓ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگ ٹھنڈے ملک کے رہنے والے ہیں اور مشقت کے کام بھی بہت کرنا پڑتے ہیں اس لئے گیہوں کی شراب بنا لیتے ہیں کہ اوسکی وجہ سے کام کی مشقت میں قوت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور سردی سے بھی حفاظت رہتی ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ شراب نشہ آور ہوتی ہے میں نے عرض کیا بیشک نشہ آور تو ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ اوس سے احتراز کرو۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ اوسکو چھوڑینگے نہیں (کیونکہ عادی بھی ہیں اور ضرورت بھی ہوتی ہے) ارشاد فرمایا کہ اگر وہ نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو (ابوداؤد)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ امانت کا ذکر فرمایا کہ آہستہ آہستہ کم ہوتی جائیگی یہاں تک نوبت آجائیگی کہ یوں کہا جائے فلاں قوم میں ہے ایک شخص جو امانتدار

ہے۔ آدمی کی تعریف یہ رہجائیگی کہ فلاں شخص بڑا سمجھ دار ہے بڑا ظریف اور خوش مزاج ہے کیسا بہادر آدمی ہے۔ لیکن رائی کے دانہ کے برابر بھی اوس میں ایمان نہ ہوگا (مشکوٰۃ) ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور منجملہ ان کے ارشاد فرمایا کہ اوسکے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گمراہیوں کی طرف بلانے والے ہونگے (مشکوٰۃ) دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قصہ پہونچا حضور نے ایک شخص کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ جسکے خلاف فیصلہ ہوا تھا اوسنے درخواست کی کہ اس قصہ کو عمرؓ کے سپرد فرما دیجئے۔ حضور نے قبول فرمالیا۔ حضرت عمرؓ کے یہاں قصہ پہونچا اور پورا واقعہ معلوم ہوا مکان میں تشریف لیگئے اور تلوار نکال کر اوس شخص کو قتل کر دیا جو ان کے یہاں مرافعہ لیکر گیا تھا۔ اور فرمایا کہ جو شخص حضور کے فیصلہ کو قبول نہ کرے اوس کا میرے یہاں یہی فیصلہ ہے (در) لیکن آج نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے آج حضور کے کتنے ارشادات کے خلاف طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ حضور کی کتنی سنتوں کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے حضور کے زوردار احکام کی کس بے دردی سے مخالفت کی جا رہی ہے ایک دو ہو تو کوئی گنوادے داڑھی اور استنجے کا ذکر نہیں شراب اور سود کی ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے نماز اور زکوٰۃ کا کیا حشر ہے روزہ اور حج کی ساتھ کیا برتاؤ ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جن صاحب کو حضرت عمرؓ نے قتل کیا تھا وہ کلمہ گو بھی تھے اور اہل قبلہ بھی مگر آج کسی کلمہ گو کے خلاف کوئی بات قابل سماعت نہیں ہے وہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو چاہے کرے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ	بر (یعنی نیکی اور کمال) یہی نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف بلکہ نیک وہ شخص ہے

آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (س بقرع ۲۲)

جو ایمان لائے اللہ پر (یعنی اوسکی ذات وصفات پر) اور ایمان لائے آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی (تمام) کتابوں پر اور انبیاء پر اور مال دیتا ہو باوجود اوسکی محبت کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنیوالوں کو اور خرچ کرے گردنوں کے چھڑانے میں (یعنی قیدیوں کے چھڑانے میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں) اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب کوئی (جائز) معاہدہ کرلیں اور جو لوگ صبر کرنے والے ہوں تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

حضرت امام اعظمؒ سے بھی یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ لَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے لیکن کیا نعوذ باللہ امام صاحب کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ جو قبلہ کی جانب رہنے والے ہیں خواہ مشرک ہوں یا کافر کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے یا خدانخواستہ یہ مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرکے کوئی بات کہے یا بیت اللہ کو قبلہ مانتا ہو یا قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو پھر وہ چاہے کوئی بھی کام کرے بت پرستی کرے یا کفریات بکے ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے اگر یہی مطلب امام صاحبؒ کا تھا تو پھر انہوں نے جہم کو اُخْرُجْ عَنِّيْ يَا كَافِرُ (الکفار) او کافر میرے پاس سے چلا جا کیوں فرمایا۔ یہ ایک بدعتی گمراہ شخص تھا جو ایک فرقہ کا بانی ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میرا

حضرت امام اعظمؒ سے چھ مہینہ مناظرہ رہا آخر ہم دونوں کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ جو قرآن شریف کو مخلوق کہے وہ کافر ہے (الکفار) کیا قرآن شریف کو مخلوق کہنے والے اہل قبلہ نہ تھے نماز نہیں پڑھتے تھے روزہ نہیں رکھتے تھے کلمہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح روافض کا وہ فرقہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی میں غلطی ہوگئی اور بجائے حضرت علیؓ کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی پہونچا گئے کیا وہ کلمہ گو نہیں ہے یا اپنے کو مسلمان نہیں کہتا یا قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتا۔ کیا قرامطہ کے کفر میں کوئی تردد ہے جو غسل جنابت کا انکار کرتے ہیں شراب کو حلال بتاتے ہیں سال میں صرف دو روزے فرض بتاتے ہیں اذان میں محمد بن الحنفیہ رسول اللہ کا اضافہ کرتے ہیں (اشاعۃ) اوران کے علاوہ بہت سے امور ان کے مذہب میں ہیں اور اس سب کے باوجود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ علمانے تصریح کی ہے اور ایک دو نے نہیں سیکڑوں نے اسکی تصریح کی ہے کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کریں علامہ شامی نے لکھا ہے۔ لَاخِلَافَ فِیْ کُفْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَاتِ الْاِسْلَامِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ الْمُوَاظِبِ طُوْلَ عُمْرِہٖ عَلَے الطَّاعَاتِ ؕ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریات دین میں مخالف ہو وہ کافر ہے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور عمر بھر عبادت کا اہتمام کرتا رہے اکفار الملحدین میں بحر اس سے نقل کیا ہے۔

اَھْلُ الْقِبْلَۃِ فِیْ اِصْطِلَاحِ الْمُتَکَلِّمِیْنَ مَنْ یُّصَدِّقُ بِضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْنِ اَیِ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ عُلِمَ ثُبُوْتُھَا فِی الشَّرْعِ	اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو ضروریات دین کا اقرار کرتا ہو۔ یعنی ایسے امور کا جن کا شریعت میں ثبوت معلوم و معروف ہے جیسا کہ عالم

واشتهر فمن انكر شيئا من الضروريات
كحدوث العالم وحشر الاجساد
وفرضية الصلوة والصوم لم يكن
من اهل القبلة ولو كان مجاهدا
بالطاعات وكذلك من باشر شيئا
من امارات التكذيب كسجود الصنم
والاهانة بامر شرعي والاستهزاء
عليه فليس من اهل القبلة ومعنى
عدم تكفير اهل القبلة ان لا يكفر
بارتكاب المعاصي ولا بانكار الامور
الخفية غير المشهورة هذا ما
حققه المحققون فاحفظه

کا حادث ہونا قیامت میں بدن سمیت حشر ہونا نماز
روزہ کی فرضیت وغیرہ وغیرہ بس جو شخص ایسی چیزوں
کا انکار کریگا وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے چاہے
وہ عبادات میں کتنی ہی کوشش کرے اسیطرح
سے جس شخص میں علامات تکذیب کی پائی جائیں
جیساکہ بت کو سجدہ کرنا یا کسی امر شرعی کی اہانت کرنا
یا اوس کا مذاق اُڑانا وہ بھی اہل قبلہ میں سے نہیں
ہے علما کے اس ارشاد کا مطلب کہ اہل قبلہ کی
تکفیر نہیں کرتے یہ ہے کہ کسی گناہ کے کرنے سے
کافر نہیں بتاتے اوراسی طرح ایسے امور کے
انکار سے جو شریعت میں غیر معروف ہیں یہ ہے
محققین کی تحقیق اس کو خوب محفوظ رکھو۔

درحقیقت امام صاحب یا دوسرے حضرات سے جو یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ
کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے یا اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے وہ خوارج کے مقابلہ میں
ہے جو ہر حرام کے کرنے سے کافر بتاتے ہیں یا اون لوگوں کے بارہ میں ہے جو غیر
معروف کا انکار کرتے ہیں خود امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا ہے مَن انکر
شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الہ الا اللہ جو شخص شرائع اسلام میں
سے کسی چیز کا انکار کردے اوس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کو باطل کردیا۔ اور اگر یہی بات
ہو کہ کلمہ پڑھنے کے بعد آدمی آزاد ہے جو چاہے کرے یا جو چاہے بکے تو پھر اللہ جل جلالہ

کے ارشاد میں یہود کی مذمت بے محل ہو جائیگی۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (سورہ بقرہ رکوع ۱۰)

کیا پس ایمان لاتے ہو تم کتاب اللہ کے بعض حصہ پر اور بعض پر ایمان نہیں لاتے پس نہیں ہے بدلہ اوس شخص کا جو ایسی حرکت کرے بجز اسکے کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن ایسے لوگ سخت عذاب میں ڈالدئے جاویں اور اللہ جل شانہٗ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہیں۔

اسلام حتماً اور قطعاً وہی معتبر ہے جو اپنے تمام ضروری احکام کے ساتھ ہو کوئی جزء بھی اوس میں سے خارج نہ ہو اُن اہل کتاب کی تردید فرماتے ہوئے جو اسلام لانے کے بعد توراۃ کے بعض احکام پر عمل کی خواہش رکھتے تھے اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ حقیقت میں تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے پس اگر تم ان واضح دلائل کے بعد بھی لغزش میں پڑ جاؤ تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ شانہٗ زبردست ہیں (جو چاہیں سزا دیں) اور حکمت والے ہیں (کہ جب مصلحت سمجھیں سزا دیں)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل کتاب ایمان لانے کے بعد توراۃ کے بعض احکام پر عمل کرنے کے خواہشمند تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شرائع میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور کوئی چیز اوس

میں سے چھوڑو نہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ بعض مسلمان اہل کتاب نے تورات کے موافق شنبہ کے دن کی تعظیم کی درخواست کی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم منافقین کے ساتھ بھی مسلمانوں کا سا برتاؤ فرماتے تھے اور آج مسلمانوں کو بھی کافر کہا جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ فرمایا تھا لیکن کیا قرآن پاک کی آیت عہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (سورہ توبہ رکوع ۱۰) اور اس جیسی آیات کے بعد بھی یہی معاملہ رہا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ایک ایک منافق کا نام لیکر مجلس سے نکالدیا۔ حضرت عمرؓ اوس وقت تشریف فرما نہ تھے وہ آئے تو ایک شخص نے ان کو مژدہ سنایا کہ آج اللہ نے منافقوں کو رسوا فرمایا۔ حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے وعظ فرمایا اور ایسا وعظ کہ ہم نے ویسا نہیں سنا اور ارشاد فرمایا کہ میں جن جن کا نام لیتا جاؤں وہ اُٹھ جائیں اور چھتیس آدمیوں کو نکالدیا (درمنثور)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نفاق حضور کے زمانہ میں تھا آج کفر ہے یا اسلام (بخاری) اہل شام کے چند افراد نے شراب پی حضرت یزید بن ابی سفیان اوس وقت شام کے حاکم تھے انہوں نے مواخذہ فرمایا ان لوگوں نے عرض کیا کہ یہ حلال ہے اور قرآن شریف کی آیت لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا الْاٰیَۃ (۱۲ مائدہ ع ۱۲)

عہ اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کفار سے (ہتیار سے) اور منافقوں سے (زبان سے) جہاد کیجئے اور انپر سختی کیجئے دنیا میں تو یہ ہے (اور آخرت میں) انکا ٹھکانہ جہنم ہے اور بری جگہ ہے۔ ۱۲

سے استدلال کیا حضرت یزید نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا۔ حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ میرا یہ خط اگر دن میں پہونچے تو رات کا انتظار نہ کرو اور رات کو پہونچے تو دن کا انتظار نہ کرو ان لوگوں کو قبل ازیں کہ دوسروں کو گمراہ کریں فوراً میرے پاس بھیجدو۔ وہ لوگ فوراً حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ صحابہ کرام سے مشورہ کیا گیا صحابہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے دین میں ایسی چیز اختیار کی ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اسلئے ان کی گردن اُڑادی جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا تم بھی اپنی رائے ظاہر کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان سے استفسار کیا جائے اگر انہوں نے حلال سمجھ کر پی ہے تب تو قتل کردیا جائے کہ ان لوگوں نے ایسی چیز کو حلال کیا جس کو اللہ جل شانہٗ نے حرام فرمایا ہے اور اگر ان لوگوں نے حرام سمجھ کر پی ہے تو اسّی کوڑے لگائے جائیں (درمنثور)

کیا یہ لوگ کلمہ گو نہ تھے یا اہل قبلہ نہ تھے کہ صرف ایک شراب کو حلال سمجھنے کی وجہ سے ان سب حضرات نے متفقہ فیصلہ ان کے قتل کا فرمادیا۔ خیر القرون کے بیسیوں واقعات اسکی تائید میں ہیں کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک جز کا انکار بھی کفر و ارتداد ہے یہاں نہ اونکی تفصیل کا موقع نہ گنجایش مجھے صرف اسپر متنبہ کرنا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے خواہ وہ کچھ ہی کرے یا کچھ ہی کہے یہ علما کا کام ہے کہ وہ کافر بناتے پھریں۔ کہنے والے خواہ طعن سے کہتے ہوں مگر یہ صحیح ہے کہ صرف علما کا کام ہے غیر عالم نہ بتا سکتا ہے کہ کیا چیز کفر کی ہے نہ سمجھ سکتا ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ بلا کسی شرعی حجت کے کسی شخص کو کافر کہنا ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ میں اس خط کے عسّہ کے سلسلہ میں لکھ چکا ہوں۔ یہ مضمون طبعاً درمیان میں آگیا تھا میں یہ لکھ رہا تھا

کہ علما پر سب وشتم کرنے والے ان امور کا بھی لحاظ کریں۔ اس سلسلہ میں چوتھی بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ذاتی اوصاف ذاتی کمالات طبعی اخلاق ایک مستقل جوہر ہے اور علمی غور وخوض علمی تبحر علمی کمال ایک مستقل کمال ہے مستقل فن ہے ان دونوں کو آپس میں خلط کر دینا ان دونوں میں تلازم سمجھنا غلطی ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو علمی دریا میں غوطہ زن ہو وہ ذاتی کمالات اور محاسن اخلاق میں بھی کمال کا درجہ رکھتا ہو اگر یہ بات ہوتی تو ہر عالم شیخ وقت ہوتا۔ حضرات صوفیا کرام کو درستی اخلاق کیلئے مستقل خانقاہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ مشائخ طریقت کو اسکے لئے مجاہدات کرانے نہ پڑتے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت کی شان عطا فرمائی تھی اور اوس قلیل جماعت کیلئے اس کی ضرورت بھی تھی کہ ہر چیز کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر پھیلانے والی وہی ایک جماعت تھی اور مشکوٰۃ نبوت سے نور کی ہر نوع کا پھیلنا ضروری تھا لیکن صحابہ کرام کے بعد تابعین ہی کے زمانہ سے ہر نوع کو مستقل طور پر حاصل کرنے کی ضرورت پیش آگئی اور اسی لئے محدثین اور فقہاء مفسرین اور صوفیہ کی جماعتیں مستقل قائم ہونا شروع ہو گئیں۔ ان میں بہت سے اللہ کے بندے مختلف صفات کے جامع بھی ہوئے اور اب تک ہوتے رہتے ہیں لیکن بہت سے افراد کسی خاص صفت کیساتھ ممتاز ہوئے اور ہیں اسلئے یہ سمجھ لینا کہ ہر وہ شخص جو علم کے کسی خاص رتبہ پر فائز ہو وہ اخلاق واوصاف کے بھی اوسی رتبہ پر ہوگا زمانہ کے تدریجی تغیرات سے ناواقفیت ہے یا ذہول ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم کیلئے کمالات باطنیہ اور اخلاق حسنہ نہایت ضروری اور زینت ہیں لیکن ان کا حصول نہ علم کے لئے لازم ہے نہ علم کا ان پر مدار اور توقف ہے اسکے علاوہ علماء اور مشائخ تصوف کے

بعض اخلاق میں بھی فرق ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو مشائخ سلوک کے یہاں کمال سمجھی جاتی ہے وہ علما کے حق میں بھی کمال ہو۔ ایک معمولی سی چیز حسن ظن اور تحقیق حال ہی کو دیکھ لو کہ صوفیہ کے یہاں حسن ظن اور مومن کی ساتھ مطلقاً نیک گمان کمال ہے اور علما جرح وتعدیل پر مجبور ہیں اسی لئے صوفیہ کی روایات محدثین کے یہاں اکثر مجروح ہو جاتی ہیں کہ وہ حسن ظن کی بنا پر ہر مومن سے روایت لے لیتے ہیں اور ان حضرات محدثین کے یہاں جرح وتعدیل مستقل فن بنگیا اور اوسکے مستقل ائمہ بن گئے۔ اس لئے علمی درجہ میں جس چیز کو دیکھنا ہے وہ یہ ہے کہ جو بات وہ کہہ رہا ہے وہ مذہب کے موافق ہے یا نہیں قرآن وحدیث کے مطابق ہے یا مخالف۔ سلف صالحین اور فقہائے معتبرین کے ارشادات سے باہر تو نہیں۔ اگرچہ عملی درجہ میں اوس سے کچھ کوتاہی بھی ہوجاتی ہو۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگ نیک کام کا حکم نہ کریں جب تک خود عمل نہ کرلیں اور بری بات سے کسی کو نہ روکیں جب تک خود اوس سے بالکل نہ رک جائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ نیک کاموں کا حکم کیا کرو اگرچہ خود عمل نہ کرسکو اور بری باتوں سے روکا کرو اگرچہ خود اوس سے نہ رک سکو (جمع الفوائد وحکم علیہ بالضعف وفی الجامع الصغیر رقم لہ بالحسن)

پانچویں چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تغیر زمانہ کا عام اثر دنیا کی ہر چیز پر ہے تو اہل علم اس سے باہر کہاں جاسکتے ہیں۔ زمانہ جتنا بھی زمانہ نبوت سے دور ہوتا جائیگا اتنے ہی فتنے وشرور اوس میں بڑھتے جائیں گے۔ لیکن ہم لوگ اپنے اندر ہر قسم کے ضعف والخطاط کو تسلیم کرتے ہیں مگر اہل علم کیلئے وہی پہلا منظر چاہتے ہیں اور اسی معیار پر جانچنا چاہتے ہیں

جب قوائے جسمانیہ کا ذکر آجائے ہر شخص کہتا ہے اجی وہ قوتیں اب کہاں رہیں لیکن جب قوائے روحانیہ مجاہدات علمیہ کا ذکر آئے تو ہر شخص جنید شبلی بخاری غزالی کے اوصاف کا طالب اور خواہشمند بنجاتا ہے حالانکہ دینی انحطاط کی پیشین گوئی خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے حضور کا ارشاد ہے

لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ عَامٌ وَلَا يَوْمٌ اِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰى تَلْقَوا رَبَّكُمْ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ بِرِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَرَقَمَ لَهٗ بِالصِّحَّةِ

تم پر کوئی سال اور کوئی دن ایسا نہیں آئے گا جس سے بعد والا سال اور دن اوس سے زیادہ برا نہ ہو۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو۔

مناوی کہتے ہیں کہ یہ دین کے اعتبار سے اور اکثریت کے لحاظ سے ہے یعنی بعض افراد کا اس سے خارج ہونا موجب اشکال نہیں۔ علقمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی دن بھی ایسا نہ آئیگا جو علم کے اعتبار سے گذشتہ دن سے کم نہ ہو اور جب علما نہ رہیں گے اور کوئی نیک باتوں کا حکم کرنے والا اور بری باتوں سے روکنے والا نہ رہیگا۔ تو اس وقت سب ہی ہلاک ہو جائینگے (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ صلحا ایک ایک ہو کر اُٹھ جائیں گے اور لوگ ایسے رہ جائیں گے جیسے کہ خراب جو (بیچھے ہوئے) اور خراب کھجور (کیڑا لگی ہوئی) کہ حق تعالے شانہٗ ان کی ذرا بھی پروانہ کرینگے (مشکوٰۃ بروایۃ البخاری) اسلئے دین اور دینی امور کا انحطاط کمی ضعف تو سب ہی کچھ ہو کر رہیگا ایسی حالت میں صلاح وفلاح کی سعی کرتے ہوئے جو کچھ موجود ہے اوس کو مغتنم سمجھنا ہی ضروری ہے کہ اسکے بعد اس سے کمی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑیگا۔ اس زمانہ میں جن آنکھوں نے اکابر کو دیکھا ہے اُن

کے فیوض وعلوم سے تمتع حاصل کیا ہے وہ ان کے بعد والی نسلوں کو ان جیسا نہ
پاکر اعراض اور روگردانی کرتے ہیں میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ
حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد حضرت کے اجلہ خلفاء حضرت
سہارنپوری حضرت شیخ الہند حضرت رائے پوری نور اللہ مراقدہم کی طرف بھی متوجہ
نہ ہوئے اور محروم رہ گئے حالانکہ یہ حضرات ہدایت کے آسمانوں کے آفتاب تھے
اور ان سے تعلق رکھنے والے بہت سے ان کے جانشینوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے
کہ وہ ان بعد والوں کا مقابلہ ان سے پہلے والوں کی ساتھ کرنا چاہتے تھے اور چونکہ یہ
حضرات بالکل ویسے نہیں ملتے اسلئے ان کی نگاہوں میں نہیں جمتے لیکن اس کا اثر
اور نتیجہ کیا ہوا خود ان لوگوں کی محرومی ہوئی کہ وہ اپنے اس تخیل کی وجہ سے ترقیات
سے محروم رہ گئے۔ حالانکہ یہ نہیں سوچتے کہ جو جاچکے ہیں وہ واپس نہیں آئیں گے
اور جو آنے والے ہیں وہ ان جیسے بھی نہ ہوں گے ہاں یہ ضرور دیکھیں کہ یہ شخص ضروریات
دین پر بھی عمل کرتا ہے یا نہیں کہ ان کا انکار کرنے والا تو سرے سے اسلام ہی میں
نہیں ہے اسکے بعد جو شخص جتنا زیادہ اتباع سنت کا دلدادہ ہے اتنا ہی ہدایت
یافتہ ہے کہ اصل ہدایت طریقہ سنت ہے

چھٹی چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل علم آخر ہم ہی لوگوں میں سے پیدا ہوں گے اور
ہوتے ہیں کہیں باہر سے دوسری مخلوق نہیں آتی۔ اسلئے جس قسم کے لوگوں سے
وہ طیار ہوں گے اکثر ویسے ہی اثرات اپنے میں رکھیں گے۔ جیسا لوہا ہوگا ویسی ہی تلوار
بن سکے گی اور جیسی مٹی ہوگی ویسا ہی برتن ڈھلیگا جیسا تانبا ہوگا ویسی ہی او سپر قلعی ہوگی
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُھُوْا

(مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین) تم میں سے جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں بہترین شمار ہوتے ہیں وہی اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ فقیہ اور عالم بنجائیں۔ اب بھی یہی بات ہے کہ جو لوگ ذاتی شرافتوں کے ساتھ علم دین حاصل کرتے ہیں وہ اخلاق حسنہ کے منتہا پر پہونچے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ علم دین کے ساتھ مخصوص نہیں دنیاوی علوم میں دیکھ لو کہ ذاتی شرافت سے عاری لوگ جب دنیوی علوم پڑھ کر اعلیٰ عہدوں پر پہونچتے ہیں تو وہ کس قدر رشوت ستانی اور مظالم سے خلق خدا کی اذیت کا سبب بنتے ہیں اسلئے اگر عام طور سے مسلمانوں کے بہترین دماغ علوم دینیہ کی طرف متوجہ نہوں تو یہ علما کا قصور ہے یا خود ان کا قصور ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں شمار کرایا ہے کہ بڑے لوگوں میں فواحش کی کثرت ہو جائیگی اور حکومت چھوٹے لوگوں میں اور علم کم حیثیت جماعتوں میں ہوگا اچھے لوگ دین کے بارے میں مداہنت کرنے لگیں گے (اشاعۃ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم چھوٹے لوگوں کے پاس سے حاصل کیا جائیگا (اشاعۃ) یعنی بڑے آدمیوں کو حب مال اور حب جاہ کی بدولت علوم دینیہ حاصل کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی۔ کس قدر ظلم ہے کہ جو لوگ فارغ البال ہیں کچھ آسودگی رکھتے ہیں وہ اپنی قیمتی عمروں کو کس قدر بیکار ضائع ہو جانے والی فنا ہو جانے والی کوششوں میں تلف کر دیتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے پاس اللہ کے یہاں جواب دہی کیلئے کوئی معقول عذر ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے دونوں قدم قیامت کے دن اوس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے جب تک پانچ باتوں کی جواب دہی نہ کرے گا۔ اپنی عمر کو کس چیز میں خرچ کیا اپنی جوانی کو کس جگہ صرف کیا (یعنی اس جوانی کی قوت د

طاقت کو رضائے الٰہی میں خرچ کیا یا ناراضی میں) اور اپنے مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ (یعنی مال کے کمانے کے ذرائع جائز اختیار کئے یا ناجائز طریقہ سے حاصل کیا مثلاً رشوت سود اور دوسرے ناجائز معاملات۔ اسی طرح جہاں خرچ کیا وہ جائز تھا یا ناجائز تھا۔ اسراف اور بخل کے درمیان تھا یا کسی ایک جانب بڑھا ہوا تھا۔) اور جو کچھ علم حاصل کیا اس پر کیا عمل کیا۔ (علم حاصل کرنا مستقل فریضہ ہے اور جو کچھ حاصل کیا اس پر عمل کرنا مستقل امر ہے لاعلمی سے کسی معصیت میں مبتلا ہونا ایک گناہ ہے۔ اور علم کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا اور گناہ میں مبتلا ہونا اور بھی زیادہ سخت ہے) (مشکوٰۃ) اس لئے جو لوگ اپنی عمروں کو اور اس زندگی کو جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی چیز میں ضائع کر رہے ہیں وہ خود ہی جواب دہی کی فکر کریں۔ اس بارگاہ میں نہ تو کسی کی وکالت اور بیرسٹری کام آنیوالی ہے نہ لسانی اور جھوٹے گواہ کچھ مدد کر سکتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ ان پانچ باتوں کے جواب کی طیاری رکھے۔ بڑی عدالت میں جواب دہی کرنا ہے۔

میرا مقصود تو اسطرف توجہ دلانا ہے کہ ذاتی اور نسبی اوصاف اثر رکھتے ہیں اس لئے حضورؐ نے الائمۃ من قریش ارشاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شب کو مدینہ طیبہ کی پاسبانی فرما رہے تھے۔ پھرتے پھرتے تکان کیوجہ سے ایک دیوار سے سہارا لگا کر تھوڑی دیر کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ایک بڑھیا کی آواز آئی جس نے اپنی لڑکی کو آواز دیکر کہا کہ دودھ میں پانی ملا دے، لڑکی نے عذر کیا کہ امیر المومنین کی طرف سے اس کی ممانعت کا اعلان ہو چکا ہے۔ ماں نے کہا کہ امیر المومنین کیا یہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ لڑکی نے کہا یہ تو بہت ہی ناموزوں ہے کہ سامنے تو امیر کی اطاعت کریں۔ اور پس پردہ نافرمانی یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ نے اس مکان کو ذہن نشین فرما لیا اور صبح ہوتے ہی اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ کی منگنی اس لڑکی سے بھیجدی۔ اسی لڑکی کی اولاد سے حضرت عمر بن عبد العزیز پیدا ہوئے (ازالۃ الخفاء)

ساتویں چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ قوم کی طرف سے علمی مشاغل اور دینی خدمات کیلئے علی العموم کن افراد کو چنا جاتا ہے۔ آپ خاص طور سے دیکھیں گے کہ جس شخص کے کئی بیٹے ہیں ان کو اول خاص طور سے دنیاوی علوم میں لگایا جائیگا۔ اسی کی سعی کیجائیگی۔ انتھک کوشش کیجائیگی۔ جب اس سے مایوسی ہو جائیگی تب وہ دینی مدرسہ کے سپرد کیا جائیگا۔ کیا یہ دین اور علم دین پر سخت ظلم نہیں کیا اللہ کے یہاں اسکا جواب دینا نہیں۔ بہت کم خاندان ایسے ملیں گے۔ جہاں دینی علوم کے حاصل کرنے کو مستقل

حاصل کرنے والے وہی افراد ملیں گے جو اپنے مربیوں کی غربت و افلاس سے دنیوی علوم حاصل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ایسی صورت میں وہ یقیناً ضرورتمند بھی ہونگے وہ سوال کی طرف بھی مضطر ہونگے اور حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو انکا سوال کی طرف مضطر ہونا انکی بے غیرتی نہیں ہے ان لوگوں کی بے غیرتی ہے جو خود ان کی ضروریات کی فکر اپنے ذمہ نہیں سمجھتے جب یہ لوگ انکی دینی ضروریات کا تکفل کرتے ہیں تو کیا شرعاً عقلاً عرفاً ان کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان کو ضروریات بشریہ سے سبکدوش رکھیں یہی وجہ ہے کہ اس دور انحطاط میں عام طور سے جو افراد علوم دینیہ کو حاصل کرتے ہیں اور وہ کسی درجہ میں ذی استعداد ذی فہم ہو جاتے ہیں وہ اس زندگی کو جو دنیاداروں کی نگاہ میں ذلت ہے اکثر خیر باد کہہ کر یا طب پڑھتے ہیں یا پھر کسی ڈگری وغیرہ کی فکر میں لگ کر دنیوی مشاغل ملازمت تجارت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے ان علوم سے جنکو محنت و مشقت سے حاصل کیا تھا بیگانہ ہو جاتے ہیں اول تو ان علوم دینیہ کی طرف آمد ہی کم تھی اور آنے کے بعد بھی پھر معظم حصہ اس سے نکلجاتا ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ الزام کس پر ہے لیکن یہ ضرور کہونگا کہ چند بھائیوں کی جائیداد ہو اور وہ خود ملازم پیشہ ہوں تو اپنے میں سے کسی ایک کو جائداد کے انتظام کے واسطے منت سے سماجت سے لجاجت سے خوشامد سے اسپر راضی کیا جائیگا کہ وہ اپنی ملازمت کو خیر باد کہے اور سب کی جائداد کی خبر گیری کرے اپنی تنخواہ اوس مشترک کھاتے سے نکالے اور اس ایثار پر اوس کا احسان مند ہونا پڑے گا وہ بھی دس نخرے کریگا۔ یہ سب کیوں ہے اسلئے کہ جائداد کی حفاظت کی ضرورت ہے سخت مجبوری ہے وہ ضائع نہ ہو جائے لیکن گھرانے کے چند بھائی نہیں سارے محلہ کے متمول نہیں

پورے گاؤں پورے قصبہ اور تمام شہر کو اسکی ضرورت نہیں کہ وہاں دین سے واقف مسائل سے واقف ضروریات دین کا پورا کرنے والا کوئی شخص ہو یہ کیوں اس لئے کہ دین کی ضرورت نہیں ہے اوسکے ضائع ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے ہر شخص اردو کے چند رسائل دیکھ کر خود عالم بن سکتا ہے اور بنجاتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاد جیسی عظیم الشان اور ضروری چیز میں بھی اسکی رعایت کا حکم فرمایا کہ سب کے سب جہاد میں نہ چلدیں بلکہ علم سیکھنے کیلئے بھی ایک جماعت باقی رہے چنانچہ سورہ توبہ کے اخیر میں فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ الآیۃ میں اسپر تنبیہ فرمائی ہے کہ ہر فرقہ میں ایک فقہاء کی جماعت رہنا چاہیئے۔

آٹھویں چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر شخص کا مقابلہ علم کے بعد اوسکی حیثیت سے ہو سکتا ہے یہ ظلم محض ہے کہ ایک جانب دین یا دنیا کے اعتبار سے اعلیٰ طبقہ لے لیا جائے اور دوسری جانب ادنیٰ طبقہ شمار کیا جائے۔ ہر شخص کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر یہ علم کے ساتھ متصف نہ ہوتا تو اپنے ماحول کے اعتبار سے یا اپنی حیثیت کے اعتبار سے کن اخلاق واوصاف اور کن مشاغل کا اختیار کرنے والا ہوتا اسکے بعد اب غور کیا جائے کہ علم نے کتنی اصلاح کی ہے مثال کے طور پر میں نے یہ چند امور ذکر کئے ہیں غور سے اور بھی بہت سے امور کا اس میں اضافہ ہو سکتا ہے میں نے تو جو کچھ لکھا ہے وہ بھی بمجبوری لکھا ہے ؎

کہنا پڑا مجھے پئے الزام پند گو ⁂ وہ ماجرا جو قابل شرح و بیاں نہیں

اس سب کے بعد مجھے اس چیز سے بھی انکار نہیں ہے کہ علماء سوء اور علمائے حق دو مستقل علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں علماء سوء کے متعلق احادیث میں بڑی سخت سے سخت

وعیدیں وارد ہوئی ہیں جہنم میں سب سے پہلے جانے والے طبقہ میں بھی اُن کو شمار کیا ہے خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا بھی انکو بتایا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم اسلئے حاصل کرتا ہے کہ اوس سے دنیا کمائے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا (ترغیب) حضور کا ارشاد ہے کہ جو علم اسلئے حاصل کرے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرے وہ جہنم میں داخل کیا جائیگا (ترغیب) حضور کا ارشاد ہے کہ بدترین لوگوں کے بدترین علما ہیں (ترغیب) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ علم ہے جو صرف زبان پر ہو (دل میں اوسکا کچھ بھی اثر نہ ہو) وہ اللہ کی حجت ہے مخلوق پر (کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی حجت تمام فرمادی) اور ایک علم وہ ہے جو دل میں ہو وہی علم نافع ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اخیر زمانہ میں عابد لوگ (یعنی صوفی) جاہل ہونگے اور عالم فاسق۔ حضور کا ارشاد ہے کہ علم اسلئے نہ سیکھو کہ علما کا اوس سے مقابلہ کرو اور بے وقوفوں سے اوسکے ذریعہ سے جھگڑو اور لوگوں کو اوسکی وجہ سے اپنی طرف متوجہ کرو جو شخص ایسا کریگا وہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ میں اس امت پر سب سے زیادہ خائف منافق عالم سے ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ منافق عالم کیسا ہوتا ہے ارشاد فرمایا کہ زبان کا عالم اور دل کا جاہل۔ حضرت حسن فرماتے ہیں تو ایسا نہ بن کہ علما کے علم کا حال ہو کر اور حکما کی (تحقیقات نادرہ) کا واقف ہو کر بے وقوفوں کے سے عمل کرنے لگے۔ ابراہیم بن عینیۃ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ نادم کون شخص ہے اُنھوں نے فرمایا کہ دنیا میں شرمندہ وہ ہے جو احسان فراموش کے ساتھ احسان کرے اور موت کے وقت شرمندہ وہ عالم ہے جو حد سے بڑھ جائے۔ حضرت حسن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ علما کا عذاب دل کی موت

ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ آخرت کے عمل سے دنیا کمانے لگے۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ علم وحکمت سے جب دنیا کمائی جاتی ہے تو اونکی رونق جاتی رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو تو اپنے دین کے بارہ میں اوسکو متہم سمجھو اسلئے کہ ہر چیز کا محبت کرنے والا اوسی میں گھل مل جاتا ہے جس سے اوسکو محبت ہوتی ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے پہلی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں جب کوئی عالم دنیا سے محبت کرنے لگتا ہے تو کم سے کم معاملہ میں اوسکی ساتھ یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی حلاوت اوسکے دل سے نکالدیتا ہوں (احیاء) یہ سب ارشادات اور ان جیسے بہت سے فرامین یقیناً علماء سوکے بارے میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں لیکن یہ بات کہ فلاں شخص یا فلاں جماعت علمائے حق میں ہے اور فلاں شخص اور فلاں جماعت علماء سو میں ہے اپنے اختیار میں نہیں ہے یہ بھی شریعت ہی کی میزان سے معلوم ہوسکتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ جو شخص ہماری رائے کے موافق کہے وہ علمائے حق سے ہے اور جوں ہی وہ کوئی بات ہماری رائے کے خلاف کہدے وہ فوراً علمائے سوء کی فہرست میں داخل ہوکر گردن زدنی بنجائے. کل تک ہماری رائے فلاں سیاسی جماعت کے موافق تھی لہذا جتنے علما اوسکے موافق تھے وہ سب علمائے حق تھے اور آج ہماری رائے اوسکے خلاف ہوگئی تو جتنے علماء اوس پہلے خیال پر باقی ہیں آج سے سب علمائے سوء کی کالی فہرست میں داخل ہوگئے۔ علمائے حق اور علمائے سوء ہونے کا دارومدار صرف قرآن وحدیث کے موافق علم وعمل پر ہے اور بس۔ لیکن ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اپنی فہم نارسا اور جذبات یا کفار کے زیر اثر ایک مسئلہ خود ہی گھڑ لیتے ہیں اوسکے بعد جو شخص اوس کے

موافق ہے وہ بڑا علامہ ہے واقف اسرار ملّت ہے رموز شریعت کا ماہر ہے خواہ وہ کتنا ہی جاہل اور بے علم ہو قرآن وحدیث سے ذرا بھی مس نہ ہو اور جو اکابر ہماری اس رائے کے خلاف ہیں خواہ وہ کتنے ہی علوم کے ماہر ہوں حقیقۃً رموز شریعت کے ماہر ہوں اور صحیح معنے میں واقف اسرار ملّت ہوں لیکن ہم لوگ ہر برے سے برے لفظ کی ساتھ ان کا مضحکہ اڑانے کیلئے اُن کو ذلیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ سلف صالحین نے صوفیہ کرام کو بھی اسکی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی قلبی معرفت سے اپنے باطنی علوم کی روشنی سے کوئی ایسی بات اختیار کرلیں جو علمائے ظاہر کے خلاف ہو۔ اہل فن کے اقوال اونکی کتابیں اس مضمون سے لبریز ہیں۔

حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں جو مولانا امان اللہ فقیہ کے نام تحریر فرمایا ہے کہ سالک کیلئے سب سے اول وہ اعتقاد ضروری ہے جس کو علمائے اہل سنت والجماعت نے قرآن وحدیث اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے نیز قرآن وحدیث کا ان معانی پر حمل کرنا بھی ضروری ہے جو علمائے حق نے کتاب وسنت سے سمجھے ہیں اگر بالفرض اوسکے خلاف کوئی معنے کشف یا الہام سے ظاہر ہوں اونکا ہرگز اعتبار نہیں اور ایسے معنے سے پناہ مانگنا چاہئے اور اللہ جل جلالہٗ سے دعا کرنا چاہیئے کہ اس گرداب سے نکال کر علمائے حق کی صائب رائے کے موافق امور کو ظاہر فرمادے انکی رائے کے خلاف کوئی چیز بھی زبان سے ظاہر نہ کرے اور اپنے کشف کو ان معانی کے موافق بنانے کی کوشش کرے جو ان حضرات نے سمجھے ہیں اسلئے کہ جو معانی ان حضرات کے سمجھے ہوئے معنی کے خلاف دل میں آئیں وہ ہرگز بھی قابل اعتبار نہیں بالکل ساقط ہیں کیونکہ ہر گمراہ

شخص اپنے معتقدات کو قرآن وحدیث ہی سے ثابت کرنا چاہتا ہے۔ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا اور یہ بات کہ ان حضرات ہی کے سمجھے ہوئے معانی صحیح ہیں اسلئے ہے کہ ان حضرات نے ان معانی کو صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے آثار سے سمجھا ہے اور ہدایت کے ستاروں کے انوار سے اخذ کیا ہے۔ لہذا نجات ابدی ان کے ساتھ مخصوص ہے اور دائمی فلاح ان کا ہی حصہ ہے۔ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی فلاح یافتہ ہے) اور اگر بعض علما باوجود صحیح العقیدہ ہونے کے مسائل میں کچھ سستی کرتے ہیں یا اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں اور تقصیرات کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس وجہ سے مطلقاً علما کی جماعت پر انکار کرنا یا سب کو مطعون کرنا کمال بے انصافی ہے بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے اسلئے کہ ضروریات دین کے بتانے والے یہی لوگ ہیں اور یہی حق ناحق کو پرکھنے والے ہیں۔

لَوْلَا نُورُ هِدَايَتِهِمْ لَمَا اهْتَدَيْنَا وَلَوْلَا تَمْيِيزُهُمُ الصَّوَابَ عَنِ الْخَطَاءِ لَغَوَيْنَا وَهُمُ الَّذِينَ بَذَلُوا جُهْدَهُمْ فِي إِعْلَاءِ كَلِمَةِ الدِّينِ الْقَوِيمِ وَاسْلَكُوا طَوَائِفَ كَثِيرَةً مِنَ النَّاسِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ فَمَنْ تَابَعَهُمْ نَجَى وَافْلَحَ وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَاَضَلَّ (دفتر اول حصہ پنجم مکتوب صـ۲۸۶)	اگر ان لوگوں کی ہدایت کا نور نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت یافتہ نہ ہوتے اور ان لوگوں کا غلط اور صحیح کو ممتاز کر دینا نہ ہوتا تو ہم گمراہ ہوجاتے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کوشش کو دین متین کے بلند کرنے میں خرچ کیا اور بہت سی جماعتوں کو صراط مستقیم پر چلایا پس جو شخص انکا اتباع کریگا کامیاب ہوگا۔ اور نجات پائیگا اور جو

انکی مخالفت کریگا وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

دوسری جگہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاعْلَمْ اَنَّ کَلَامَهُمْ اِنْ لَمْ یَکُنْ مُطَابِقًا بِاَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ فَلَا اعْتِبَارَ لَہٗ اَصْلًا فَکَیْفَ یَصْلُحُ لِلْحُجَّۃِ وَالتَّقْلِیْدِ وَاِنَّمَا الصَّالِحُ لِلْحُجَّۃِ وَالتَّقْلِیْدِ اَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ فَمَا وَافَقَ اَقْوَالَھُمْ مِنْ کَلَامِ الصُّوْفِیَۃِ یُقْبَلُ وَمَا خَالَفَھُمْ لَا یُقْبَلُ

(مکتوبات دفتر اول حصہ پنجم ص ۲۸۹)

اس بات کو جان لے کہ صوفیہ کا کلام اگر شریعت کے احکام کے موافق نہیں ہے تو اوس کا کچھ بھی اعتبار نہیں وہ دلیل اور قابل تقلید کیسے ہو سکتا ہے دلیل اور تقلید کے قابل صرف علمائے سنت کے اقوال ہیں صوفیہ کے اقوال میں سے جو قول علما کے اقوال کے موافق ہوگا وہ معتبر ہوگا جو اوس کے خلاف ہوگا وہ غیر مقبول ہے۔

جب اکابر صوفیہ کا یہ حال ہے کہ جن کے قلوب حقیقۃً روشن ہیں اللہ جل جلالہٗ کی عظمت اور دین کا احترام دینیات کی وقعت اور احکام شرعیہ پر مر مٹنا انکی جان ہے جب ان کے اقوال بھی علما کی موافقت کے بغیر نا قابل احتجاج نا قابل تقلید نا قابل بیان ہیں تو پھر ان لوگوں کے اقوال و افعال کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جنہیں نہ دین کی خبر ہے نہ قرآن پاک اور احادیث اور اقوال سلف کی ہوا لگی ہے۔ کلام اللہ شریف کا ترجمہ دیکھا اور ایک مطلب سمجھ لیا اوسکے بعد پھر وہ مستقل مجتہد ہیں اور اوس کے خلاف کوئی عالم بلکہ سارے علما مل کر بھی جو کہیں وہ سب لغو و بیکار ہے حالانکہ قرآن و حدیث کا مطلب وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرما گئے اور عمل کر کے بتا گئے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ

عَلَيْنَا الْآيَة (سورہ سجدہ رکوع ۵) بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں بھلا جو شخص آگ میں ڈالدیا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن وامان کے ساتھ آئے۔ تم جو چاہے اعمال کرو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ در منثور میں متعدد صحابہ اور تابعین سے الحاد کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ قرآن پاک کی آیات کو کسی دوسرے محل پر محمول کیا جائے۔ سیکڑوں احادیث میں سلف کے اتباع کا حکم ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رض قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ

ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (صبح کی) نماز ہم کو پڑھائی اوسکے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر وعظ فرمایا جو ایسا بلیغ تھا کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل خوف سے لرزنے لگے۔ کسی صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو ایسا وعظ ہے گویا الوداعی (اور آخری وعظ) ہو۔ پس ہم کو کوئی وصیت فرما دیجئے۔ (یعنی کوئی ایسی پختہ بات فرما دیجئے جس کو مضبوط پکڑے رکھیں) ارشاد فرمایا میں تم کو اسکی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقوی کرتے رہنا اور امیر کی اطاعت خواہ وہ حبشی غلام ہی کیون نہ ہو۔ میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا۔ پس میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے

وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجة كذا فی المشكوٰة

جوکہ ہدایت یافتہ ہیں طریقہ کو مضبوط پکڑے رہنا اوسی کا اتباع کرنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا نئی نئی باتوں سے احتراز رکھنا کہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک نہایت اہم خط سنت کے اہتمام اور صحابہ کرامؓ کے اتباع کے بارے میں لکھا ہے جو ابوداؤد شریف میں مذکور ہے اوسکا ہر ہر حرف قیمتی ہے اوس میں تحریر فرماتے ہیں فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مُقْصِرٍ وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ وَقَدْ قَصَّرَ دُونَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ ان کے اتباع میں کوتاہی کرنا تقصیر ہے اور اس سے آگے بڑھنا نکان ہے۔ ایک جماعت نے اوس سے کوتاہی کی تو ظلم کیا اور دوسرے اوس سے آگے بڑھ گئی انہوں نے غلو کیا صحابہ کرام اسی افراط و تفریط کے درمیان میں سیدھے راستہ پر ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپکے بعد آپکے خلفا نے جو طریقے جاری کئے ہیں اونکو اہتمام سے پکڑنا ہی اللہ کی کتاب کی تصدیق اور اوسکی اطاعت ہے اور دین کی قوت ہے نہ کسی کو انکی تبدیلی کا حق ہے نہ تغیر کا نہ انکے مخالف کی رائے قابل غور ہے جو انکا اتباع کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان چیزوں سے مدد حاصل کرے وہ منصور ہے جو ان کے خلاف کرے اور مومنین کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے اللہ جل شانہٗ اوسکو اپنے اختیار کردہ راستہ پر عمل کرنے دینگے اور جہنم میں پھینک دینگے جو نہایت ہی برا ٹھکانا ہے (شفا) حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے کہ ہم لوگ ان اسلاف کے قدم بقدم چلتے

رہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

اس ساری تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ علمائے حق کا اتباع اور احترام نہایت ضروری اور نہایت اہم ہے انکا احترام نہ کرنا اپنی بربادی ہے اپنی ہلاکت ہے انکی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سمجھ کا قصور ہے ہاں انکی بات محقق طور پر شرع کے خلاف ہو تو اوس بات کا لینا جائز نہیں ہے مگر اسکی وجہ سے ان سے دوری اپنے بقیہ امور دینیہ کا نقصان ہے جیسا کہ میں خط کے شروع میں حضرت معاذؓ کی وصیت سے لکھ چکا ہوں۔

اسکے بالمقابل علمائے سوء کی بات ناقابل التفات ہے ناقابل عمل ہے وہ قابل احتراز ہیں قابل دوری ہیں البتہ اگر کوئی بات انکی شریعت کے موافق ہو تو وہ قابل عمل ہے اور ضرور لی جائے لیکن اس کا پہچاننا کہ یہ بات شریعت کے موافق ہے اور یہ شریعت کے خلاف ہے خود شریعت سے واقفیت پر موقوف ہے محض اپنی رائے سے نہ کسی بات کو شریعت کے موافق کہا جاسکتا ہے نہ شریعت کے خلاف جیسا کہ کسی غیر شرعی چیز کو شریعت بنا لینا گناہ ہے اور قابل رد ہے اسی طرح کسی شریعت کی بات کو رد کر دینا بھی سخت معصیت ہے اور جس چیز میں اشتباہ پیدا ہو اوس میں احتیاط کی جانب عمل کرنا چاہیے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنکو بہت سے آدمی نہیں جانتے پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچا اوس نے اپنے دین کو اور آبرو کو (عیب سے) پاک صاف

وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ	رکھا اور جو شبہ کی چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا
كَالرَّاعِي يَرْعىٰ حَوْلَ الْحِمىٰ يُوْشِكُ اَنْ	ہوجائیگا جیسا کہ وہ چرواہا کہ باڑہ (علاقہ ممنوعہ) کے
يَرْتَعَ فِيهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمىً	قریب اپنے جانوروں کو چرائے قریب ہے کہ جانور باڑہ
اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ اَلَا وَاِنَّ	کے اندر بھی چرنے لگیں گے خبردار ہو کہ ہر بادشاہ کیلئے
فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا اَصْلَحَتْ صَلَحَ	ایک باڑہ (یعنی ممنوعہ علاقہ) ہوتا ہے اللہ کا ممنوع
الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا اَفْسَدَتْ فَسَدَ	علاقہ اوسکی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں خبردار ہو کہ بدن میں
الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ كَذَا	ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست رہتا ہے تو سارا بدن
فِي الْمِشْكوٰةِ بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ	درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن

خراب ہوجاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے۔ ایک دوسری حدیث میں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حضور کا ارشاد ہے کہ امور تین طرح کے ہوتے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَمْرُ ثَلٰثَةٌ	ہیں ایک وہ امر ہے جس کا حق ہونا کھلا ہوا ہو اوس
اَمْرٌ بَيِّنٌ رُشْدُهٗ فَاتَّبِعْهُ وَاَمْرٌ	کا اتباع کرو ایک وہ امر ہے جسکی گمراہی واضح ہو
بَيِّنٌ غَيُّهٗ فَاجْتَنِبْهُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ	اوس سے پرہیز کرو ایک وہ امر ہے جس مین
فِيهِ فَكِلْهُ اِلَى اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ	اختلاف ہو (اور حق ناحق واضح نہ ہو) اوسکو
كَذَا فِي الْمِشْكوٰةِ	اللہ کے سپرد کرو۔

اللہ کے سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے بے دلیل کوئی حکم نہ لگاؤ
یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ مذہب اسلام نقلی مذہب ہے
اسکی ہر بات کیلئے اور ہر مسئلہ کیلئے نقل کی ضرورت ہے اللہ جل جلالہٗ اور اوس
کے سچے رسول نے کوئی دین کا جز ایسا نہیں چھوڑا جسکے باب میں اصولی یا

فرعی کوئی حتمی اور قطعی فیصلہ نفرمادیا ہو اسلئے ہر بات میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور عمل اور اسی طرح صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال بغیر چارہ کار نہیں ہے اسی وجہ سے علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے کہ بغیر علم کے دین کے احکام کا پتہ نہیں چل سکتا اسلئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی دینی ضروریات سے خود واقف بنے اور اگر یہ نہ ہو سکتا ہو تو دوسرے درجہ میں لامحالہ کسی عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ نہایت بے فکری سے کہدیتے ہیں کہ آجکل علما ایسے ہی ہیں اور چناں و چنیں ہیں ہم علما کی مانتے ہی نہیں وہ اپنے کو زیادہ مشکلات میں پھنسا رہے ہیں کہ اگر واقعی ان کو علما پر اعتماد نہیں ہے تو ان کو اس بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے کہ دین کا علم خود سیکھیں تاکہ شریعت کے موافق احکام پر عمل کر سکیں۔ اللہ جل شانہ کے یہاں اس کی کوئی پوچھ نہ ہوگی کہ دنیوی وجاہت کیلئے اتنی اتنی ڈگریاں حاصل کی تھیں یا بنک میں جمع کرنے کیلئے اتنا اتنا مال کمایا تھا وہاں جس قدر وقعت اور پوچھ ہے وہ صرف دین کی ہے اور اسی کے لئے ہماری پیدائش ہے قرآن پاک کا قطعی فیصلہ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيْدُ أَنْ يُطْعِمُوْنِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ	میں نے جن اور انسان کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں نہ میرا مقصود انسے یہ ہے کہ وہ (مخلوق کو) روزی دیا کریں نہ یہ کہ وہ مجھے کھلایا کریں اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہونچانے والے ہیں اور قوت والے نہایت قوت
(سورہ حجرات رکوع ۳)	
والے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے	
وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ	اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا

عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

(سورہ طٰہٰ رکوع ۸)

اہتمام کرتے رہئے ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے روزی تو ہم دینگے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

میں روپیہ جمع کرنے یا کمانے کو نہیں روکتا میرا مقصود یہ ہے کہ ہم لوگونکی پیدائش صرف دین کیلئے ہے اللہ کی عبادت کیلئے ہے اوسکی فرمانبرداری اور اطاعت کیلئے ہے اوسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ ہماری کم ظرفی ناصبری کی وجہ سے ہے اور غیر مقصود ہے اسلئے مقصود اور غیر مقصود میں فرق ہونا تو ضرور چاہیئے نہ یہ کہ آجکل کے رواج کے موافق ڈاڑھی سے مونچھ بڑھ جائے اسلئے میں تم کو ایک خاص وصیت اور نصیحت کرتا ہوں کہ جب رات کو سب مشاغل سے نمٹ کر سونے لیٹا کرو تو تھوڑی دیر یہ غور کر لیا کرو کہ آج کے تمام دن میں کتنا وقت عبادت اور دین میں خرچ کیا جو اصل مقصود تھا اور کتنا وقت دنیا کے لغو دھندوں میں خرچ کیا اور پھر دونوں وقتوں کا موازنہ کیا کرو کہ دونوں میں کیا نسبت ہے اگر دینی مشاغل کا وقت دنیوی مشاغل سے بڑھے نہیں تو کم از کم برابر تو ہونا چاہیئے۔ اور جب دین اصلی غرض اصلی مقصد ہے تو اوسکی جتنی ضروریات ہونگی وہ مقصود ہی کے حکم میں ہونگی۔ فقہانے تصریح کی ہے کہ ہر شخص پر جتنے علم کا وہ اپنے دین کے تحفظ میں محتاج ہے اتنا سیکھنا فرض ہے (درمختار)

علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ منجملہ اسلام کے فرائض کے علم کی اوس مقدار کا سیکھنا بھی فرض ہے جس کا وہ اپنے دین کی حفاظت اور بقاء میں محتاج ہے لہٰذا ہر مکلّف پر اصول دین کے سیکھنے کے بعد وضو غسل نماز روزہ کے احکام سیکھنا

فرض ہے اور جو مالدار ہو اوسکو زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے اور جسکے پاس
کچھ مال زیادہ ہو اوسکو حج کے احکام کا سیکھنا بھی ضروری ہے اور جو تجارتی مشغلہ رکھتا
ہو اوسکو بیع و شرا کے مسائل کا سیکھنا بھی ضروری ہے اسی طرح سے ہر وہ شخص جو کسی
پیشہ کو اختیار کیئے ہوئے ہو اوس پیشہ کے مسائل کا سیکھنا اوسپر ضروری ہے۔
تبیین المحارم میں لکھا ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آدمی کیلئے اسلام کے
پانچوں ارکان کا سیکھنا ضروری ہے اور اخلاص کا سیکھنا بھی ضروری ہے کہ اعمال
کی صحت اوسپر موقوف ہے اور حلال و حرام کا جاننا بھی ضروری ہے اور ریا کاری کی
حقیقت کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے اسلئے کہ آدمی ریا کاری کی وجہ سے اپنے اعمال
کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے نیز حسد اور خود بینی کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔
اسلئے کہ یہ دونوں چیزیں نیک اعمال کو اس طرح کھا لیتی ہیں جیسا آگ ایندھن کو
کھاتی ہے اور خرید و فروخت نکاح و طلاق کے مسائل کا جاننا بھی اوس شخص کیلئے
ضروری ہے جس کو ان چیزوں سے سابقہ پڑتا ہو نیز ایسے الفاظ کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے
جنکا استعمال حرام ہے یا کفر تک پہونچا دینے والا ہے اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس
زمانہ میں اس چیز کا سیکھنا بہت ہی مہتم بالشان ہے اسلئے کہ عوام کفریہ الفاظ زبان
سے نکالدیتے ہیں اور ان کو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا کہدیا (شامی) اور جب ان
سب چیزوں کو معلوم کرنا اور سیکھنا ضروری ہے تو اسکے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ یا
آدمی ان سب کو خود حاصل کرے کہ یہ اصل ہے لیکن اگر یہ حاصل نہ ہو سکتا ہو تو پھر
کسی معتبر اور معتمد دیندار عالم کا دامن پکڑے اور ہر بات میں اوسکے مشورہ کو اوسکی
رائے کو اصل قرار دیکر اوس کا اتباع کرے اور جو شخص دونوں باتوں میں سے کوئی چیز

اختیار نہ کریگا اوسکا جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے کہ قوانین سے جہل کسی جگہ بھی عذر نہیں تو قانون شریعت سے جہل کیا معتبر ہو سکتا ہے اور بغیر علم کے رائے زانی گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ علم کو اس طرح نہیں اُٹھائینگے کہ سینوں سے کھینچ لیں بلکہ علم اس طرح اُٹھیگا کہ علما کا انتقال ہوتا رہیگا (اور دوسرے لوگ علم حاصل نہ کرینگے) جب علما نہ رہینگے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے وہ بغیر علم کے فتاوے جاری کرینگے جن سے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسرونکو بھی گمراہ کرینگے۔

اور یہ حقیقت واضح ہے کہ کوئی بھی کام بغیر سیکھے نہیں آتا اور علم کے متعلق تو متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے (انما العلم بالتعلم) کہ علم سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے مجھے بھی اسکی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

جواب نمبر ۷ - میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ میرا تو خیال ہے کہ علماء کا اختلاف اللہ کی بڑی رحمت ہے تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تو حدیث کے اسباق میں بھی اپنے اس خیال کا متعدد بار اظہار کیا کہ جس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ملجاتا ہے مجھے اوس میں بڑی سہولت معلوم ہوتی ہے کہ فی الجملہ عمل کی کچھ گنجائش مل گئی جو حسب قواعد شرعیہ اپنی جگہ پر ثابت ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف نہیں ملتا حق اوسی میں منحصر ہو گیا اسلئے کہ امت محمدیہ کا اجتماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ علمائے امت نے اس خیر الامم کی خصوصیات

میں اس چیز کو شمار کیا ہے کہ گمراہی پر اس کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ جس چیز پر بھی علمائے امت کا اجماع ہو گا وہ اللہ کے نزدیک بھی ایسی ہی ہو گی۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ و سلم سے یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میری امت کا اجتماع ضلالت (گمراہی) پر نہیں ہو سکتا۔ متعدد صحابہ نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے اسکے علاوہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ سے یہ دعا کی کہ میری اُمت کا ضلالت پر اجتماع نہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو قبول فرمالیا۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے تم کو تین چیزوں سے محفوظ فرما دیا منجملہ ان کے یہ ہے کہ تمہارا اجتماع گمراہی پر نہیں ہو گا۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ یہ اجتماع عام ہے کہ اقوال میں ہو یا افعال میں یا اعتقاد میں امور شرعیہ میں ہو یا لغویہ میں اھ ایسی حالت میں تم ہی سوچو کہ جو روشن خیال اپنی روشن خیالی میں کوئی ایسی بات شریعت میں پیدا کر دیتے ہیں جو اسلاف میں کسی کا قول بھی نہ ہو بلکہ ان سب کا اجتماع اوسکے خلاف پر ہو چکا ہو وہ سراسر گمراہی نہیں تو اور کیا ہے اسکے بالمقابل جس امر میں اہل حق کا اختلاف رہ چکا ہو اوس میں فی الجملہ وسعت و سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز جنکا لقب عمر ثانی ہے اور ان کی خلافت خلافت راشدہ کے گویا برابر سمجھی جاتی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ مَا سَرَّنِیْ لَوْ اَنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْتَلِفُوْا لِاَنَّهُمْ لَوْ لَمْ یَخْتَلِفُوْا لَمْ تَکُنْ رُخْصَةً (مجھے اس بات سے مسرت نہ ہوتی کہ حضور کے صحابہ میں اختلاف نہ ہوتا اسلئے کہ ان میں اگر اختلاف نہ ہوتا تو گنجایش

نہ رہتی (زرقانی علی المواہب) دارمی نے بھی اس قسم کا مقولہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا نقل کیا ہے اور اوسکے بعد لکھا ہے کہ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی سلطنت میں یہ احکام بھیجدئے کہ ہر قوم اوسکے موافق عمل کرے جو وہاں کے علما کا فتویٰ ہو۔ عون بن عبد اللہ تابعی جو بڑے قراء اور بڑے عابدین میں ہیں کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ حضرات صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہو اسلئے کہ اگر وہ حضرات کسی چیز پہ مجتمع ہوں اور پھر کوئی شخص اوسکے خلاف کرے تو وہ تارک سنت ہے اور اگر ان میں اختلاف ہو پھر کوئی شخص ان کے اقوال میں سے کسی پر عمل کرے تو وہ حدود سنت سے نہیں نکلتا (دارمی) عبد اللہ بن مبارک رح جو جلیل القدر امام ہیں کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں نہ صحابہ کے اجماعی قول کے مقابلہ میں ہاں جس چیز میں صحابہ میں اختلاف ہے اوس میں ہم اوس چیز کو اختیار کرینگے جو قرآن وحدیث کے زیادہ قریب ہوگی۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں جائیں گے (مقدمہ اوجز) درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ مجتہدین کا اختلاف رحمت ہے اور جتنا بھی اختلاف زیادہ ہوگا رحمت زیادہ ہوگی۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ علما کا اختلاف کب نہیں ہوا کونسا دور کونسا وقت ابتداء اسلام بلکہ ابتدائے عالم سے ایسا گذرا ہے جس میں علما کا اور اہل حق کا اختلاف نہیں ہوا۔ خود حق جل وعلانے سارے ہی انبیا پر کیا ایک ہی دین اُتارا۔ اصول دین میں اتحاد رہا اور فروع میں ہمیشہ اختلاف رہا۔ کیا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام کے متعدد فیصلوں میں اختلاف نہیں ہوا اور باوجود اس اختلاف کے حق تعالیٰ شانہٗ نے دونوں کی مدح نہیں فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (سورہ انبیاء رکوع ۶) (ہم نے اوس کھیت والے مقدمہ کو جس کا اوپر سے ذکر ہو رہا ہے) سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور دونوں کو (حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو) حکمت اور علم عطا فرمایا تھا (یعنی داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بھی خلاف شرع نہ تھا بیان القرآن) اسکے علاوہ سنو۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک سختی کا حکم کرتے ہیں دوسرے نرمی کا اور دونوں صواب پر ہیں ایک جبرئیل علیہ السلام دوسرے میکائیل علیہ السّلام اور دو نبی ہیں ایک نرمی کا حکم کرتے ہیں دوسرے سختی کا اور دونوں صواب پر ہیں ایک ابراہیم علیہ السلام دوسرے نوح علیہ السلام اور میرے دو ساتھی ہیں ایک نرمی کا حکم کرتے ہیں اور دوسرے سختی کا (کذا فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی وابن عساکر عن ام سلمۃ ورقم لہ بالضعف لکن قال العزیزی باسناد صحیح تشرف) ایک حضرت ابو بکرؓ دوسرے حضرت عمرؓ اس کلیہ کے تحت میں علمائے امت اور صوفیۂ ملت نیز ہر دور کے اکابر کا بیشتر واکثر امور میں اختلاف رہا ہے کہ طبیعت کے اختلاف کی وجہ سے بہت سے امور میں ایک عالم باعمل محقق کی رائے سختی کی طرف مائل ہوئی اوس نے بہت سے امور میں سخت گیری کو ضروری سمجھا دوسرے نے نرمی کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اختلاف اسی شدت و نرمی کے رنگ کا اثر تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے قیدی لائے گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ آپ کی قوم ہیں آپ کے قرابت دار ہیں ان کو زندہ چھوڑ دیجئے کیا بعید ہے کہ یہ توبہ کر لیں اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا آپ کو

مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا انکی گردنیں اُڑا دیجئے۔ لوگوں میں اختلاف تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل ہوگا یا حضرت عمرؓ کی حضور نے سکوت فرمایا اندر تشریف لیگئے پھر باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ بعض لوگوں کے دل نرم فرما دیتے ہیں حتیٰ کہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو سخت فرماتے ہیں حتیٰ کہ پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں ابوبکر تمہاری مثال حضرت ابراہیمؑ جیسی ہے جنہوں نے فرمایا۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پ ابراہیم ع ۶) جو میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور اسکی مغفرت کا وعدہ ہے) اور جو میرا کہنا نہ مانے تو آپ بڑی مغفرت والے اور بڑی رحمت والے ہیں۔ اور تمہاری مثال (اے ابوبکر) حضرت عیسیٰ جیسی ہے جنہوں نے فرمایا اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (پ مائدہ ع ۱۶) اگر آپ ان کو سزا دیں (جب بھی آپ مختار ہیں کیونکہ) یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ مالک ہیں اور مالک کو حق ہے کہ بندے کو ان کے جرائم پر سزا دے) اور اگر آپ معاف فرمادیں (تب بھی مختار ہیں کہ) آپ قدرت والے حکمت والے ہیں۔ اور عمرؓ تمہاری مثال حضرت نوحؑ جیسی ہے جنہوں نے فرمایا۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا (سورہ نوح رکوع ۲) اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ (کیونکہ اگر آپ ان کو چھوڑ دینگے تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے) اور عمرؓ تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ (سورہ یونس رکوع ۹) اے ہمارے پروردگار ان کے مالوں کو نیست نابود (اور ملیا میٹ) کر دیجئے اور

ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کردیجئے (جس سے ہلاکت کے جلد مستحق ہوجائیں) پس وہ ایمان نہ لاویں (بلکہ اپنے کفر میں بڑھتے رہیں) یہاں تک کہ دکھ دینے والے عذاب کو دیکھیں (در بروایۃ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ وغیرہما) اسی طرح حضرات شیخین رضؓ میں اور بھی امور میں اختلاف ہوا مانعین زکوٰۃ سے قتال میں اختلاف ہوا اور پھر قتال کے بعد ان لوگوں کے اموال کو غنیمت اور اہل وعیال کو باندی اور غلام بنانے میں اختلاف ہوا. اسامہؓ کے لشکر کو بھیجنے میں اختلاف ہوا. حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی میں اختلاف ہوا بالآخر حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانہ میں باوجود حضرت عمرؓ کے اصرار کے معزول نہ کیا اور حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی معزول کردیا. جمع قرآن پر اختلاف ہوا. دادے کی میراث میں اختلاف ہوا. اوس چور کے بارے میں اختلاف ہوا جو تیسری مرتبہ چوری کرے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بایاں ہاتھ کاٹا حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں بایاں ہاتھ کاٹنے سے انکار کردیا. ام ولد کی بیع حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک جائز ہے حضرت عمرؓ کے نزدیک ناجائز ہے. غرض بیسیوں مسائل فقہی اور سیاسی ایسے ہیں جن میں ان جلیل القدر خلفاء اور امت کے سرداروں میں اختلاف تھا تفاصیل کیلئے بڑے دفتر کی ضرورت ہے ایک خط میں سب کا ذکر مشکل ہے. اسی طرح اور حضرات صحابہ کرامؓ میں بھی بہت سے مسائل میں مشہور ومعروف اختلافات ہیں. ابوجعفر منصور نے حضرت امام مالکؒ سے درخواست کی کہ ایک کتاب ایسی تصنیف کردیجئے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی سختیاں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سی سہولتیں نہ ہوں (مقدمہ اوجز) جس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین رضؓ کی طرح ان دونوں حضرات میں سختی اور نرمی کے اعتبار سے کلی اختلاف تھا. بالجملہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں بہت کثرت سے مسائل میں اختلاف رہا
ترمذی شریف پڑھنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں تمہیں معلوم ہے کہ اغلام
کی سزا حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک یہ ہے کہ اوسکو آگ میں جلادیا جائے۔ حضرت ابن
عباسؓ کے نزدیک اوس آبادی میں جو سب سے اونچا مکان ہو اوپر سے اوندھے
منہ گرایا جائے اور بہت سے صحابہ کے نزدیک قتل کردیا جائے۔
شرمگاہ کے چھونے سے حضرت عمرؓ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت علی
اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ سمندر کے پانی سے وضو کرنا
جمہور صحابہ کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک مکروہ ہے۔
جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال کرنا جمہور صحابہ کے نزدیک مستحب ہے۔ حضرت
ابوہریرۃؓ کے نزدیک واجب ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک
زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہؓ اس کا سختی سے
انکار کرتی ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرۃؓ
میں اختلاف تھا کہ رمضان کے روزوں کی قضا کا لگاتار رکھنا ضروری ہے یا الگ
الگ رکھنا بھی جائز ہے۔ ایک بڑی جماعت کا صحابہ کرام میں سے مذہب یہ تھا کہ
آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں حضرت انس ابوہریرۃ
عبداللہ بن عمر حضرت عایشہ وغیرہ بھی ہیں۔ لیکن خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ کا
مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذہب ہے کہ
تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مذہب
ہے کہ پہنچوں تک کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انس کا مذہب ہے

کہ نمازی کے سامنے کو گدہا گذر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عثمان حضرت علی وغیرہ حضرات کا مذہب ہے کہ نہیں ٹوٹتی۔ اگر صرف دو مقتدی ہوں تو صحابہ کے نزدیک امام کو آگے کھڑا ہونا چاہئیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب ہے کہ ان دونوں کے درمیان میں کھڑا ہونا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ میں بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ حسن بصریؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت ابن عمر وتر کی تین رکعتوں کے درمیاں سلام پھیرتے ہیں (یعنی دو رکعت علیحدہ اور ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں) اُنھوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ تینوں رکعتوں کو ملا کر پڑھتے تھے اور وہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ تھے (حاشیہ بخاری) غرض سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسئلے فقہی اور بیاسی ایسے ہیں جن میں صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے اوسکے بعد ائمۃ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مستقل اختلاف تو بارہ سو برس سے مسلسل چلا آرہا ہے۔ ہر امام کے لاکھوں کروڑوں مقلد اسی اختلاف پر عمل کرتے چلے آئے چار رکعت نماز میں علما کے اختلافات ایک مرتبہ تلاش کرنے شروع کئے تھے ڈیڑھ سو سے زیادہ مسئلے مختلف فیہ مجھ جیسے کوتاہ نظر کو ملے تھے وسیع النظر لوگوں کے علم میں نہ معلوم کتنے ہونگے۔ جمعہ کے دن میں ایک ساعت مبارک ہے جس میں جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے اہل علم کے اُس کی تعیین میں تقریباً پچاس قول ہیں کہ وہ کب ہوتی ہے (اوجز) لیلۃ القدر کے تعیین میں بھی تقریباً پچاس قول علما کے ہیں۔ (اوجز) قرآن پاک کی آیت میں تمام نمازوں کے اہتمام کا عموماً اور درمیانی نماز کے اہتمام کا خصوصی حکم ہے۔ علماء کے اس درمیانی نماز کے تعیین میں بائیس قول ہیں اسی طرح بہت سے

مسائل ایسے ہیں جن میں علما کا اختلاف ایک دو قولوں پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ کئی کئی مذہب علماء کے ان میں ہوتے ہیں۔ اور ہوتے چلے آئے ہیں کیا یہ سب ہی فتنہ تھا اور ہے۔ کیا ان اختلافات کی وجہ سے امت مصیبت میں گرفتار ہوگئی یا انکو سہولت نصیب ہوئی۔ قدر دانوں کی رائے میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس سے کتنی مسرت تھی۔ ابو جعفر منصور بادشاہ جب حج کو گئے تو انہوں نے حضرت امام مالک رضؓ سے درخواست کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ اپنی تصانیف کے متعدد نسخے لکھدیں میں ان کو سلطنت میں شایع کر دوں گا اور حکم دیدوں گا کہ سب اسکے موافق عمل کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔ حضرت امام مالک رضؓ نے اس ارادہ سے روکا اور فرمایا کہ لوگوں کے پاس مختلف روایات حدیث پہونچی ہوئی ہیں اور ہر جماعت نے ان روایات کے موافق عملدرآمد کر رکھا ہے۔ اسلئے ان کو ان کے مذاہب کے موافق چھوڑا جائے۔ اوسکے بعد امیر المومنین ہارون رشید نے اپنے زمانہ سلطنت میں حضرت امام مالک سے مشورہ کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ موطا مالک کا ایک نسخہ کعبہ میں رکھدیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ سب اسکے موافق عمل کریں۔ حضرت امام نے اس مشورہ کو بھی قبول نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام کا فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے اور وہ اپنے اجتہادات میں حق پر ہیں شہروں میں وہ مسائل شائع ہیں لوگ ان پر عمل کر رہے ہیں ہارون رشید نے اس مشورہ کو پسند کیا (مقدمہ اوجز)

حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف مشہور و معروف ہے اور سیکڑوں ہزاروں مسئلوں میں اختلاف ہے۔ لیکن امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جو فقیہ

بنا چاہے اوسکو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کو چمٹ جائے۔ میں خود امام محمد کی کتابوں سے فقیہ بنا ہوں (درمختار) امام اعظمؓ نے اپنے شاگردوں سے خود فرمایا کہ جہاں کہیں میرے قول کے خلاف تمہیں کوئی دلیل ملجائے اوسکو اختیار کرلو۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ امام اعظمؓ کا یہ ارشاد اسی پر مبنی ہے کہ (علما کا) اختلاف رحمت کے آثار سے ہے جتنا اختلاف ہوگا (بشرطیکہ وہ قواعد کے موافق ہو اصول کے تحت میں ہو) اتنی ہی رحمت زیادہ ہوگی (شامی) ان حضرات کو اختلاف میں ذرا بھی اشکال پیش نہیں آتا تھا۔ اس سب کے بعد میں پوچھتا ہوں کہ جن چیزوں میں علما میں اختلاف نہیں ہے اُنہیں کا کیا حشر ہو رہا ہے نماز کے پڑھنے میں کسی عالم کا اختلاف ہے۔ داڑھی شراب سود غرض ہزاروں مسئلے ایسے ہیں جن میں ذرا بھی علما کا اختلاف نہیں ہے اونکا حشر تم خود دیکھ رہے ہو اب غور سے سنو۔ میرے خیال ناقص و نارسا میں ان روز افزوں نزاعات کی اکثر و بیشتر دو وجہیں ہیں ایک بعض علما کی طرف سے ہے دوسری اکثر عوام کی طرف سے۔ علما کی طرف سے تو یہ ہے کہ وہ اپنے ان جزوی اختلافات کو علما تک محدود نہیں رکھتے بلکہ بعض تو اسکی سعی کرتے ہیں کہ عوام کی مدد اور اعانت انکی ساتھ ہو اور انکی اعانت سے وہ دوسرے اہل حق کی توہین و تذلیل کریں۔ حالانکہ بہتر یہ تھا کہ وہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اوسکو بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کردیں اور اسکی پروانہ کریں کہ ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے یا نہیں کسی کے عمل نہ کرنے سے اہل حق کی حقانیت میں کیا فرق آتا ہے۔ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ایسے تھے جن پر ایمان لانیوالا انکے کہنے پر عمل کرنے والا ایک ہی شخص تھا (مشکوٰۃ) تو کیا اسکی وجہ سے نبی کی شان

میں کوئی نقص پیدا ہوگیا۔ حضرت ابو ذرؓ کی تحقیق جمہور صحابہ کے خلاف یہ تھی کہ مال کا جمع کرنا مطلقاً ناجائز ہے وہ ہر مجمع میں اپنی تحقیق کا اعلان کر دیتے تھے اور اسکی پروا بھی نہ کرتے تھے کہ کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ عوام انکے اختلافات کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو ایسی حالت میں اہیر ان چیزوں کا یا اظہار نہ ہوتا جہاں علما کا مجمع ہوتا وہاں ظاہر کی جاتیں یا اگر بضرورت تبلیغ اور بخوف کتمان علم اظہار کیا جاتا تو جب عوام کی عقول ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں تو انپر اسکا زور نہ دیا جاتا کہ وہ خواہ مخواہ ان کے ہمنوا بنیں یہ حضرات یہ سمجھ لیتے کہ جب دوسرے اہل حق اس میں خلاف کر رہے ہیں تو عوام کیلئے عمل کی گنجایش ہے نہ یہ کہ دوسرے اہل حق کے خلاف عوام کو مشتعل کریں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسروں کے متبعین ان کے خلاف مشتعل ہونگے اور اس کا جو حشر ہو رہا ہے وہ ظاہر ہے۔ ہمارے اکابر و اسلاف کا اسوہ اس چیز میں بھی ہمارے سامنے ہے۔ صحابہ کا عام معمول وتر کی تین رکعت پڑھنے کا تھا امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر کی پڑہی حضرت ابن عباسؓ کے مولی کریب نے دیکھا۔ تعجب سے حضرت ابن عباس سے کہا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ان سے تعرض نہ کرو وہ خود فقیہ ہیں (بخاری) حضرت عبداللہ بن مسعود اور جمہور صحابہ کا معمول سفر میں دو رکعت فرض نماز پڑہنے کا تھا کسی نے ان سے کہا کہ حضرت عثمان نے منی میں چار رکعتیں پڑھیں (حالانکہ وہ مسافر تھے) تو عبداللہ بن مسعود نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ میں نے منی میں حضور کی ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، حضرت ابوبکرؓ کی ساتھ دو رکعتیں پڑھیں حضرت عمرؓ کی ساتھ دو رکعتیں پڑھیں ایک حدیث میں ہے کہ خود حضرت عثمان کی ساتھ انکی خلافت کے

کے شروع زمانہ میں دو رکعتیں پڑہیں (بخاری) لیکن اس سب کے باوجود ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عثمان کی ساتھ چار رکعتیں پڑھیں کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو حضرت عثمان پر چار رکعت پڑہنے کا اعتراض کیا تھا پھر خود بھی چار پڑھیں اُنہوں نے فرمایا کہ مخالفت زیادہ سخت ہے اسکی وجہ ظاہر ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے نزدیک حضرت عثمان مسافر تھے لیکن انہوں نے اپنے کو مقیم تجویز کر کے چار رکعت پڑھیں اور چونکہ مجتہد محقق تھے اسلئے ابن مسعودؓ نے اپنی تحقیق کو ایک محقق کے مقابلہ میں واجب العمل نہیں سمجہا۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا آپ کسی شخص کو اپنا خلیفہ ولی عہد بنا ئینگے اُنہوں نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو میرے لئے گنجائش ہے اسلئے کہ حضور نے کسی کو (نصاً) خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بنادوں تب بھی گنجائش ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بعد کیلئے خلیفہ بنایا۔

حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بعد ان کے اموال غنیمت تھے اور ان کے اہل وعیال غلام باندیاں حضرت عمرؓ کو اس میں اختلاف تھا۔ صدیقی دور میں حضرت صدیق اکبرؓ کے فتوے پر عمل رہا اور حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے قبول کیا۔ فاروقی دور میں حضرت عمرؓ کے فتوے پر عمل تھا اور دوسرے لوگوں نے اس پر عمل کیا (فتح الباری) حضرت امام شافعی صاحبؒ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت کا پڑہنا سنت ہے۔ ایک مرتبہ امام اعظم کی قبر پر حاضر ہوئے اور صبح کی نماز وہاں پڑہی اور دعا قنوت نہیں پڑہی۔ بعض روایات میں ہے کہ بسم اللہ بھی آواز سے نہیں پڑہی۔ (حالانکہ وہ بھی ان کے نزدیک سنت ہے) کسی نے استفسار کیا تو فرمایا کہ اس قبر والے کے ادب نے روکدیا۔ بعض لوگ اس قصہ پر بہت شور کرتے ہیں کہتے ہیں

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کی وجہ سے سنت پر عمل چھوڑ دیا جاوے۔ امام شافعیؒ کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایک مجتہد کی قبر کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دیں۔ حالانکہ اس چیز کا تعلق سمجھ سے ہے امام اعظم کے ادب سے سنت کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کے ادب سے ان کی تحقیق کو اپنی تحقیق پر مقدم سمجھا کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں سنت نہیں ہیں بلکہ سنت قنوت کا نہ پڑھنا ہے اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا ہے۔ ایک شخص اپنی تحقیق سے کسی چیز کو سنت سمجھنے کے باوجود دوسرے محقق عالم کی تحقیق پر عمل کرے تو کیا حرج ہے۔ محققین شافعیہ اس قصہ کو قبول فرماتے ہیں چنانچہ علامہ ابن حجر مکی باوجود محقق شافعی ہونے کے لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اس قصہ میں اشکال سمجھ لیا حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اسلئے کہ بسا اوقات سنت کے ساتھ ایسی چیز معارض ہو جاتی ہے جو اوس سے بھی زیادہ اہم ہوتی ہے۔ مثلاً علما کی رفعت شان کا اظہار کہ وہ امر مؤکد ہے بالخصوص حاسدوں اور جاہلوں کے مقابلہ میں بالخصوص ایسی حالت میں کہ یہ امر متفق علیہ ہے اور قنوت اور بسم اللہ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے بالخصوص امام اعظم کے معاملہ میں کہ ان کے حاسد بہت زیادہ تھے جو غلط الزامات انپر لگاتے تھے حتیٰ کہ جھوٹے الزام سے انکی زندگی کو ختم کرا دیا گیا ایسی حالت میں انکی تعظیم و تکریم کا اظہار از بس ضروری تھا وغیرہ وغیرہ (مقدمہ اوجز) ہمارے مشائخ و اکابر میں ہمیشہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف ہوتا آیا ہے لیکن کبھی بھی ان حضرات نے اپنے متبعین پر اس کا جبر نہیں کیا کہ ہمارے قول پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور میرے والد صاحبؒ میں متعدد مسائل میں اختلاف تھا اور حضرتؒ بعض لوگوں کو خود فرما دیتے تھے کہ میرے نزدیک تو فلاں چیز جائز نہیں۔ لیکن مولوی محمد یحییٰ صاحب کے

نزدیک جائز ہے تیرا دل چاہے اوپر جا کر ان سے پوچھ لے اوسکے موافق عمل کرے۔ خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرتؒ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑ بڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیسؔ روزے پورے ہوجانیکے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اسلئے روزہ ہے اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی اسلئے کل کا روزہ نہیں ہے دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا حضرت نے طے فرما دیا کہ میں روزہ رکھونگا میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھ میں آگیا ہو تو رکھو ورنہ نہیں بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار حضرتؒ کے خدام میں اور بھی متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدد نے روزہ رکھا۔ حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا گو مجھے اب تک قلق ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابل اعتنا سمجھا مگر حضرت نے ذرا بھی اشارۃً کنایۃً کچھ بھی نہیں فرمایا بلکہ کچھ تصویب ہی فرمائی۔

دوسری وجہ جو اس پہلی وجہ سے بھی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ عوام نے مسائل میں رائے زنی کو خواہ مخواہ اپنا مشغلہ بنالیا انکو اہل علم کے اختلاف میں حکم بننے کی کیا ضرورت ہے کہ انکے علمی ابحاث انکے علمی دلائل سمجھنے کی اہلیت نہیں لیکن ان میں محاکمہ اور فیصلے یہ حضرات فرمانے لگے۔ حالانکہ انکا کام یہ تھا کہ علمائے حق میں سے جس کی ساتھ حسن عقیدت ہو تجربہ سے اوس کا دیندار تجربہ کار ہونا اور اللہ والا ہونا ثابت ہو چکا ہو اوس کا اتباع کرتے۔ لیکن یہ تو جب ہوتا جب عمل مقصود ہوتا۔ یہاں مقصود ہی نزاع ہے

اوس جلسہ اور اوس تقریر میں ان کو لطف ہی نہیں آتا جس میں دوسروں پر سب و شتم نہ ہو دوسروں پر تنقید نہ ہو دوسروں کی پگڑیاں نہ اُچھالی جاتی ہوں جس جلسہ میں سیدھی سیدھی دین کی باتیں بیان کی جائیں وہ جلسہ نہایت پھیکا اور بے مزہ ہے وہ وعظ ہی نہیں، تقریر جانتا ہی نہیں. ماہر تقریر وہی ہے جو مخالفین کو کھری کھری سنائے۔ حالانکہ شریعت مطہرہ میں قران حدیث میں جس چیز کو سب سے زیادہ اہتمام سے روکا گیا ہے وہ آپس کا جھگڑا ہے قرآن پاک میں سختی سے اسکی ممانعت کی گئی ہے. ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (س انفال ع ٦) اور آپس میں نزاع پیدا نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے (کہ تو نیں منتشر ہو جائینگی) اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی۔

بخاری شریف میں ایک قصہ نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پاک کی ایک آیت پڑہتے ہوئے سُنا جو اوسکے خلاف تھی جس طرح کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا میں اوس کا ہاتھ پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے گیا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں نے صحیح پڑھا۔ تم لوگ آپس میں اختلاف نہ کرو پہلے لوگوں نے بھی آپس میں اختلاف کیا تھا تو وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ یہاں آپس میں قرارت میں اختلاف ضرور تھا اسکے باوجود حضور نے دونوں کی تصویب فرمائی گویا وہ اختلاف باقی بھی رکھا جو پہلے سے تھا لیکن پھر بھی اختلاف کی ممانعت فرمائی اور اوسکو ہلاکت کا سبب قرار دیا تو یقیناً اس سے مراد وہی اختلاف تھا جو جھگڑے کی صورت میں نمودار ہوا۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت عُمرؓ کو پیش آیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام کو سورہ فرقان پڑہتے ہوئے سُنا وہ اوسکے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح مجھے حضور نے پڑھائی تھی (وہ نماز پڑھ رہے تھے

میرے دل میں آیا کہ ان کو نماز پڑھتے ہوئے پکڑ کر حضور کے پاس لیجاؤں مگر میں نے اتنی دیر صبر کیا کہ وہ نماز پڑھ چکیں اوسکے بعد میں نے انکے گلے پر سے چادر پکڑ کر پوچھا کہ اسطرح یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی اُنہوں نے حضور ہی کا نام لیا میں نے کہا جھوٹ ہے۔ پھر میں ان کو اسی طرح پکڑ کر حضور کی خدمت میں لیگیا اور جاکر عرض کیا کہ یہ اوسکے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح آپ نے مجھے پڑھائی ہے۔ حضور نے ہم دونوں کا پڑھنا سنا اور دونوں کو صحیح بتایا۔ (در منثور بروایۃ الشیخین وغیرہما) ان کے علاوہ سیکڑوں واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں جہاں آپس میں اختلاف ہوا اور حضور نے دونوں کو صحیح فرمادیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اپنی تحقیق کے خلاف کوئی بات پائی تو اوس کا اظہار بھی نہ کرے اگر وہ اہل تحقیق ہے یا اہل علم ہے اسکی اہلیت رکھتا ہے تو ضرور مناسب طریقہ سے اوس کا اظہار کیا جائے۔ اسی سورۃ کے بارہ میں خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ حضور صبح کی نماز میں سورہ فرقان پڑھ رہے تھے کہ ایک آیت چھوٹ گئی۔ نماز کے بعد حضور نے دریافت فرمایا کہ جماعت میں ابی بن کعب (جو بڑے مشہور قاری تھے) موجود نہیں اُنہوں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھے متنبہ کیوں نہ کیا۔ اُنہوں نے معذرت کی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی (دُرّ بِرِوَایَۃِ ابنِ الْاَنْبَارِیِ)

ابوداؤد شریف میں دو قصے اسی نوع کے مذکور ہیں تو جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لئے تنبیہ کا حکم فرمایا تو دوسروں کو تنبیہ میں کیا مضائقہ ہے۔ شریعت مطہرہ نے تو اس کو اس قدر وسعت دی ہے کہ کلمہ حق کو ظالم بادشاہ کے سامنے اظہار کردینے کو افضل الجہاد قرار دیا ہے اور لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ

اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں کلیہ قرار دیدیا ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ مقصود اللہ کی اطاعت ہو کلمہ حق کا اظہار ہو اپنی جماعت کی بیجا حمایت نہ ہو جس کو عصبیت اور تعصب کہا ہے۔ اختلاف میں کوئی مضائقہ نہیں وہ قواعد کے تحت میں ہو تو ممدوح ہے اوس اختلاف کو نزاع بنالینا اوسکو مسلمانوں کے تشتت اور افتراق کا سبب بنالینا مذموم ہے اور دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے ہم لوگ اس اختلاف کو جو خوبی کی چیز تھی اپنے لئے خود مصیبت اور سبب ہلاکت بنا رہے ہیں حضرت حسن بصریؒ جلیل القدر تابعی اور مشہور فقہاء اور اکابر صوفیہ میں ہیں بعض مرتبہ تحقیق کے زور میں تقدیر کے مسئلہ میں ایسے الفاظ نکل گئے جو جمہور علما کے خلاف تھے بڑا شور مچا بڑے زور بند ہے پھر کیا تھا جھوٹی باتیں بھی انکی طرف منسوب ہونے لگیں ایوب کہتے ہیں کہ دو قسم کے آدمیوں نے حضرت حسنؓ پر جھوٹ باندھا ایک وہ لوگ کہ فرقہ قدریہ میں تھے وہ اپنی رائے کو رواج دینا چاہتے تھے تو حسن بصریؒ کو اپنا ہم مسلک ظاہر کرتے تھے دوسرے وہ لوگ جن کو ان سے ذاتی بغض تھا وہ ان کے اقوال کو پھیلاتے تھے (ابوداؤد) بعینہ یہی مثال ہمارے زمانہ میں ہے کہ جن لوگوں کو اپنی رائے کو رائج کرنا ہوتا ہے وہ جماعت کے بڑے کی طرف اوسکو منسوب کر دیتے ہیں اور جن لوگوں کو ان سے خلاف ہوتا ہے۔ وہ ان اقوال کو جا و بیجا جھوٹ نقل کرتے ہیں جس سے جھگڑے اور مخالفت کی خلیج وسیع ہوتی رہتی ہے حالانکہ اتباع کا منصب یہ تھا کہ علمائے حق میں جس سے عقیدت ہو اوس کا عالم باعمل ہونا محقق ہو جائے اوسکے ارشادات پر عمل ہو لیکن ہم لوگوں میں باوجود دعائے محبت و عقیدت عمل تو ندارد ہے۔ ساری محبت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بڑے کی

حمایت میں دوسروں کے بڑوں کو گالیاں دیں۔ کلام اللہ شریف جسکی تعلیم مسلمان کا ایمان ہے وہ تو اس بارہ میں اتنا سخت کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (س انعام ع ۱۳) ارشاد ہے کہ تم گالیاں نہ دو ان (معبودوں) کو جنکو یہ مشرک اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر پکارتے ہیں (اور عبادت کرتے ہیں کیونکہ تمہارے ایسا کرنے سے) پھر وہ لوگ بوجہ جہل کے حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرینگے۔ قران پاک تو دوسروں کے بتوں کو گالیاں دینے کی بھی ممانعت کرتا ہے لیکن اوسکے اتباع کے دعویداروں کا یہ عمل کہ اونکا کوئی جلسہ کوئی جلوس بھی دوسروں کی بربادی کے نعروں سے ان کے اکابر پر سب وشتم سے خالی نہیں ہوتا آج کل ہر جماعت کا معظم عمل بجائے اپنی تعمیر اپنی تقویت اور عمل کی تدابیر کے دوسروں کی تخریب ان کو گالیاں دینا مردہ باد کے نعرے لگانا بنگیا ہے پھر لطف یہ ہے کہ اسکی شکایت بھی ہر فریق کو ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے برباد ہو گئے خود ہی ہر فریق دوسرے مسلمانوں کی بربادی کی دعائیں کرتا ہے اور خود ہی اوس کا رونا روتا ہے کہ مسلمان برباد ہو گئے۔ فاللہ المستعان۔

تنبیہ۔ اس تقریر سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہر اختلاف مذموم نہیں بلکہ بہت سے اختلافات ممدوح بھی ہیں البتہ بہت سی انواع اختلافات کی یقیناً مذموم اور قبیح ہیں لہذا مطلق علما کے اختلاف کو منشاء فساد قرار دینا اصول سے ناواقفیت ہے بلکہ منشاء فساد علمائے حق کے ممدوح اختلاف میں نزاع کا پیدا کرنا ہے خواہ وہ علما کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے جیسا کہ آج کل کثرت سے پیدا ہو رہا ہے۔ البتہ اختلاف ممدوح کی حقیقت قواعد سے واقفیت پر مبنی ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں

کہ ہر شخص جس چیز میں چاہے اختلاف پیدا کردے۔ اور وہ ممدوح بنجائے بہر وہ چیز جو شریعت مطہرہ کی طرف سے منصوص طور پر ثابت ہے استنباط کو اوس میں دخل نہیں اوس میں اختلاف کا پیدا کرنا گمراہی ہے جس کو اللہ جل جلالہٗ نے کلام پاک میں وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ط (سورہ آل عمران رکوع ۱۱) سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور نہ بنجاؤ تم اُن لوگوں کی طرح جنہوں نے آپس میں تفریق پیدا کی اور (دین کے بارہ میں) اختلاف کیا بعد ازاں کہ ان کے پاس واضح احکام پہونچ چکے تھے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ عصر کے بعد نفلیں پڑھ رہا ہے اوس شخص نے نماز کے بعد حضرت سعید بن المسیبؒ سے کہا کیا اللہ جل شانہٗ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب کریگا۔ سعید نے فرمایا کہ نماز پر نہیں بلکہ حضور کے خلاف طریقہ اختیار کرنے پر عذاب فرمائیگا (دارمی)

اوس شخص کا مقصود یہ تھا کہ نماز تو بہترین اور افضل ترین عبادت ہے اس میں کیا ناجائز ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نفل نماز کو ناجائز فرمادیا ہے اسلئے حضرت سعید نے کہا کہ نماز اگرچہ بہترین چیز ہے لیکن ناجائز وقت میں پڑھنا تو گناہ کا ہی سبب ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ نے ایک حدیث بیان کی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک درم (چاندی کا ایک سکہ) کے بدلہ میں دو درم لینے سے منع کیا ہے۔ ایک شخص وہاں موجود تھا کہنے لگا میرے خیال میں تو اس میں کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت عبادۃؓ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ حضور نے منع کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ خدا کی قسم میں تیری ساتھ کبھی بھی ایک مکان میں مجتمع نہیں ہو سکتا (دارمی)

تمام علما فقہا محدثین نے سلفاً خلفاً اس کی تصریح کی ہے کہ جو چیز اسلام میں قطعیت کی ساتھ ثابت ہو چکی ہے اوس کا انکار کفر ہے۔ قاضی عیاض نے شفا میں اور ملا علی قاری نے اوسکی شرح میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے اوس شخص کے کفر پر جو مسلمان کے قتل کو جائز سمجھے یا شراب پینے کو یا زنا کرنے کو یا کسی ایسی چیز کا انکار کر دے جس کا دین ہونا بالتواتر والبداہۃ ثابت ہے ہاں کوئی نو مسلم ہو کہ اوسکو ابھی تک سارے احکام معلوم نہ ہوے ہوں تو معذور ہے۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا میں تحریر فرمایا ہے کہ بادشاہ کے خلاف بغاوت تین وجہ سے کی جاسکتی ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ خدانخواستہ ضروریات دین کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جائے اس صورت میں اوسکے خلاف بغاوت واجب ہے اور یہ افضل ترین انواع جہاد ہے۔ اسی طرح سے ہر وہ چیز جو اختلاف کی حدود سے خارج ہے اوس میں اختلاف پیدا کرنا ضلال ہے گمراہی ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا اختلاف ان چیزوں میں جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے رحمت ہے بہت بڑی نعمت ہے بڑی عظیم فضیلت ہے اُمت پر وسعت ہے اور یہ سب اقوال ایسے ہونگے جیسے کہ مختلف شریعتیں ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ سب مجموعہ لیکر تشریف لائے۔ لہذا حضرات صحابہ کرام اور اون کے بعد کے علمانے جو استنباطات حضور کے اقوال وافعال سے کئے ہیں وہ سب اپنے اختلاف کے باوجود بمنزلہ مختلف شرائع کے ہیں اور یہ بھی حضور کے معجزات میں داخل ہے لیکن عقائد میں اجتہاد کرنا گمراہی ہے اور حق وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے حدیث میں جس اختلاف کی تعریف ہے اوس سے فرعی احکام کا اختلاف مراد ہے اور جس

تفریق کی ممانعت وارد ہوئی اوس سے اصول کی تفریق مراد ہے علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اصول کا اختلاف گمراہی ہے اور ہر فساد کا ذریعہ ہے اھ مثال کے طور پر دیکھئے کہ تقدیر کا مسئلہ اصول مسائل میں ہے شریعت نے اس میں بحث کرنے کی بھی ممانعت فرمادی ہے اس میں اختلاف پیدا کرنے پر احادیث میں کسقدر سخت سے سخت وعیدین وارد ہوئی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ حضور کا ارشاد ہے کہ فرقہ قدریہ (تقدیر کے انکار کرنے والے لوگ) اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ لوگ بیمار ہوں تو عیادت بھی نہ کرو مر جائیں تو جنازہ میں بھی شریک نہ ہو (ابوداؤد)

دوسری حدیث میں ہے کہ اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں ان میں سے جو مر جائے اوسکے جنازہ کی نماز میں بھی شریک نہ ہو جو بیمار پڑ جائے اوسکی عیادت بھی نہ کرو وہ دجال کی جماعت ہے حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دجال کی جماعت کے ساتھ شریک کر دینگے۔ یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں اور حمید حج یا عمرہ کرنے جارہے تھے ہمیں تمنا ہوئی کہ حضرات صحابہ میں سے کسی کی زیارت ہو تو ان سے قدریہ فرقہ کے بارہ میں سوال کریں۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہو گئی میں نے ان سے سوال کیا کہ ہمارے نواح میں ایک جماعت پیدا ہوئی ہے جو علم میں بڑی تحقیقات کرتے ہیں قرآن پاک بھی پڑھتے ہیں مگر تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ میں ان سے بری ہوں وہ مجھ سے بری ہیں (ابوداؤد) اور کثرت سے اس قسم کی روایات ان کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔

ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کی تہمت باندھے وہ باجماع علماء کافر ہے (فتح الباری)

بخاری شریف میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں زندیقیوں کی ایک جماعت لائی گئی حضرت علیؓ نے ان کو آگ میں جلوادیا۔ حضرت ابن عباسؓ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں آگ مین نہ جلاتا بلکہ قتل کرادیتا۔

متشابہات میں کلام کرنے کی ممانعت ہے۔ صبیغ بن عسل عراقی ایک شخص بصرہ میں رہتا تھا جو متشابہات قرانیہ میں بحث کرتا تھا مصر پہونچا وہاں بھی مسلمانوں سے اس میں بحث شروع کی حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کو اس بارہ میں عریضہ لکھا انہوں نے اسکو طلب فرمایا۔ جب مدینہ پہونچا تو حضرت عمرؓ نے اوس سے سوال کیا کہ تو کون شخص ہے اوس نے کہا اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں اور تر و تازہ لکڑیوں (قمچیوں) سے اوسکو مارنا شروع کیا حتیٰ کہ سارا بدن خون سے لبریز ہوگیا پھر جب وہ زخم اچھے ہونے لگے تو دوبارہ مارنا شروع کیا جس سے بدن اور سر پر خون ہی خون ہوگیا اوس نے عرض کیا اگر آپ میرے قتل کرنیکا ارادہ کر چکے ہیں تو سہولت سے قتل کر دیجئے اور اگر میرے دماغ (کے سوداکا) علاج مقصود ہے تو میرے دماغ میں جو چیز تھی وہ نکل چکی ہے۔ حضرت عمرؓ نے چھوڑ دیا اور بصرہ اپنے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمادی لیکن ایک حکم بھی بھیجدیا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہ بیٹھے۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے اس ارشاد پر اگر ہم لوگ سو نفر کا مجمع ہوتا تھا اور صبیغ آجاتا تو سب اوس جگہ سے چلے جاتے اوسکو یہ مصیبت بہت ہی شاق تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو عریضہ لکھا کہ اب اوسکی حالت درست ہوگئی ہے وہ خیالات بالکل نہیں رہے تو حضرت عمرؓ نے لوگوںکو اوس سے ملنے جلنے کی اجازت مرحمت فرمادی (دارمی۔ درمنثور)

اسی طرح سیکڑوں واقعات اس قسم کے ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شریعت میں اختلاف کے حدود قائم ہیں یہ نہیں ہے کہ تحقیق کے زور میں جس کا جو دل چاہے لکھ مارے اور اوسکو علما کا اختلاف کہدیا جائے۔ شریعت کے احکام کا مذاق اُڑایا جائے اللہ کے محبوب کی سنتوں کا مضحکہ کیا جائے۔ شریعت کے اہم سے اہم حکم کو لغو بتا دیا جائے۔ قلم لکھنے والے کے ہاتھ میں ہو اور علم سے بے بہرہ۔ پھر جو چیز اپنی سمجھ میں نہ آئے وہی غلط بنجائے وہی دین سے باہر کر دی جائے۔ اور اس کو علما کا اختلاف کہدیا جائے۔ شریعت کے احکام کے درجات ہیں ان میں بہت سے احکام نہایت اہم ہیں ان کو اپنے درجہ سے گرا دینے کا کسی کو حق نہیں ہے بعض معمولی درجہ کے ہیں ان کو اپنے درجہ سے بڑھا دینا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور اسکی تحقیق کہ ہر چیز کا کیا درجہ ہے یہ خود علم پر موقوف ہے۔ قرآن و حدیث کے فہم پر موقوف ہے۔ قرآن و حدیث سے استدلال کے قواعد پر موقوف ہے جو مستقل تین فن اصول فقہ اصول حدیث اصول تفسیر کی واقفیت پر مبنی ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اجتہاد کیلئے کتاب اللہ کا علم ضروری ہے اوسکے لغوی معانی کا علم ضروری ہے اوسکے شرعی معانی کا علم ضروری ہے اوسکے وجوہ استدلال یعنی خاص عام مشترک مؤول ظاہر نص مفسر محکم خفی مشکل مجمل متشابہ حقیقۃ مجاز صریح کنایۃ عبارۃ النص اشارۃ النص دلالۃ النص۔ اقتضاء النص اور ان کے ماخذ اشتقاق ان کی ترتیب ان کے معانی اصطلاحیہ ان کے احکام کہ کونسی چیز قطعی ہے کونسی ظنی ہے نیز امر و نہی وغیرہ کے درجات وغیرہ وغیرہ کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہی چیزیں حدیث کے متعلق بھی معلوم ہونے کی ضرورت ہے۔ نیز احادیث میں ان کے علاوہ ان کی صحت کا حال اون کے آپس

ھ قرآن پاک کی تفسیر کے لئے پندرہ علوم کی مہارت ضروری ہے جنکو میں اپنے رسالہ تحصیل حدیث میں لکھ چکا ہوں دل چاہے تو دیکھو۔

کے درجات راویوں کے احوال وغیرہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے الغرض استدلال کیلئے جتنے اصول ہیں ان سب ہی سے واقفیت کی ضرورت ہے اور ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ فن سے تو اہل فن ہی واقف ہو سکتا ہے کوئی شخص انجنیری میں بہت زیادہ کمال پیدا کرکے یہ چاہے کہ ڈاکٹری میں بھی رائے زنی کروں کیونکہ میں اپنے فن کا بڑا ہوشیار ہوں تو یقیناً بیماروں کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ متعدد احادیث میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب علماء نہ رہیں گے تو جاہلوں کو سردار بنا لیا جائیگا جو بغیر علم کے فتاوے دینگے خود گمراہ ہونگے دوسروں کو گمراہ کرینگے مذھبیات میں رائے زنی کے لئے مذھبیات سے پوری واقفیت کی ضرورت ہے بغیر واقفیت کے محض عقل سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر دو مسئلے لکھتا ہوں۔ فقہانے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کیلئے جانور خریدے اور وہ گم ہو جائے اوسکے بعد وہ دوسرا جانور اسی نیت سے خریدے اور پھر پہلا جانور بھی ملجائے اگر یہ شخص غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں ہے تو اسکے ذمہ دونوں کی قربانی ضروری ہے اور اگر امیر ہے تو صرف ایک جانور کی قربانی کافی ہے جس جانور کی دل چاہے قربانی کردے اور دوسرے کو بیچ دے یا جو چاہے کرے۔ مسئلہ بالکل صاف ہے لیکن اصول سے واقفیت پر مبنی ہے محض ذہانت اس میں کیا تیر چلائے۔ دوسرا مسئلہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں رکوع کرنا بھول جائے نماز کے بعد یاد آئے اگر اوس نے سنت کے موافق متقی اور نیک لوگوں کی سی نماز پڑھی ہے تو فاسد ہوگئی اوس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر خلاف سنت نماز پڑھی ہے ناواقف لوگوں کی سی نماز پڑھی ہے جیسا کہ بہت سے لوگ

آجکل پڑھتے ہیں تو نماز ہوگئی. کیا روشن دماغی یا شستہ تقاریر و تحریرات سے بلا واقفیت اصول و حقایق شرعیہ اس نوع کے مسائل میں رائے زنی ہو سکتی ہے اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو بجائے موزوں کے اوپر مسح کرنے کے موزوں کے نیچے مسح کیا جاتا. لیکن میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر کے حصہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آدمی جب تک قرآن و حدیث پر عمل کی حدود معلوم نہ کر سکے مختلف آیات اور مختلف روایات کو جمع کرنے یا ترجیح دینے کے قواعد معلوم نہ کر سکے وہ کس طرح کسی آیت یا روایت سے استدلال کر سکتا ہے. شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ مجتہد کیلئے پانچ علوم کا جاننا ضروری ہے جو شخص ان پانچ علوم کا جامع نہ ہو وہ مجتہد ہو ہی نہیں سکتا. اوّلؔ قرآن پاک کی قراۃ اور تفسیر کا علم دوسرے حدیث کا علم مع اوسکی اسانید اور صحت و ضعف کے. تیسرےؔ سلف کے اقوال کا علم تاکہ ان سے باہر ہو کر اجماع کے خلاف نہ ہو اور مختلف اقوال میں ان کے اقوال سے باہر نہ جا سکے. چوتھےؔ زبان عرب کی واقفیت لغت اور نحو وغیرہ کے اعتبار سے پانچویں مسائل کے استنباط کے طریقوں اور مختلف نصوص میں تطبیق اور ترجیح کا علم ہونا ضروری ہے (ازالۃ) علامہ حازمی نے کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار میں دو مختلف حدیثوں میں سے ایک کو راجح قرار دینے کیلئے پچاس وجوہ ترجیح مفصل نمبر وار لکھی ہیں. علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ حافظ عراقی نے سوؔ سے زیادہ وجوہ ترجیح تحریر فرمائی ہیں. اسکے علاوہ خود وجوہ ترجیح میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے کہ ایک وجہ ترجیح کا مقتضا ایک حدیث کو ترجیح دینا ہے اور دوسری وجہ کا

تقاضا ہے کہ دوسری حدیث کو ترجیح دی جائے اسی طرح دو روایتوں کے تعارض کا قصہ ہے پس اگر دو وجہ ترجیح متعارض ہو جائیں تو ان متعارض وجوہ ترجیح میں سے کونسی وجہ کی رعایت مقدم ہے یہ مستقل مبحث ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عمرؓ ہی کے دو واقعے دیکھ لیجئے ایک مسلم اور غیر مسلم میں جھگڑا تھا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم کے حق میں فیصلہ فرما دیا مسلمان کو اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ خیال ہو گیا کہ عمرؓ میری رعایت کرینگے اسلئے درخواست کی کہ عمرؓ کے پاس ہمارا مقدمہ بھیجد یجئے حضور نے قبول فرما لیا یہ دونوں انکی خدمت میں حاضر ہوئے غیر مسلم نے انسے عرض کیا کہ حضور نے میرے حق میں فیصلہ کیا تھا اس نے قبول نہیں کیا اور آپکی خدمت میں مقدمہ لانے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے مسلمان سے پوچھا کیا یہی بات ہے اوس نے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت عمر اندر تشریف لیگئے تلوار لائے اور اوس مسلمان کی گردن اُڑا دی اور ارشاد فرمایا کہ جو حضور کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اوس کا میرے یہاں یہی فیصلہ ہے (درمنثور) اور انہیں حضرت عمرؓ کا دوسرا قصہ سنئے۔ قصہ لمبا ہے۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرۃؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے مرحمت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ باہر چلے جاؤ اور جو تمہیں ملے اور دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرتا ہو (یعنی منافق وغیرہ نہ ہو) اوسکو جنت کی خوشخبری سنا آؤ۔ یہ باہر آئے سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے پوچھا یہ نعلین شریف کیسے اُنہوں نے حضور کا ارشاد سنایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے سینہ پر اس زور سے دونوں ہاتھ مارے کہ یہ سرین کے بل گر گئے! اور ان کو واپس کر دیا یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زور سے رونا شروع کیا اور حضور کو قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ خود بھی پیچھے

پیچھے حاضر ہوئے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیوں کیا عرض کیا ایسا ہرگز نہ کیجئے لوگ اس خوشخبری پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائینگے اور اعمال چھوڑ دینگے (مشکوٰۃ بروایۃ مسلم) کیا خدانخواستہ یہ واہمہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے حضور کے ارشاد کی بے وقعتی کی یا حضور کا خلاف کیا یا حضور کا مقابلہ یا حضور کی مخالفت کی لیکن اس واقعہ کو اوس پہلے واقعہ سے جوڑنا یقیناً علم کی معرفت پر موقوف ہے اسکے علاوہ اور سنیئے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بدر کی لڑائی میں تشریف لے جا رہے تھے ایک شخص جسکی بہادری کا شہرہ تھا جنگ میں شرکت کے خیال سے حاضر ہوا۔ صحابہ اوسکو دیکھ کر مسرور ہوئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا ایمان لے آیا اوس نے عرض کیا نہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا لیکن یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد جنگ خیبر اور غزوہ حنین میں صفوان بن امیہ مشرک سے جانی اور مالی مدد حاصل فرمائی (کتاب الاعتبار و مغنی) حالانکہ جنگ بدر کے وقت مسلمان اپنی قلت و ضعف کی وجہ سے خیبر اور حنین کی بہ نسبت زیادہ ضرورتمند تھے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سنہ ۸ھ میں ایک جگہ تشریف لیجا رہے تھے ایک صحابی روزے کی حالت میں سینگی لگوا رہے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانے والا اور سینگی لگوانے والا دونوں کا روزہ نہیں رہا لیکن سنہ ۱۰ھ میں حضور نے خود روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی اسی طرح سینگی لگانے کے بارہ میں حضور کا ارشاد ہے کہ اسکی اجرت ناپاک ہے لیکن حضور نے خود سینگی لگانے والے کو اُجرت مرحمت فرمائی۔

حضور کا ارشاد ہے کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی لیکن یہ بھی ارشاد ہے کہ نمازی کے سامنے سے عورت گدھا کتا گذر جائے تو نماز قطع ہو جاتی ہے۔ حضور کا ارشاد ہے

کہ جب نماز کا وقت آگیا ہو اور کھانا بھی طیار ہو تو پہلے کھانا کھالینا چاہیئے لیکن یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ نماز کو کھانے وغیرہ کی وجہ سے موخر نہ کرو۴ الغرض سیکڑوں ہزاروں احکام ہیں جن میں مختلف وجوہ سے مختلف احکام وارد ہوئے محض قرآن پاک کے ترجمہ کو دیکھ لینے سے یا کسی مترجم حدیث کی کتاب میں حدیث، کا ترجمہ دیکھ لینے سے یا صرف عربی زبان کی ڈگری حاصل کر لینے سے ان ارشادات کی وجوہ ان میں ترجیح ان میں تقدم تاٴخر ان میں اصلی حکم اور کسی عارض کی وجہ سے وقتی حکم کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین کیلئے تین شخص آفت ہیں فاجر فقیہ اور ظالم بادشاہ اور جاہل مجتہد (جامع)۔ یعنی علوم سے ناواقف ہو اور پھر اپنے اجتہاد سے مذہب میں رائے زنی کرتا ہو۔ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ جو شخص قرآن شریف (کی تفسیر) میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تجویز کرے۔ دین سے ناواقف لوگوں کو یہاں ایک اشکال نے گھیر لیا ہے ان کو یہ خلجان پیش آیا کہ طبعیات حسیات حسابیات وغیرہ امور میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اختلاف نہیں ہوتا دو اور دو کے چار ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ شرعیات مذہبیات میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے۔ ازل سے لیکر آج تک کوئی بھی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس کے اندر مذہبیات میں اختلاف نہ ہوا ہو یہ بد دین لوگ اس اشکال میں یہاں تک بڑھے کہ بعض نے سرے سے دین ہی کا انکار کر دیا اور بعض نے دین کا اقرار کرنے کے بعد دینیات سے انکار کر دیا۔ حالانکہ ایک ظاہر سی بات یہ تھی کہ جب خود ان کے اقرار کے موافق ازل سے ہی یہ اختلاف چلا آرہا ہے تو ان کو خود ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ یہ ایک فطری چیز ہے اور ضروری ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ہزاروں برس کے اس طویل

۴ حضورؐ کا ارشاد ہے جو تیری عبادت نہ کرے اسکی عبادت نہ کر۔ لیکن یہ بھی حدیث میں وارد ہے جو تیری عبادت نہ کرے اسکی عبادت کر۔ (مقاصد حسنہ)

زمانہ میں یہ بات مستمر اً چلی آتی حالانکہ ان میں نہ معلوم کتنے ہزار عقلا اور حکماء ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ درحقیقت یہ اشکال بھی دین سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے دین میں اختلاف کی دو وجہیں ہیں ایک اصولی درجہ میں دوسری فروعی حیثیت سے۔ اصولی درجہ میں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ دین اور مذہب حقیقت میں مالک الملک خالق الکائنات کے ارشادات اور احکامات پر عمل کرنے کا نام ہے اور مالک کیلئے حق ہے کہ وہ اپنی مملوک کیلئے جس وقت جو حکم مناسب اور موافق مصلحت خیال فرمائے نافذ کر دے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں نہ کوئی بے وقوف سا بیوقوف یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں آقا نے اپنے نوکر کو کل یہ کام کرنے کو کہا تھا آج دوسرا کام کیوں بتا دیا ایک حاکم کا حق ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بہبود کے لئے آج ایک قانون تجویز کر دے کل کو اس میں کوئی مناسب ترمیم کر دے۔ مالک الملک نے بھی مختلف امتوں کیلئے مختلف اوقات میں اصول کے اتحاد کے ساتھ مناسب ترمیمات فرمائی ہیں جو ان امتوں کے حسب حال اور ان کے لئے مناسب سمجھیں۔ اور ان ترمیموں کی وجہ سے مذاہب میں اختلاف لازمی اور ضروری تھا۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُم عَن قِبلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيهَا قُل لِلّٰهِ المَشرِقُ وَالمَغرِبُ

(سورہ بقرہ رکوع ۱۷)

اب تو یہ بے وقوف ضرور کہیں ہی گے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے سابق قبلہ سے جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس نے بدلدیا آپ فرما دیجئے سب مشرق و مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں (خدا تعالیٰ کو مالکانہ اختیار ہے جس سمت کو دل چاہے مقرر فرما دیں کسی کو منصب علت دریافت کرنے کا نہیں ہے)۔ حق تعالیٰ شانہ نے مختلف ملل کے لئے مختلف احکامات ارشاد

فرمائے اور ہر ملت کیلئے جب تک وہ احکام باقی تھے اونپر عمل ضروری تھا جب دوسرا حکم نازل ہوگیا اب اوسکی اطاعت اور فرمانبرداری ضروری بنگئی اسلئے یہ تخیل کہ ایک ہی احکام سب کیلئے ہیں نادانی ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَا اٰتٰكُمْ (س مائدہ ع ۷)

تم میں سے ہر ایک امت کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی اور اگر اللہ تعالیٰ کو (سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا) منظور ہوتا تو سب (یہود و نصاریٰ و اہل اسلام) کو (ایک ہی شریعت دیکر) ایک امت بنا دیتے لیکن ایسا نہیں کیا (بلکہ ہر امت کو جدا جدا طریقہ دیا) تاکہ جو جو دین تم کو (ہر زمانہ میں) دیا ہے اوس میں تم سب کا امتحان فرمائیں۔

دوسری بات فروعی حیثیت سے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا صدور اور جزئیات کا ورود کتابی صورت سے نہیں ہوا بلکہ عملی صورت سے وقتی واقعات کے طور پر ہوا ہے (جس کو ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الانصاف میں تحریر فرمایا ہے اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ۔ میں اپنے مضمون اختلاف ائمہ میں بھی لکھ چکا ہوں) ان واقعات سے احکام کا استنباط ہوا ہے اور ظاہر بات ہے کہ سمجھ اور فہم کے اعتبار سے فطرۃً قویٰ بشریہ مختلف ہیں ہر شخص ایک سی سمجھ نہیں رکھتا ایسی حالت میں اپنی فہم اور اپنے اجتہاد کے لحاظ سے احکام میں فرق ضروری تھا اور ہوا۔ لیکن جب شریعت مطہرہ نے اس اجتہاد کی اجازت اور گنجایش بتا دی اور خصوصی قواعد کے ماتحت اس اختلاف کو جائز قرار دیدیا بلکہ رحمت بنا دیا تو پھر کوئی خلجان باقی نہ رہا۔ تعجب ہے کہ ہم لوگ شب و روز میں بیسیوں مرتبہ اپنے کمسن بچوں سے

یہ بات کہتے ہیں کہ تم ابھی بچے ہو فلاں بات تمہاری سمجھ میں نہ آئیگی جب بڑے ہوجاؤگے اوس وقت سمجھ میں آجائیگی لیکن ہم لوگ اپنے کو ایسا کامل الفہم کامل الذہن کامل العقل سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیات کا مطلب وہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جہانتک (نعوذ باللہ) مشکوٰۃ نبوت کی بھی رسائی نہ ہو صحابہ اور تابعین کا تو ذکر ہی کیا ہے حالانکہ ہم لوگ نہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی برابری ایمان کی پختگی میں کرسکتے ہیں نہ اعمال کی درستی میں نہ قرآن شریف کی زبان دانی میں نہ انوار معرفت میں پھر کیا پوچھنا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کا جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی رسائی نہیں ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے تلبیس ابلیس میں بالتفصیل وہ صورتیں لکھی ہیں جن میں اس امت پر شیطان کا ایک حملہ ان کی ذکاوت اور عقل اور ذہن کی طرف سے ہوتا ہے اور ثابت کیا ہے کہ بشری قوتیں علوم الٰہیہ کو اجمالی طور سے حاصل کرسکتی ہیں اور اسکے لئے ان کو شرائع کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ گمراہی کے گڑھے میں گرجائیں گی اور اسی وجہ سے بہت سے حکمائے سابق اس بھنور میں پھنس گئے۔ مفید مضمون ہے دل چاہے تو دیکھ لو۔

علاوہ ازیں ایک چیز اور بھی نہایت قابل اہتمام ہے غور سے سنو کہ اختلاف رائے خواہ ممدوح ہو یا مذموم کسی اختلاف میں بھی حدود سے تجاوز کرجانا اور مخالفین کے ساتھ اعتدال سے بڑھ کر معاملہ کرنا اسلامی تعلیم کے منافی ہے قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا (پ مائدہ ع ۱)

ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام میں جانے سے روک دیا ہے وہ بغض تمہارے لئے اس کا باعث بنجائے کہ تم حد سے

نکل جاؤ۔ غور کرو کہ یہاں کفار کی مخالفت کیسی سخت اور مذموم تھی لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو انکی مخالفت میں بھی حد سے تجاوز کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اختلاف رائے نہیں ہوتا یا اختلاف مسائل نہیں ہوتا یا آپس کا نزاع نہیں ہوتا یہ سب چیزیں ہمیشہ ہی سے ہوتی آئی ہیں اور رہینگی مخالفتیں ممدوح بھی ہوتی ہیں اور مذموم بھی مگر کونسی چیز ہمارے لئے ایسی ہے جس کے بارے میں ہمارے پاس اسلاف کی رائے اون کا فعل اُن کا عمل مشعل ہدایت نہیں ہے۔ آپس کی مخالفت کے قصے دیکھنا ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اختلافات دیکھو کہ وہ آپس میں لڑ کر اس تعلیم کو بھی پورا فرما گئے ہیں۔ میں مثال کے طور پر چند واقعات کی طرف تمہیں متوجہ کرتا ہوں مگر اوس سے قبل ایک اصولی بات پر بھی متنبہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معاصی بھی صادر ہوئے اور امور سلطنت وحکومت میں اختلافات اور لڑائیاں بھی ہوئیں ان میں سے بہت سے امور گو ان حضرات کی شایان شان نہ ہوں ان کے علو مراتب کے بعض امور خلاف ہوں لیکن ہمارے لئے وہ امور مشعل ہدایت ہیں اور جو واقعات بھی پیش آئے وہ امت کے لئے راہ عمل اور عمل کیلئے نمونہ ہیں اور حقیقی بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عملی تعلیم کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور یہی ضرورت نبی کی ہوتی ہے کہ اُمت کیلئے جو احکام نازل ہوں وہ ان کو عملی جامہ پہنا کر جاری کر جائے تاکہ بعد میں یہ کہنے کی گنجایش نہ رہے کہ ان پر عمل کیسے ہو سکتا ہے ایسی حالت میں قوانین دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جنسے شانِ نبوت انکار نہ کرتی ہو اور انکا صدور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صبح کی نماز کیلئے آنکھ کا

نہ کھلنا جو ایک مرتبہ تو قطعاً پیش آیا اور محققین کی رائے یہ ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ دو یا تین مرتبہ پیش آیا۔ چونکہ یہ فعل شان نبوت کے منافی نہ تھا اسلئے حضور کی ذات سے صادر ہوا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی مشائخ بلکہ معمولی سالکین ایسے ہیں کہ انکی ہمیشہ خود بخود آنکھ کھل جاتی ہے۔ صبح کی نماز تو بڑی چیز ہے تہجد بھی ان حضرات کا قضا نہیں ہوتا اسی طرح نماز میں سہو ہو جانا متعدد بار حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا جس کے بارہ میں خود حضور کا ارشاد ہے اِنِّی لَا اَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی لِاَسُنَّ (موطا مالک) میں بھولتا نہیں ہوں بلکہ بھلایا جاتا ہوں تاکہ سنت (اور طریقہ) جاری کردوں دوسرے وہ احکام جو ایسے امور کے متعلق ہوں جو شان نبوت کے منافی ہیں جیسے زنا چوری وغیرہ اور اس نوع کے احکام کا بتانا بھی ضروری تھا اور ان کی حدود کا جاری کرنا بھی ایسے ہی سلطنت کے مقابلے اور حکومت کرنے اور حکومت لینے کے ضوابط کی ضرورت بھی تھی۔ نبی اکرم صلے اللہ کے زمانہ حیات میں یہ چیز اگر پیش آتی تو جس جانب حضور کا فیصلہ ہو جاتا وہ قطعی تھا خلاف کی گنجائش ہی نہ تھی اسلئے ضرورت تھی کہ حضور کے بعد یہ چیزیں پیش آئیں اور دونوں جانب کے اصول وضوابط معرض ظہور میں آئیں اسلئے جو چیزیں ایسی تھیں کہ شان نبوت ان کے منافی تھی صحابہ کرام نے اپنے آپ کو ان چیزوں کے اجرا کے لئے پیش کیا ان میں سے جو امور ایسے تھے کہ حضور کے زمانہ میں وجود میں آسکتے تھے جیسے معاصی وہ حضور کے زمانہ میں صادر ہوئے اور جو ایسے تھے کہ حضور کے زمانہ میں ان کا پیش آنا مشکل تھا جیسے کہ سلطنت کے نزاعات وہ بعد میں پیش آئے ایسی حالت میں ہم لوگوں کو ان سب نزاعات اور اختلافات پر بھی ان حضرات کرام رضی اللہ

عنہم اجمعین کا ممنون احسان ہونا ضروری ہے کہ ہمارے لیئے یہ حضرات راستے کھول گئے اور حکومت کرنے اور حکومت کی جائز مخالفت کرنے کے طریقے بتا گئے اب اس تمہید اور اصل کلی کے بعد چند نمونے مخالفت کے بھی لکھتا ہوں غور کی نگاہ سے دیکھو کہ آپس کی مخالفتوں میں بھی ان حضرات نے کیا نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ جنگ جمل کتنی سخت لڑائی ہوئی تھی کہ تقریباً بیس ہزار آدمی اس لڑائی میں قتل ہوئے (تاریخ الخمیس) لیکن جب معرکہ شروع ہو رہا تھا اور دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ صف سے آگے بڑھے اور مد مقابل جماعت میں سے حضرت زبیرؓ کو آواز دی وہ بھی اپنی صف سے آگے بڑھے دونوں نے معانقہ کیا اور دونوں روئے حضرت علیؓ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے مجبور کیا کہ تم یہاں مقابلہ پر آگئے۔ حضرت زبیر نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ نے۔ دونوں حضرات میں گفتگو ہوتی رہی یہ ایسے دو مخالفوں کا برتاؤ ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلواریں نکالے ہوئے بالکل طیار بیٹھے تھے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ) اسکے بعد معرکہ ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کو فتح ہوئی دوسری جماعت کے بہت سے افراد قید ہوئے۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے بعض افراد نے اصرار کیا کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے حضرت علیؓ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے دوبارہ بیعت لیتے رہے اور معاف فرماتے رہے ان مغلوبین کے مال کو غنیمت قرار دیا لیکن ان کی جانوں کو قیدی بنانے سے انکار فرما دیا۔ لوگوں نے اسپر بھی اصرار کیا کہ جب ان کے مال غنیمت بنائے گئے تو جانیں بھی قیدی بنائی جائیں حضرت علیؓ اول انکار فرماتے رہے

آخر اپنی جماعت کے اصرار پر ارشاد فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اپنی ماں حضرت عائشہ رضؓ کو باندی بنا کر اپنے حصہ میں لینے پر تم میں سے کونسا طیار ہے؟ انہوں نے عرض کیا نستغفر اللہ (یعنی ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں یہ تو نہیں ہو سکتا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وانا استغفر اللہ (میں بھی اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں) کیا ہم بھی اپنے کسی مخالف کا کوئی احترام باقی رکھتے ہیں، دشمنی اور مقابلہ میں تلوار اٹھانا بہت بڑی چیز ہے کیا ہم معمولی سا خلاف کرنیوالے کا بھی اتنا احترام رکھتے ہیں جتنا یہ حضرات مقابلہ میں تلوار اٹھانیوالے کا رکھتے تھے۔ اس کے بعد دیکھا کہ مقتولین میں محمد بن طلحہ پڑے ہوئے ہیں، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، تم بڑے عبادت گذار شب بیدار تمام رات نماز پڑھنے والے تھے، سخت سے سخت گرمی میں کثرت سے روزے رکھنے والے تھے (کتاب الامامۃ) اس لڑائی کے خاتمہ پر جب حضرت عائشہ رضؓ کا اونٹ زخمی ہو کر گرا ہے تو حضرت علیؓ نے جلدی سے کہا دیکھو ام المؤمنین کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی (طبری) حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ جو حضرت علیؓ کے طرفدار تھے جلدی سے بڑھے دریافت کیا کہ کوئی تکلیف تو نہیں پہونچی، اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہودج کے پاس تشریف لیگئے، فرمایا اماں جان کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ اللہ جل شانہ تمہاری غلطی کو معاف فرمائے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے (طبری) یہ تھا مخالفوں کے ساتھ معاملہ اور یہ تھی مقابلین کی عزت افزائی۔ ہم لوگوں کو اپنے کسی حریف پر تسلط حاصل ہو جائے تو ہمارا کیا برتاؤ ہے۔ کسی مخالف پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اسکی جان و مال آبرو کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر ہم رحم کر سکتے ہیں۔

امیر معاویہ رضؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ ضرب المثل ہے، امیر معاویہؓ کی حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص ابن خیبری نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا۔ صبر نہ ہو سکا اس کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پہونچا۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، کیا فیصلہ فرمادیں۔ قاتل کی سزا قصاص، لیکن یہ قتل جن حالات میں صادر ہوا وہ بھی بالکل نظر انداز کرنا مشکل۔ حضرت معاویہ رضؓ نے ابو موسی اشعریؓ کو لکھا کہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں مسئلہ تحقیق کر کے لکھیں (موطا امام مالک) کیا ہم بھی اپنے کسی سیاسی مخالف کے سامنے جہل کا اقرار کر سکتے ہیں، کسی مسئلہ میں جو باہمی نزاعی نہ ہو اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، ہمارے سیاسی مخالف کا نہ کوئی قول معتبر ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں اسطرف رجوع کرے

حضرت علیؓ سے ان کے خلیفہ ہونے کے وقت جب مہاجرین وانصار نے بیعت عامہ کی تو ایک جماعت بیعت میں شریک نہیں ہوئی حضرت علیؓ نے انپر جبر نہیں فرمایا اور جب آپ سے کسی نے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ حق کا ساتھ دینے سے بیٹھ گئے لیکن باطل کا ساتھ بھی نہیں دیا (خمیس) مگر آج کوئی شخص یا کوئی جماعت سکوت اختیار کرے تو اوس کا کیا حشر ہے یہ اخبار بینوں سے مخفی نہیں ہے۔ حضرت امام حسنؓ کو زہر پلایا گیا اور جب وصال ہونے لگا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ کس نے زہر دیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ میں ہرگز نہ بتاؤنگا کہ کس نے پلایا ہے اگر وہی ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو اللہ جل جلالہٗ کا انتقام بہت کافی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بے گناہ کو مارا جائے (خمیس) لیکن ہمارا کیا عمل ہے جس شخص سے معمولی اختلاف رائے ہے ہر برائی اوسکے ذمہ ڈالی جاتی ہے جو اذیت ہم کو پہونچتی ہے اوسی کی سازش سمجھی جاتی ہے کوئی دوسرا شخص کسی قسم کی اذیت پہونچائے تو دیدہ و دانستہ اوس اذیت کو اس مخالف رائے کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کی جائیگی۔ بسا اوقات ہمارا دل کہتا ہے کہ یہ فعل اوسکا نہیں ہے مگر انتقام کا جوش اس کی سعی کرتا ہے کہ اس قصہ میں اوس کو بے گناہ جانتے کے باوجود اوس کو پھانسا جائے۔ اور سنیئے اسی جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی اور حضرت علیؓ کی کس قدر سخت مخالفت تھی کہ اصل جنگ ہی ان دونوں حضرات کی تھی لیکن جب حضرت حسن بن علیؓ پر زہر کے اثر کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور اسکی اجازت منگائی کہ میں ان کے گھر

میں اپنے نانا صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے باوجود اس ساری لڑائی کے بخوشی اسکو قبول فرمایا اوسکے بعد حضرت حسن نے حضرت حسین سے فرمایا کہ شاید میری زندگی میں میری شرم ولحاظ کی وجہ سے اجازت دیدی ہو میرے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا اگر وہ بخوشی اجازت دیں تو وہاں دفن کردینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کردینا۔ حضرت حسینؓ نے بھائی کے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا (نعم وکرامتہ) ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ دیہ ہے مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت اسکے بعد کا حال بھی سنو کہ) امرا بنی اُمیہ نے اس وجہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو مخالفین نے وہاں دفن نہ ہونے دیا تھا مزاحمت کی اور کہا کہ جب حضرت عثمانؓ کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تو حسن بھی دفن نہیں ہوسکتے لیکن اسکے باوجود حضرت حسینؓ نے جنازہ کی نماز پڑہانے کے لئے امیر مدینہ سعید بن العاصی کو بڑھایا اور فرمایا کہ یہی سنت ہے (خمیس) کیا ہم بھی سنت کی رعایت میں اپنے دشمن کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی اختلاف پر مصلّوں سے ہٹا دینا امامت سے علیحدہ کردینا روزمرہ کے معمولات ہیں دوچار واقعہ ہوں تو کوئی گنوائے جہاں ہزاروں لاکھوں واقعات اسی نوع کے ہوں تو کہاں تک گنوائے جائیں یہ مسلمانوں کے ساتھ ان حضرات کے معاملات تھے۔ ایک نظر غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ پر بھی ڈلتے جاؤ۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ابتداء اسلام میں کیا کچھ تکلیفیں نہیں پہونچائیں کونسی ایسی اذیت وتکلیف اور توہین وتذلیل تھی جو ان حضرات کی ساتھ نہیں برتی گئی۔ ہر مسلمان ان سے واقف ہے اور

عام وخاص کی زبانوں پر یہ واقعات ہیں۔ کچھ نمونہ دیکھنا چاہو تو حکایاتِ صحابہؓ کا یہ باب دیکھو۔ لیکن ان سب کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوتا ہے سب کفار زیر نگین اور مغلوب ہوتے ہیں۔ اس وقت ہر شخص اپنے اوپر خائف ہے کہ اپنی عداوتیں سامنے ہیں۔ لیکن حضور کی پاک زبان سے نکلتا ہے۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ (درمنثور) آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ غزوۂ بدر میں کس زور شور سے کفار نے مقابلہ کیا۔ پھر مغلوب ہوئے پکڑے گئے۔ لیکن قیدیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا کہ بعض کو معمولی معاوضہ پر آزادی دی گئی اور بعض غریبوں کو بلامعاوضہ آزادی دے دی گئی (خمیس) اسی طرح جسقدر معرکے حضورؐ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوئے ہیں تاریخ کے صفحات ان سے پر ہیں۔ کہ ذمیوں اور قیدیوں کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا تھا وہ آج مسلمانوں کا مسلمانوں سے نہیں ہے۔ معمولی سے معمولی آدمی عورت اور غلام تک کسی کو امن دیدیتا تھا تو بادشاہ اور امیر کو اس کا پورا کرنا ضروری تھا۔ آج قوم کے بڑے بھی کسی سے معاہدہ کرلیں تو ساری قوم ان کے خلاف لعنت کا ووٹ پاس کرنے کو تیار ہے۔ فتح مکہ میں حضرت ام ہانی نے اپنی سسرال کے کسی شخص کو امن دیدیا۔ حضرت علیؓ نے اس کو رد کرنا چاہا، مگر حضور نے فرمادیا کہ ہمنے امان قبول کرلیا ہے اور ضابطہ بنا دیا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کا امان دے دینا معتبر ہے ہرمزان کا بار بار بدعہدی کرنا اور پھر امن چاہنا تواریخ میں مفصل مذکور ہے۔ اور اخیر میں جب حضرت عمرؓ نے ان کی مکرر سہ کرر بدعہدی سے قتل فرمانے کا تہیہ کرلیا تھا تو کیسے معمولی حیلے سے امن چاہ کر مسلمان ہوئے کہ اول اپنے پیاسے ہونے کو ظاہر کیا

اور جب پانی دیا گیا تو کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ پانی پیتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اندیشہ نہ کرو۔ پانی پینے تک تم کو امن دیدیا۔ یہ سُن کر گلاس کا پانی گرا دیا۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ پانی منگایا تو کہنے لگے مجھے پانی پینا منظور نہیں ہے۔ مگر آپ پانی پینے تک امن دے چکے ہیں۔ اگرچہ یہاں بالکل صاف اور ظاہر مفہوم تھا کہ پانی نہیں پینا تو امن ختم ہے۔ مگر چونکہ امن اور ایفائے عہد میں یہ حضرات بہت اونچی چٹان پر تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کو قبول فرمالیا۔ ان حضرات کے اس علو شان کا تھوڑا سا اندازہ اوس تحریر سے ہوتا ہے جو حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھی ہے۔ جس میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی عجمی مذاق اور لہو ولعب کے طور پر یا کسی ایسی زبان میں یا ایسے الفاظ میں کہے جو اُن کے یہاں امن سمجھے جاتے ہوں تو تم اس کو امن کے قائم مقام سمجھو۔ اس لئے کہ امن دینے میں غلطی کر جانا کارآمد ہے اور بد عہدی میں غلطی کر جانا ہلاکت ہے۔ اور تمہارے ضعف اور دشمن کے قوی ہو جانے کا سبب ہے (اشاعۃ)

ابو لؤلؤہ جو حضرت عمرؓ کا قاتل ہے نصرانی غلام تھا۔ حضرت عمرؓ کی زندگی ہی میں ان کو اشارے سے قتل کی دھمکی دی۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ کے بعد قتل بھی کر دیا حضرت عمرؓ نے خود فرمایا کہ اس نے اسوقت مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن اسکے باوجود کیا کوئی انتقام اس سے لیا۔ بلکہ اس کے بالمقابل اس کے ساتھ احسان کا ارادہ تھا جو کتب احادیث اور تاریخ میں مشہور ہے۔ اور اسکی عداوت کا یہ حال تھا کہ جب نہاوند کے قیدی پکڑ کر لائے گئے تو ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور

کہتا تھا کہ اَکَلَ عُمَرُ کَبِدِی۔ عمرؓ نے میرا جگر کھا لیا ہے (اشاعۃ)

ابن ملجم حضرت علیؓ کا قاتل ایکمرتبہ کسی اپنی حاجت کو لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسکی حاجت پوری فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اسکو آپ قتل کیوں نہیں کرا دیتے۔ آپ نے فرمایا فَمَنْ یَّقْتُلُنِیْ پھر مجھے کون قتل کرے گا (اشاعۃ)

ایک روایت میں ہے کہ ابھی تو اس نے قتل نہیں کیا (تو پہلے سے پہلے قصاص کیسے ہو سکتا ہے) جب اس شقی نے آپ پر حملہ کر دیا اور پکڑا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی قتل نہ کرنا قید میں رکھنا (وَاَطِیْبُوْا طَعَامَہٗ وَاَلِیْنُوْا فِرَاشَہٗ) اور کھانے کو اچھا دینا اور بستر نرم دینا اگر میں اس حملہ سے مرگیا تو قصاص میں قتل کر دینا۔ اور اچھا ہو گیا تو میں اپنے معاملہ کا مختار ہوں چاہے معاف کر دوں یا بدلہ لوں (خمیس) ان واقعات کا احاطہ کسی مختصر تحریر میں کیا ہو سکتا ہے تواریخ ان سے لبریز ہیں۔ مجھے تو اس نمونہ سے صرف ادھر متوجہ کرنا مقصود ہے کہ مخالفتیں اور دشمنیاں ہوتی آئی ہیں مگر دشمنوں کے ساتھ بھی ان پاک نفوس کا جو برتاؤ تھا وہ ہمارا دوستوں سے بھی نہیں ہے۔ پھر امید باندھے بیٹھے ہیں کہ اسلام اسلام کا نام زبان پر رٹیں اور ثمرات وہی حاصل ہوں جو ان کو حاصل تھے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

(آخری وصیت) ابھی میرا کچھ اور بھی لکھنے کا خیال تھا۔ مگر ماہ مبارک قریب آرہا ہے۔ اور اس مبارک مہینے میں مجھے خط لکھنا تو درکنار، پڑھنا بھی دشوار ہے۔ اس لئے ایک نہایت مختصر مضمون پر اس خط کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس سارے مضمون سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ ہماری ساری پریشانیوں کا منشا اسلامی تعلیمات سے ہماری غفلت اور اس پر عمل نہ کرنا ہے اس لئے کہ مسلمان کی انتہائی ترقی کا راز صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے

میں مضمر ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں ہے لہذا ایک آخری نصیحت اور وصیت کرتا ہوں ۔
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ، جوانان سعادت مند پند پیر دانا را
کہ جہاں کہیں کسی ناجائز امر کو دیکھو اور اس کے روکنے پر قدرت ہو اسمیں دریغ نہ کرنا۔ اور
جہاں قدرت نہ ہو وہاں نزاع و فساد پیدا نہ کرنا۔ یہ دو امر نہایت اہم اور دقیق
ہیں۔ اسمیں ہم لوگ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے امور کو جو ہماری قدرت
میں ہیں ہم اپنے تعلقات کے زور میں اولاد و احباب کی محبت میں ان پر سکوت
کرتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ
بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ رواہ مسلم وغیرہ
(رسالہ تبلیغ) جو شخص تم میں سے کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے
مثلاً کوئی ناجائز چیز بنتے ہوئے دیکھے اگر قدرت ہے تو اسکو توڑ ڈالے۔ کسی شخص کو کسی
گناہ میں مبتلا دیکھے ہاتھ پکڑ کر لے جائے۔ اس پر کچھ زور ہو تو مار کر روک دے)
اگر اسکی قدرت نہ ہو تو زبان سے بدل ڈالے (یعنی ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو، تو
زبان سے روک دے یا کم از کم زبان سے اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کر دے) اگر
اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے
دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں ہے اور ظاہر بات
ہے کہ جب دل سے بھی اس کو برا نہیں سمجھا ہے تو گویا دل سے اس کو پسند کر لیا۔
پھر ایمان کا کونسا درجہ رہ سکتا ہے ۔ اسی لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے أَفْضَلُ الْجِهَادِ
كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ۔ ارشاد فرمایا ہے (افضل ترین جہاد حق بات کا ظالم بادشاہ
کے سامنے کہدینا ہے) کہ چونکہ ہاتھ سے روکنے پر قدرت نہیں ہے اسلئے زبان ہی سے

کہدے شاید اثر کر جائے، یا کم از کم اس کے علم میں تو یہ بات آجائے کہ میں فلاں کام ناجائز کر رہا ہوں۔ اپنی جہالت سے ناجائز کو جائز اور باطل کو حق وہ سمجھتا ہے کہ پھر اس سے رکنے کی یا توبہ کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَا مِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْهِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُغَیِّرُوْا عَلَیْهِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَغَیْرُهُمَا (رسالہ تبلیغ) جو شخص کسی جماعت میں ہو اور کوئی ناجائز کام کرتا ہو۔ اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو پھر بھی نہ روکے تو ساری جماعت کو مرنے سے پہلے پہلے اس کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اُف کس قدر سخت وعید ہے۔ ہم لوگ اپنی اولاد کو اپنے چھوٹوں کو علی الاعلان ناجائز امور کرتے دیکھتے ہیں ہر طرح سے ان پر قدرت ہے، زور ہے لیکن پھر بھی اُن کی محبت کی وجہ سے یا دین سے غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے نہیں روکتے۔ یہ حقیقت میں نہ اُن کے ساتھ خیر خواہی ہے نہ اپنے ساتھ ان کو بھی مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے کو بھی آج اولاد، ملازم، بیوی، بہن کوئی مالی نقصان کر دے، ہماری اپنی شان کیخلاف کوئی بات کہدے اس کی جان کو آجائیں گے۔ مار پیٹ سے بھی دریغ نہ ہوگا۔ گالی دینے اور بُرا بھلا کہنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لیکن وہ نماز نہ پڑھتا ہو، جُوا کھیلتا ہو ڈاڑھی منڈاتا ہو غرض اللہ جل جلالہٗ اور شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو، تو کچھ مارنا تو درکنار، زبان سے بھی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ دل میں بھی خیال نہیں آتا۔ کوئی حکومت کا مجرم ہو اس کا باغی ہو قتل کا ملزم ہو وہ ہمارے پاس آجائے تو زبان سے اگر کسی وجہ سے نہ کہا جائیگا تو بھی دل میں بار بار خیال آئیگا

کہ یہ مجرم میرے پاس ہے کہیں میں اسکی ساتھ نہ پکڑا جاؤں لیکن اللہ کا باغی، اللہ کا نافرمان کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہمارے پاس آتا ہے تو زبان سے کہنا تو بڑی بات ہے دل میں بھی اس کا وسوسہ نہیں آتا کہ یہ اللہ کا مجرم ہے کہیں اسکی نحوست میں میں بھی گرفتار نہ ہو جاؤں۔ قرآن حکیم اور احادیث بار بار اس چیز کی مذمت کرتے ہیں۔ اس پر جگہ جگہ تنبیہیں وارد ہیں۔ اور پھر اللہ جل شانہٗ جیسا قادر کہ دنیا اور آخرت کی بادشاہت اسی کی ہے۔ دنیا کے سارے بادشاہ اور حاکم اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں لیکن ذرا بھی اس مالک کا خوف ہمارے دل میں نہیں آتا اور علی الاعلان اُسکے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ہم پر بلائیں اور مصیبتیں کیوں نہ نازل ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ الْخَاصَّۃِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظَہْرَانِیْہِمْ وَھُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْ یُّنْکِرُوْہُ فَلَا یُنْکِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْعَامَّۃَ وَالْخَاصَّۃَ (مشکوۃ) اللہ جل شانہٗ چند مخصوص لوگوں کے گناہ کرنے سے سب کو عذاب نہیں کرتے جبتک کہ وہ لوگ ان مخصوص لوگوں کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں۔ اور جب ایسا ہو کہ وہ روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو پھر عام خاص سب کو عذاب میں مبتلا فرماتے ہیں میں اسی مضمون کو اپنے ایک رسالہ میں جو رسالہ تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے مفصل لکھ چکا ہوں اسلئے یہاں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جس جگہ آدمی کو قدرت حاصل ہے وہاں نہ روکنا اپنے آپ کو مصائب اور پریشانیوں کیلئے پیش کرنا ہے۔ اور منجملہ اور پریشانیوں کے اسباب کے جو آج چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ بھی بڑا سبب ہے کہ ہم دین کی کسی بات پر کسی مخالف اور دشمن کو تو ضرور اسکی آبروریزی کی نیت سے اس کا وقار گرانے کی فکر میں تو کیں گے اور کچھ نہ ہو سکے گا تو اظہار حق اور احقاق حق کے نام سے اسکے خلاف ایک فتویٰ لیکر شائع کرینگے

لیکن اپنے عزیز کو اپنے دوست کو اپنے چھوٹے کو کبھی بھی ٹوکنے کا ارادہ نہ کرینگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِی الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِی سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ (رسالہ تبلیغ) جب میری امت دنیا کو عظیم الشان اور اونچی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلامی ہیبت اس سے جاتی رہیگی اور جب نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور بُرے کاموں سے روکنا چھوڑ دے گی تو وحی کی برکتوں سے محروم ہو جائیگی۔ اور جب آپس میں ایکدوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائیگی۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تمہیں دو نشے گھیریں گے ایک نشہ زندگی کی محبت کا، دوسرا نشہ جہالت کی محبت کا (یعنی علم حاصل کرنے سے پہلو تہی کرنا) اس وقت تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دو گے اور بُری باتوں سے روکنا چھوڑ دوگے اسوقت قرآن وحدیث پر مضبوطی سے جمنے والے ایسے ہونگے جیسے اونچے درجہ کے مہاجرین و انصار (جامع) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی حدود پر قائم ہیں (یعنی دین میں خوب پختہ ہیں) اور جو لوگ ان میں گرنے والے ہیں (یعنی معاصی میں مبتلا ہیں) ان دونوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو ایک جہاز میں سوار ہوئی جسمیں کچھ لوگ اوپر کے طبقہ میں ہیں اور کچھ لوگ نیچے کے حصہ میں ہیں۔ نیچے والے پانی لینے کے لئے بار بار اوپر آتے ہیں وہ اس دقت کی وجہ سے کہ اوپر بار بار جانا پڑتا ہے جس سے انکو بھی تکلیف ہوتی ہے جو اوپر ہیں اسلئے وہ لوگ جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ کرنے لگیں تاکہ وہیں سے پانی آنے لگے تو ایسی صورت میں اگر اوپر کے حصہ والے انکو سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو جہاز میں سوراخ ہو جانے سے اندر پانی بھر آئیگا اور دونوں فریق ڈوب جائینگے (ترغیب عن البخاری) اس لئے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ قدرت کے بعد نہ روکنا صرف گناہ کرنیوالے ہی کو نقصان رساں نہیں ہے

اپنے آپ کو بھی عذاب الٰہی میں مبتلا کرنا ہے اور عام عذاب کیلئے تیار ہونا ہے آجکل جو لوگ دیندار کہلاتے ہیں اور بہت سے ان میں واقعی دیندار ہیں بھی وہ اپنے آپکو بالکل ہی سبکدوش سمجھتے ہیں لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (جب تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو نقصان نہیں پہنچاتا) کا پروانہ اپنے اطمینان کیلئے کافی سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اللہ تعالیٰ ان پر لاکھوں رحمتیں نازل فرماویں دین کے کسی جز کو بھی غیر مکمل نہیں چھوڑا ہے متعدد صحابہؓ سے اس آیت شریفہ کے بارے میں حضورؐ سے سوال کرنا اور حضورؐ کا جواب میں یہ ارشاد فرمانا تفاسیر میں منقول ہے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ کرتے رہو، ورنہ عام عذاب میں مبتلا ہو جاؤگے اور اس آیت شریفہ کا محمل یہ ہے کہ جب اسکی طاقت نہ رہے اور فتنوں کا دروازہ کھل جائے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کو بے محل پڑھتے ہو۔ میں نے خود حضور سے سنا ہے کہ جو لوگ ناجائز کام کو دیکھیں اور اسکو نہ روکیں قریب ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جائیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف فرما تھے۔ دو آدمیوں میں کچھ نزاع ہوا۔ پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک صاحبؓ نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر اس کو روک دیں دوسرے کسی صاحب نے اُن کو اٹھنے سے منع کیا اور یہ آیت تلاوت کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ابھی اس آیت کا وقت نہیں آیا ہے (درمنثور) الغرض جہاں قدرت ہو وہاں نکیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری جانب جہاں قدرت نہ ہو۔ نکیر پر کوئی فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو۔ کسی دینی مضرت اور نقصان کا خیال ہو۔ وہاں خواہ مخواہ خم ٹھوک کر نہ کھڑے ہونا بلکہ اس مجمع سے یکسوئی اختیار کرنا اور لوگ تمہاری یکسوئی پر برا بھلا کہیں، گالیاں دیں طعن و تشنیع کریں اسکو برداشت کرنا۔ ہمت ہو تو ان کیلئے دعائے خیر کرنا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کس قدر پاک اور اونچا اسوہؐ ہے۔ لیکن یہ نہ ہو سکے تب بھی ایسے مواقع میں جھگڑے سے علیحدہ رہنا اصلاح کی فکر میں نہ لگنا اپنے کو سنبھالے رہنا بہت غنیمت ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِذَا رَأَیْتَ النَّاسَ قَدْ مَرَجَتْ عُھُوْدُھُمْ وَخَفَّتْ اَمَانَاتُھُمْ وَکَانُوْا ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَنَامِلِہٖ فَالْزَمْ بَیْتَکَ وَامْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْکِرُ وَعَلَیْکَ بِخَاصَّۃِ اَمْرِ نَفْسِکَ وَدَعْ عَنْکَ اَمْرَ الْعَامَّۃِ رَوَاہُ الْحَاکِمُ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ وَکَذَا فِی الْجَامِعِ وَقَالَ الْعَزِیْزِیْ صَحِیْحٌ

جب تو دیکھے کہ آدمیوں کے عہد و پیمان گڑبڑ ہو گئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں (یعنی انکا اہتمام نہیں رہا) اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالکر ارشاد فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ) لوگ اس طرح آپس میں گڑبڑ ہو گئے (کنایہ ہے حق ناحق بھلے برے کے آپس میں مخلوط اور غیر ممتاز ہو جانے سے) تو اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور زبان کو روک لینا جائز امور کو اختیار کرنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا اور عوام کو چھوڑ دینا۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کا بہترین مال چند بکریاں ہوں جنکو لیکر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور ایسے مواقع پر جا پڑے جہاں بارش ہوتی رہتی ہو کہ اپنے دین کی وجہ سے فتنوں سے بھاگتا ہو (بخاری)

ع‍ جنگ احد میں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرۂ انور بھی زخمی ہو گیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ چیز بہت شاق تھی اور ہونا بھی چاہیے تھی اسلئے انہوں نے درخواست کی تھی کہ ان کفار پر بد دعا فرما دیں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے بجائے بد دعا فرمانیکے یہ پاک الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ جنکا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ لوگ جانتے نہیں (شفا)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے فتنوں کے زمانہ میں یکسوئی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے البتہ جو شخص ایسا ہو کہ اوسکو فتنہ کے روکنے پر قدرت ہو اوسکے لئے اوسکے روکنے میں سعی کرنا واجب ہے جو حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرض عین یا فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کوئی دوسرا شخص اوسکو روکنے والا نہیں ہے تو فرض عین ہے اور اگر اور لوگ بھی ایسے ہیں جو اسکو روک سکتے ہیں تو فرض کفایہ ہے) اور بغیر فتنہ کے زمانہ کے علما میں اختلاف ہے کہ یکسوئی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ اختلاط افضل ہے امام نووی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر بہت سے علما کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت میں اختلاط افضل ہے اسلئے کہ اس سے بہت سے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسلامی شعاروں میں شرکت کی نوبت آتی ہے مسلمانوں کی جماعت کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور انکو بہت سی بھلائی کے پہونچانیکا موقع ملتا ہے مریضوں کی عیادت جنازوں کی شرکت سلام کا شائع کرنا بھلی باتوں کا حکم کرنا بری باتوں سے روکنا نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا محتاج کی مدد کرنا مسلمانوں کی جماعتوں میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ جتنے امور بھی ہو سکتے ہوں سب کا امکان ہے اور جو شخص عالم ہو یا زاہد اوس کیلئے اختلاط کا استحباب اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے لیکن ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ باوجود ان سب کے بھی تنہائی افضل ہے اسلئے کہ اوسمیں سلامتی یقینی ہے بشرطیکہ تنہائی کی عبادت اور ان چیزوں سے جو تنہائی کی حالت میں اوسکے ذمہ ضروری ہیں واقف ہو امام نووی فرماتے ہیں مذہب راجح یہی ہے کہ جس شخص کو اسکا غلبہ ظن نہ ہو کہ وہ خود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہو جائیگا اوسکے لئے اختلاط ہی افضل ہے علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں تو یکسوئی ہی افضل ہے اسلئے کہ مجالس گناہوں سے بہت ہی کم خالی ہوتی ہیں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں بھی کرمانی کا موافق ہوں اسلئے کہ اس زمانہ میں اختلاط سے برائیوں کے سوا اور کچھ حاصل نہیں فقط۔ امام نووی کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی ہے۔

اور علامہ کرمانی کی ۷۸۶ھ میں تقریباً سو برس کے فرق میں زمانہ کا یہ تغیر ہے کہ امام نووی اختلاط کو افضل بتاتے ہیں اور امام کرمانی سو برس کے بعد فرماتے ہیں کہ آجکل مجالس اس قابل نہیں رہیں علامہ عینی کی وفات ۸۵۵ھ میں ہے وہ علامہ کرمانی کی تائید کرتے ہوئے شرور کا اضافہ ہی بتاتے ہیں ایسی صورت میں اب چودہویں صدی کے نصف آخر میں جتنا بھی اضافہ ہو قرین قیاس ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر زمانہ اپنے ماسبق سے شر میں بڑھا ہوا ہوگا اسکے علاوہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھلی باتونکا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو البتہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی فرمانبرداری کیجاتی ہے اور خواہشات نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو بہتر سمجھتا ہے (یعنی خودرائی عام ہو جائے) اور ایسی حالت کو دیکھے کہ (سکوت بغیر) چارہ کار نہیں تو اپنے نفس کی خبر گیری کیجیو (مبادا کسی فساد میں مبتلا ہو جائے) اور عامۃ الناس کو چھوڑ دیجیو۔ عنقریب ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ (اپنے دین پر) صبر کرنا ایسا ہوگا گویا آگ کی چنگاری ہاتھ میں لیلی (مشکوۃ) یعنی آگ کی چنگاری ہاتھ میں لیکر اوسپر صبر کرنا اور اوسکو ہاتھ میں روکے رکھنا جیسا مشکل ہوتا ہے ایسا ہی دین کا تھامنا مشکل ہو جائیگا چنانچہ اس زمانہ میں دینی امور کا پھیلانا انکی جانب متوجہ کرنا بلکہ خود اپنے آپ دین پر عمل کرتے رہنا جسقدر مشکل بنگیا ہے وہ ہر دیندار شخص جانتا ہے اہم سے اہم دینی امر اور ایمان کے بعد سب سے اونچی چیز نماز ہی کو دیکھ لو کہ عوام کے طبقہ سے زیادہ شرفا، اور امرا اور وہ لوگ جو اپنے کو اسلام کا علم بردار سمجھتے ہیں انکو نماز کیلئے کہنا انکو مسجدوں میں جانے پر جماعت کے اہتمام پر آمادہ کرنا کتنا مشکل بنگیا ہے گویا کہنے والے کی اپنی غرض اس سے وابستہ ہے جس کو کہا جاتا ہے اوسکا تو کوئی نفع اس میں ہے ہی نہیں۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری مثال اوس شخص کی سی ہے جس نے کوئی آگ

(چراغ وغیرہ) روشن کی اور پروانے وغیرہ جانور اوسپر آکر گرتے ہیں اور وہ انکو ہٹاتا ہے کہ خواہ مخواہ جل جائینگے مگر وہ ہٹتے نہیں اور اوس میں چلے جاتے ہیں یہی بعینہ میری مثال ہے کہ تم لوگونکو پکڑ پکڑ کر (جہنم کی) آگ سے ہٹاتا ہوں مگر تم لوگ اوس میں گھسے جاتے ہو (مشکوٰۃ) اسیطرح علما کیلئے بھی افضل یہی ہے کہ حتی الوسع منکرات سے روکنے کی سعی کریں لیکن اسکے بعد بھی اگر وہ مغلوب ہو جائیں یا کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو پھر فتنہ سے علیحدہ رہنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج (مشہور ظالم) کو خطبہ میں ناجائز امور کہتے ہوئے سنا میرے دلمیں آیا کہ اوسکو ٹوکوں مگر مجھے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد آگئی (اسلئے چپ ہو گیا) وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کریگا ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت میں داخل ہو جائے جس کا تحمل نہیں کر سکتا حضرت علیؓ نے بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ مسلمان کیلئے یہ (جائز) نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے صحابہ نے عرض کیا کہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کریگا ارشاد ہوا کہ ایسی بلا میں داخل ہو جسکا تحمل نہیں کر سکتا (مجمع الزوائد) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں جس زمانہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی ہو رہی تھی یہ اپنے اونٹوں کو لیکر جنگل میں چلے گئے تھے انکے صاحبزادہ عمر انکے پاس تشریف لیگئے اُنہوں نے دور ہی سے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ (اے اللہ میں اس سوار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ تشریف لیگئے سواری سے اُترے اور عرض کیا آپ اپنے اونٹوں اور بکریونکو لیکر یہاں تشریف لے آئے اور لوگونکو چھوڑ دیا کہ وہ سلطنت پر لڑتے رہیں حضرت سعد نے انکے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور فرمایا

چھپکے رہو میں نے خود حضور سے سنا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اوس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو متقی ہو اور مخفی ہو (ترغیب بروایۃ مسلم) ایک مرتبہ حضور نے فرمایا کہ تم کو بہترین شخص بتاؤں کون ہے صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتایئے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہے جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اللہ کے راستے میں رہے یہانتک کہ مرجائے یا شہید ہو جائے پھر ارشاد فرمایا بتاؤں اسکے بعد کون شخص بہترین ہے صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو کسی گھاٹی میں الگ جا پڑا ہو نماز کو قائم رکھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو لوگوں کے شرور سے محفوظ ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کیا ہی اچھا ہے وہ شخص کہ اپنی زبان پر قدرت رکھتا ہو اپنے گھر میں پڑا رہتا ہو اور اپنی خطاؤں پر روتا رہتا ہو۔ حضرت عقبہؓ کہتے ہیں میں نے حضور سے عرض کیا نجات کی کیا صورت ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو گھر میں پڑے رہو اپنی خطاؤں پر روتے رہو لیکن ان سب صورتوں میں ایک بات قابل اہتمام ہے کہ ناجائز اور بری بات کو دیکھ کر دل سے اوس چیز کو برا سمجھنا دل سے اوسپر رنجیدہ ہونا دل سے اوسپر نفرت کرنا از بس ضروری ہے جس کو سب سے پہلی حدیث میں ایمان کا ضعیف درجہ کہا گیا ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو ہلاک کردو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اوس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے تیری ذرا سی نافرمانی بھی نہیں کی۔ ارشاد ہوا کہ اوسکے باوجود ہلاک کردو میرے بارے میں اوسکی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں پڑا (مشکوٰۃ)۔ بل نہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں دیکھتا رہا اور کسی وقت ذرا بھی اپنی ناگواری اور گرانی کا اظہار نہ کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر میں شریک ہو مگر اوسکو برا سمجھتا ہو (دل سے اوسپر نفرت کرتا ہو گو کسی مجبوری سے اوسمیں شریک ہو) وہ ایسا ہے جیسا کہ اوس میں شریک نہیں ہے اور جو شخص

اوس میں شریک نہ ہوا ورا وسکو پسند کرتا ہو وہ ایسا ہے جیسا اوس میں شریک ہے (مجمع الزوائد) گناہ کی بات خواہ کسی میں بھی ہو اوسپر خوش ہونا راضی ہونا سم قاتل ہے اور پھر سب گناہوں کی جڑ کفر ہے اوس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکاتیب میں ایک بڑا قابل عبرت قصہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کی عیادت کو گیا وہاں پہونچکر دیکھا کہ انتقال کا وقت بالکل قریب ہے میں نے اوسپر توجہ ڈالی تو اوسکے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا ہر چند میں نے توجہ کی کہ اسکے دل پر سے یہ ظلمتیں دور ہو جائیں مگر دور نہ ہوئیں۔ بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہل کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی جہنم کے عذاب ہی سے زائل ہوں گی (مکتوبات دفتر اوّل حصہ چہارم) کس قدر خوف و عبرت کا مقام ہے کہ بعض کدورتیں دل پر ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ اللہ والوں کا تعلق جو اکسیر ہے وہ بھی ان کے مقابلہ میں بے کار ہو جاتا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے بغض کی ساتھ اللہ کے یہاں تقرب حاصل کرو اور ان سے ترش روئی سے ملو اور ان سے ناراضی میں اللہ کی رضا تلاش کرو اور ان سے دور رہنے میں اللہ کا تقرب حاصل کرو (جامع الصغیر) سند اگرچہ ضعیف ہے مگر مضمون کی دوسری احادیث سے تائید حاصل ہوتی ہے عزیزی نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس معصیت سے بغض رکھو نہ کہ اوس شخص کی ذات سے اور یہی مطلب ہے ان سب احادیث کا جہاں اس قسم کے مضامین وارد ہوئے ہیں کہ آپس کے تعلقات اور کسی سے محبّت کی وجہ سے اوس میں جو معصیت ہے وہ بھی ہلکی نہ بنجائے اور اس کی ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس معصیت کی

وجہ سے اوس میں جو صفت اسلام ہے وہ نظر انداز نہ ہو جائے اسلیئے ان دونوں افراط و تفریط کے درمیان میں اعتدال ہے یہی اصل تعلیم ہے اور یہی ہر چیز کو اوس کے درجہ پر رکھتا ہے جس کے ہم لوگ مامور ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی ہی تھی کہ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا (اللہ کے دین میں فوجیں کی فوجین داخل ہوتی ہیں) کا مصداق تھی مگر ہم نے اوس سے منہ موڑا اوس پر عمل کرنا درکنار اوسکو معلوم کرنا بھی چھوڑ دیا اوسی کے یہ خمیازے ہیں جو بھگت رہے ہیں۔ ہماری مثال شترمُرغ کی سی ہے جس کے متعلق ایک ضرب المثل ہے کہ جب اوس سے اُڑنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں شتر ہوں بھلا اونٹ بھی اُڑ سکتا ہے اور جب اوس سے کہا جاتا ہے کہ بار برداری کر تو کہتا ہے کہ میں مرغ ہوں بار برداری کیسے کروں۔

ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب اعمال کے کرنے کا ذکر آتا ہے تو ہم لوگ چودہویں صدی کے رہنے والے ناکارہ اور ضعیف بنجاتے ہیں بھلا صحابہ کرام جیسے اعمال ہم سے کہاں ہو سکتے ہیں وہ قوی لوگ تھے وہ حضور کے پاس بیٹھنے والے تھے وہ خیر القرون کے افراد تھے بھلا ہم ان کی کیا حرص کر سکتے ہیں۔ دنیا دار ہیں دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، مجبوریاں ساتھ ہیں۔ لیکن جب ان حضرات کی ترقیات کا ذکر آتا ہے ان کے ملکوں پر فتح اور قبضہ کا ذکر آتا ہے انکی عزت و وجاہت کا سماں بندھتا ہے تو ہم بھی مسلمان ہیں حضور کے نام لیوا ہیں، صحابہ کے جانشین ہیں ان کے اخلاف ہیں اور ترقیات میں انکی ہمسری کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ ایسے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے اگر ہمیں

اون ترقیات کی اُمنگ ہے تو ان کے سے اعمال کرکے ان ثمرات کا امیدوار بنا چاہئے لوبیا بو کر سیب کا پھل آنیکی اُمید کرنا سراسر حماقت ہے۔ بس اب وقت ختم ہو چکا ہے رویت ہلال کا وقت قریب ہے دعا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھ ناکارہ کو بھی ان حضرات اکابر کے اسوہ سے کچھ حصہ نصیب فرماویں۔ میری مثال اس ساری تحریر میں اوس نابینا کی سی ہے جو چراغ ہاتھ میں لئے دوسروں کو کہتا ہے کہ روشنی کے فوائد حاصل کرو اور بیچارہ خود محروم ہے۔ وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِی لَكَ اسْتَقِمْ

اس کے علاوہ میں نے جو کچھ لکھا ہے میرا خیال ہے کہ سب اشکالات کیلئے مجملاً کافی ہے اور سب امور کا اس مے حل ہو گیا ہوگا۔ لیکن یہ میرے ناقص خیالات ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ سب اس کو قبول کریں اور مانیں اگر سمجھ میں آئے بہتر ہے قبول کرلیں ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔ وما توفیقی الا باللہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلٰٓی اَفْضَلِ خَلْقِهٖ سَیِّدِ الْبَشَرِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ حَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ؕ

فقط والسلام

زکریا عفی عنہ کاندہلوی

۲۹ شعبان ۱۳۵۷ھ

(کتبہٗ عبداللطیف دیوبندی)

اصلحہٗ شمیم نیرانوی ربیع ۲ ۱۳۹۰ھ

(جنید برقی پریس بلیماران دہلی)

فہرست مضامین الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف اسلامی سیاست عکسی

مضمون	صفحہ
علماء کا آپس کا اختلاف ایک دوسرے کے اخلاص کے منافی نہیں	۴
اختلاف علماء کی صورت میں کس کا اتباع کیا جائے.	۵
مُفلس حقیقی کون ہے	۶
قائل سے قول کو پرکھنے کا ضابطہ	۷
شدت اختلاف کے درجات	۱۰
احقر مؤلف کی تمنا	۱۱
من عادی لی ولیا الحدیث	۱۲
تفسیر آیۃ کریمہ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون	۱۵
من تہاون بالآداب الخ	۱۵
اہل اللہ پر اعتراض	۱۶
اہل اللہ کبھی انتقام بھی لیتے ہیں اور اس کی مصلحت	۱۷
اہل اللہ سے محبت اور حدیث المرأ مع من احب	۱۸
قابل صحبت مؤمن کا معیار	۲۰
دو شخصوں کے درمیان محاکمہ کی صورت	۲۱
کسی چیز پر لب کشائی کے لئے اس کے مالہ و ماعلیہ پر عبور ضروری ہے۔	۲۲
حضرات صحابہ کرام کی آپس کی لڑائیوں کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا مشہور مقولہ تلک دماء الخ	۲۳
ہدایت اور گمراہی کے اعتبار سے امور کی تین قسمیں ہیں	۲۴
اذا وسد الامر الی غیر اہلہ الحدیث	۲۵
مقاصد کے اختلاف سے حکم بدل جاتا ہے	۲۶
تقسیم اور عدم تقسیم ہند کے بارے میں اکابر کے دو الگ الگ نظریے	۲۸
آپس کے اتفاق و اتحاد کی چند خاندانی نظیریں	۲۹
بندہ (مؤلف) کی ابتدائی تربیت	۳۱
متفق علیہ کار خیر کی ترجیح	۳۳

مضمون	صفحہ
بندہ حضرت مدنیؒ کی حرص کہاں کرسکتا ہے اور حضرت کا علو شان	۳۴
طلبہ کے لئے سیاست وغیرہ میں حصہ لینا سمِّ قاتل ہے	۳۶
طالب علم کے لئے انقیاد اور استاذ کا احترام ضروری ہے	۳۸
"حدیث" طلب علم میں مؤمن کی خوشامد کے بیان میں	
طلب علم کے لئے دس امور بہت اہم ہیں	۴۳
جہاد کی تعریف اور اس کے فضائل	۴۶
دین کو آسان بنانے کی ترغیب	۵۶
فان المنبت لا ارضاً قطع لحدیث	۵۸
صرف اپنے ہی کام کو دین کا کام سمجھنا غلطی ہے	۵۸
مصائب و بلایا کے باطنی اسباب	۶۱
ارکان اسلام میں مداہنت کی مثالیں	۶۴
محرمات پر جرأت	۶۵
شراب کا بیان	۶۶
سود کا بیان	۶۷
معاصی پر مصائب کی احادیث	۶۹
انفاق و ایثار	۷۸
شریعت پر عمل مرض کا علاج ہے	۷۹
طاعات وعبادات فلاح دارین کا سبب ہیں" اور اسکے چند واقعات"	۸۰
"حدیث" بادشاہوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں	۸۳
اللہ کے راضی یا ناراض ہونے کی علامات	۸۴
اپنے اعمال ہی حاکم ہوتے ہیں	۸۷
کفار دنیا میں باوجود بداعمالیوں کے خوشحال کیوں ہیں اشکال وجواب	۸۹
دنیا میں مسلمانوں پر شدائد و مصائب کی مصلحت	۹۱
دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک	۹۳
"حدیث" بلائیں مؤمن کے ساتھ وابستہ ہیں	۹۴
آیات واحادیث دنیا کے مقصود نہ بنانے میں	۹۶
مسلمانوں کی ترقی کا معیار اور بلاؤں سے بچنے کا واحد علاج	۱۰۳
صدیق اکبرؓ کی سخت نکیر کافر سردار کا سر کاٹ کر لانے میں	۱۰۴
حضرت عمرؓ کی تنبیہ حضرت ابو عبیدہ کو ملک شام کے سفر میں	۱۰۵
عزت اور ذلت کا مدار	۱۰۵

قول کو دیکھو قائل کو نہ دیکھو کا مطلب — ۱۰۷
دین کے اہتمام میں اسلاف کے حالات اور غیبی مددوں کے بعض واقعات — ۱۰۸
حضرت عمر رضؓ کی امیر لشکر حضرت سعدؓ کو نصیحت — ۱۱۵
آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی روایات — ۱۱۶
طاعت پر مدد کے وعدے اور گھمنڈ پر نقصانات — ۱۱۹
صحابہ کرام کی تحریرات اور خطبات میں ذرا ذرا سے امور پر تنبیہ اور اس کی چند مثالیں — ۱۲۱
"حدیث" انما الاعمال بالنیات اور ریا و شہرت کی مذمت — ۱۲۳
تجسس اور غیبت سے بچنا اور مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی — ۱۲۷
ایک مرد مؤمن کا احترام اللہ کے نزدیک بیت اللہ سے زیادہ ہے — ۱۲۸
مسلمانوں کی آبرو ریزی بدترین سود ہے — ۱۳۱
بغیر ثبوت شرعی کے کسی پر الزام لگانا ہرگز جائز نہیں۔ انتظاماً یا احتیاطاً اس سے علیحدہ رہنا امر آخر ہے — ۱۳۲
جیسا کروگے ویسا بھروگے — ۱۳۳
"مرا پیر دانائے مرشد شہاب" الخ شعر — ۱۳۵
کان، آنکھ، دل، ہر ایک کے متعلق احتیاط کا حکم — ۱۳۶
اختلاف رائے کی صورت میں دوسرے کو خود غرض قرار دینا سخت ذمہ داری ہے — ۱۳۶
غیبت اور بہتان میں فرق — ۱۳۸
انسان پر ہر وقت خفیہ پولیس اللہ کی طرف سے مسلط ہے۔ مایلفظ من قول الآیۃ — ۱۳۹
"حدیث" مؤمن جھوٹا نہیں ہوتا — ۱۴۰
"حدیث" نجات کا ذریعہ — ۱۴۱
جہلا اہل علم کے دشمن ہیں اور بعض علامات قیامت — ۱۴۲
عقیدہ کی خرابی عمل کی خرابی سے بہت زیادہ سخت ہے — ۱۴۵
علماء و مشائخ کے حق میں سب و شتم ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے — ۱۴۶
دیانۃً فیما بین العبد و بین اللہ معاملہ کا درست ہونا کافی ہے — ۱۴۷
"حدیث" چار صفتوں میں سے نکل کر پانچویں صفت اختیار نہ کر ورنہ ہلاکت ہے — ۱۴۸
فقہاء (علماء) ہی اللہ کے ولی ہیں اور ان کی ایذاء پر سخت وعیدیں — ۱۴۹
علماء و صلحاء کی تعظیم کے بارے میں عہد نبوی — ۱۵۱
کسی عالم کے قول کی تردید کب کی جا سکتی ہے اس کے متعلق چند قابل غور امور — ۱۵۴
دین کی ضرورت کا احساس اور علماء دین کی شان و مثال — ۱۵۶

مضمون	صفحہ
دنیا کے ہر کام میں اہل فن ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے	۱۵۷
زبان کے ماہر منافق سے خطرہ	۱۵۸
دین کے شعبوں کی الگ الگ جماعتیں	۱۵۸
آنے والے فتنے اور کفر کی ارزانی کا اعتراض	۱۶۰
عمل کے لئے صرف قرآن کافی نہیں اصل دین اتباع رسول ہے	۱۶۷
صحابہ کرام کی دین پر پختگی کا حال اور ترک صلوٰۃ پر کفر کا فتوے	۱۶۷
حضورؐ کا فیصلہ نہ ماننے والے کے ساتھ حضرت عمرؓ کا طرز عمل	۱۶۹
عدم تکفیر اہل قبلہ اور اہل قبلہ کی تعریف	۱۷۰
ذاتی اوصاف وکمالات اور تبحر علمی دو مستقل الگ الگ چیزیں ہیں	۱۷۶
صحابۂ کرام رضؓ میں جامعیت کی شان تھی۔	۱۷۶
مشائخ سلوک اور علماء کی شان جدا جدا ہے	۱۷۷
بغیر خود عمل کے دوسروں کو امر بالمعروف کی اجازت	۱۷۷
دینی انحطاط کی حدیث میں پیشین گوئی	۱۷۷
اسلاف کے مقابلہ میں مشائخ وقت کو نظر میں نہ لانا سخت محرومی ہے	۱۷۹
خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام الحدیث	۱۷۹
قیامت کے دن پانچ باتوں کی جوابدہی لازم ہوگی الحدیث	۱۸۰
ذاتی اوصاف کا اثر اور حدیث الائمۃ من قریش	۱۸۱
علوم دینیہ کی تحصیل بمد مجبوری سمجھنا	۱۸۱
علماء حق اور علماء سوء کا فرق	۱۸۳
علماء ظاہر کی موافقت میں حضرت مجدد الف ثانی کے ارشادات	۱۸۶
سنت کے اہتمام میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک اہم خط	۱۹۰
الحلال بین والحرام بین الحدیث	۱۹۱
علم کی وہ مقدار جس کا سیکھنا ضروری ہے	۱۹۴
مسائل میں علماء کا اختلاف رحمت اور موجب سہولت ہے	۱۹۶

مضمون	صفحہ
بدر کے قیدیوں کے بارے میں صحابہ کا اختلاف	۲۰۰
حضرت سہارنپوری اور مولانا محمد یحییٰ صاحب کا چند مسائل میں اختلاف اور طرز عمل	۲۰۸
صحابہ کرام کے اختلاف کی چند مثالیں	۲۱۰
حضرت حسن بصری کے ساتھ دو گروہ کا الگ الگ طرز عمل	۲۱۲
اختلاف کی ہر نوع مذموم نہیں ہے	۲۱۳
عقائد میں اختلاف گمراہی ہے	۲۱۵
متشابہات قرآنیہ میں بحث اور قصۂ صبیغ	۲۱۷
اجتہاد کے لئے کیا کیا علوم ضروری ہیں	۲۱۸
متعارض حدیثوں میں وجوہ ترجیح	۲۲۰
دین کے لئے تین شخص آفت ہیں	۲۲۲
ایک اشکال، کہ شرعیات میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے	۲۲۴
اختلاف میں حدود سے تجاوز نہ چاہیئے	۲۲۶
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فعلی کے لئے مبعوث تھے	۲۲۷
صحابۂ کرام کے نزاعات کے چند نمونے	۲۲۹
غیر مسلموں کے ساتھ صحابۂ کرام کا برتاؤ	۲۳۲
نہایت مختصر آخری وصیت	۲۳۵